ربوہ کا راسپوٹین

(مرزا محمود کی کہانی، مریدوں کی زبانی)

طاہر رفیق

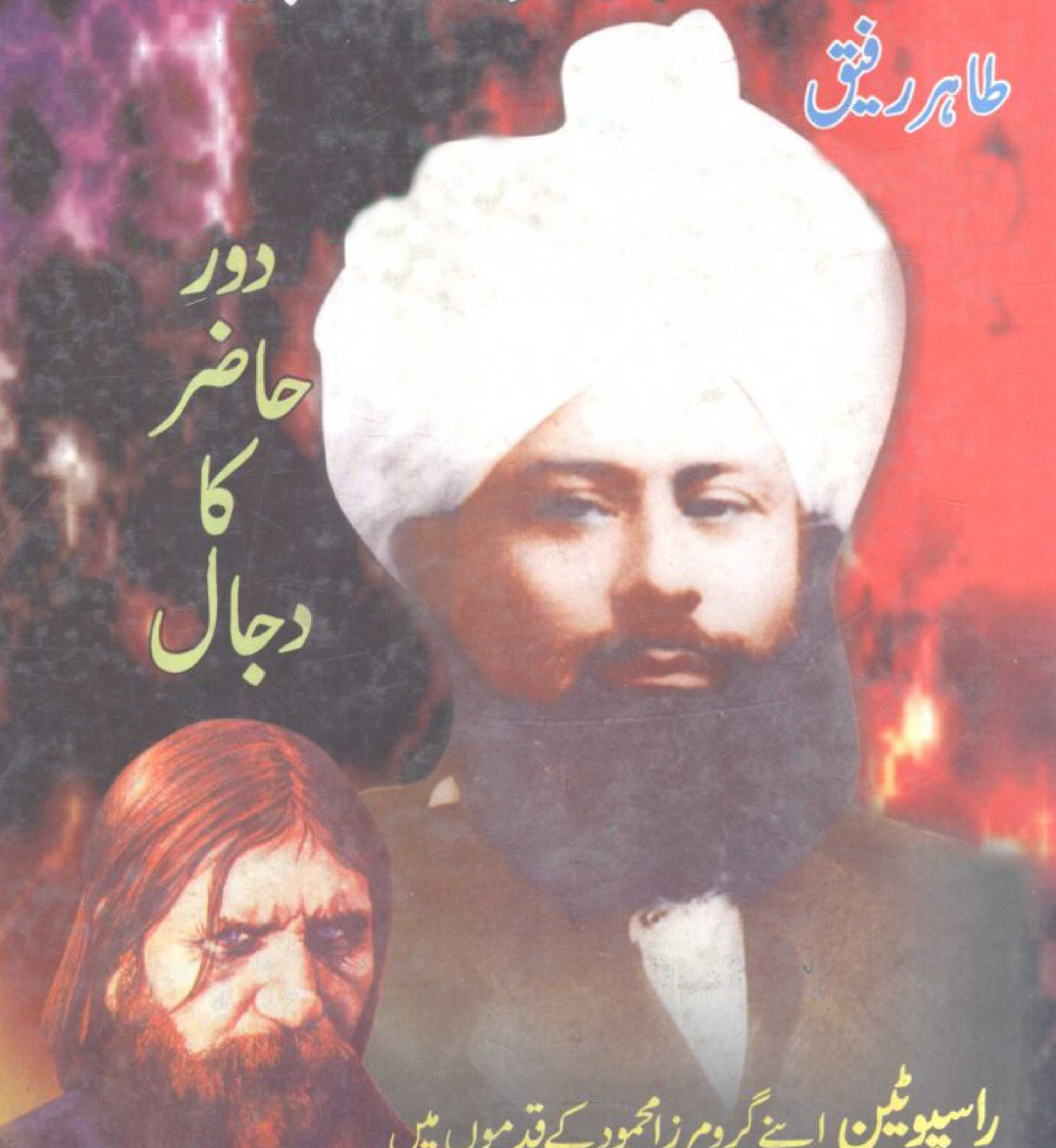

دورِ حاضر کا دجال

راسپوٹین اپنے گرو مرزا محمود کے قدموں میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ ﷺ وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصْحٰبِكَ یَاحَبِیْبَ اللّٰہ ﷺ

توجہ فرمائیں!

ختم نبوت ڈاٹ آرگ پر دستیاب تمام پی ڈی ایف کتب عام قارئین کے مطالعہ و تحقیق کے لیے ہیں۔

تنبیہ

- کسی کتاب کو تجارتی نفع کے لیے استعمال کرنا اخلاقاً شرعاً قانوناً جرم ہے۔
- عقیدہ ختم نبوت و تقابل ادیان پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر اشاعتِ اسلام میں بھرپور شرکت اختیار کریں۔

کتاب کے مندرجات کے متعلقہ مزید تحقیق و آراء کے لیے ختم نبوت فورم کی آفیشل ویب سائٹ پر رابطہ کریں۔ ختم نبوت فورم سوشل میڈیا پر عقیدہ ختمِ نبوت و ردقادیانیت پر روز و شب کوشاں ہے، فورم کے ساتھ آپ کی مالی جانی وقتی معاونت اللہ کی بارگاہ میں عظیم نیکی ہے اللہ پاک اخلاص کے ساتھ دین متین کی خدمت کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے آمین

منتظم اعلیٰ ختم نبوت فورم
مفتی سید مبشر رضا قادری
+92-3247448814

KHATM-E-NBUWAT FORUM

www.khatmenbuwat.org

وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ (القرآن)

"اللہ تعالیٰ ان تمام فحاشی کو ظاہر کرنے والا ہے جو تم چھپاتے تھے۔"

ربوہ کا راسپوٹین

(مرزا محمود کی کہانی، مریدوں کی زبانی)

دورِ حاضر کا دجال

طاہر رفیق

www.KitaboSunnat.com

انجمن توحید و سنت ویلفیئر

المدینہ روڈ ٹاؤن شپ لاہور

0300-4460660 - 0321-4454660

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	....	ربوہ کا راسپوٹین
مصنف	....	طاہر رفیق
ناشر	....	انجمن توحید وسنت ویلفیئر
		المدینہ روڈ، ٹاؤن شپ، لاہور
تعداد	....	500
قیمت	....	150 روپے

ملنے کے پتے

مکتبہ عزیزیہ مسجد قدس اہلحدیث چوک دالگراں، لاہور

فاران اکیڈمی، اردو بازار، لاہور

انجمن توحید وسنت ویلفیئر

المدینہ روڈ ٹاؤن شپ لاہور

0300-4460660 - 0321-4454660

انتساب

''اندھی عقیدت میں ڈوبے ہوئے

احمدیوں کے نام جو پلید عقیدہ اجرائے نبوت

اور مرزا محمود کے مصلح موعود (مامور) ہونے پر ایمان

رکھتے ہیں انہی دو عقائد کی وجہ سے وہ ذلت کی وادی

میں بھٹک رہے ہیں''

فہرست

باب 1

جنسیت 13

جنسیت کیا ہے، جنسی انحرافی کی مختلف شکلیں

باب 2

روس کا راسپوٹین 22

باب 3

مرزا محمود احمد کا اپنا اقرار، افراد خانہ اور اعزہ کے حلفیہ بیانات 35

1- خلیفہ مرزا محمود احمد کا اپنا اقرار، حکیم عبدالوہاب کا بیان۔ ساس صغریٰ بیگم پر دست درازی۔ امتہ الحفیظ دختر مرزا محمود احمد کا بیان بیگم صاحبہ ڈاکٹر عبداللطیف کا حلفیہ بیان۔ ڈاکٹر مبشر احمد پوتا مرزا محمود احمد کا معصومانہ بیان۔ مولوی عبدالمنان صاحب عمر کی شہادت اور نواب مبارکہ بیگم کے کردار پر مزید روشنی۔ مرزا حنیف احمد کا حلفیہ بیان بروایت علی محمد ماجی۔ مرزا محمود احمد کا مس روفو کو قادیان لے جانا اور پریس کا ردعمل

باب 4

مریدین اور اغیار کی حلیفہ شہادتیں 47

پہلا الزام اور مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت لاہور کی شہادت۔ مباہلہ والوں کی للکار۔ مولوی صدر الدین امیر جماعت احمدیہ لاہور کا بیان۔ آفتاب اقبال ابن ڈاکٹر محمد اقبال صاحب کی شہادت۔ مبارک شاہ صاحب ابن مولوی محمد سرور صاحب کی شہادت۔ مرزا طاہر احمد صاحب پسر مرزا عبدالحق صاحب کا بیان۔ نذیر احمد ڈرائیور کا بیان۔ داؤد احمد کا بیان، ''کوئی قادیانی میرے جنازے کو ہاتھ نہ لگائے'' قریشی نذیر احمد صاحب کا شہادت۔ ڈاکٹر محمد احمد صاحب کی شہادت۔ جناب صلاح الدین ناصر کا بیان امتہ الوودود کا قصہ جناب مصلح الدین سعدی کی شہادت۔

مصلح الدین کی دوسری شہادت چودھری محمد نصر اللہ صاحب ابن چودھری عبداللہ صاحب بھتیجا چودھری ظفر اللہ صاحب سابق وزیر خارجہ پاکستان کی شادی کا قصہ۔ ایک نوجوان مبشر احمد کی منگنی کا قصہ۔ عبدالرشید ابن مولوی نذر محمد صاحب کا رکن امور عامہ کا بیان، عبدالمجید اسلحہ والے کا بیان۔ رفیق احمد صاحب لاہوری بی اے ایل ایل بی کا بیان بے وضو نماز پڑھانا ''تواڈی نمازاں نے یہہ ماریا اے'' دوسری شہادت فتح محمد المعروف فاتیر۔ ایک احمدی خاتون عائشہ بنت شیخ نورالدین کا بیان۔ مولانا اسماعیل غزنوی مرحوم کی تحقیق۔ ڈاکٹر اللہ بخش صاحب سابق جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن لاہور کا بیان۔ عبدالعزیز نومسلم کی صاحبزادی خلافت مآب کے چنگل میں۔ حکیم عبدالعزیز (سابق پریذیڈنٹ انجمن انصار احمد قادیان (پنجاب) کا مرزا محمود کے سامنے مسجد اقصیٰ میں اعلان حق، شیخ مشتاق احمد مالک احمدیہ دوا گھر کا بیان۔ ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب ''آنکھوں کا ہسپتال'' قادیان (حال فیصل آباد) کا بیان۔ مرزا محمد حسین اتالیق خاندان مرزا محمود احمد کی کہانی مشہور کالم نگار احمد بشیر کا بیان (سدومیت اور امرود کھانا) میں کہاں آ نکلا (ثاقب زیروی) مرزا محمود احمد کی ایک بیوی کا خط دیوان سنگھ مفتون کے نام۔ راجہ بشیر احمد رازی کی ہڈ بیتی .... محمد یوسف ناز کا دوسرا بیان محمد عبداللہ احمدی کا بیان۔ منیر احمد کا بیان۔ سیدہ ام صالحہ بنت سید ابرار حسین کمن آباد کا بیان۔ محمد عبداللہ آنکھوں کا ہسپتال قادیان (حال فیصل آباد) کا بیان قاضی خلیل احمد کا بیان۔ راحت ملک کا چیلنج خلیفہ ربوہ کے نام مولوی عمر الدین شملوی مبلغ جماعت قادیان کی حکایت۔ چوہدری غلام رسول صاحب کا اعلان حق۔ عبدالرب خان برہم کا حلفیہ بیان۔ آغا سیف اللہ کا بیان۔ مظہر الدین ملتانی کی ایک حیران کن روایت۔ ماسٹر محمد عبداللہ صاحب سابق ہیڈ ماسٹر سنٹر ماڈل گورنمنٹ ہائی سکول کا بیان (فیر اسی چندا کتھے دیواں دے) عبدالمجید اکبر کا حلفیہ بیان عتیق احمد فاروقی سابق مبلغ کا حلفیہ بیان۔ میاں محمد زاہد (مباہلے والا) کا مباہلہ۔ حافظ عبدالسلام کا حلفیہ بیان۔ غلام حسین احمدی کا بیان۔ شیخ بشیر احمد مصری کی شہادت۔ ثریا بنت شیخ عبدالمجید کا بیان، زکوۃ فنڈ اور بدچلنی، مبلغین کو شادی کے فوراً بعد بیرون ملک بھیجنے کا فلسفہ۔

باب 5

خطوط

شیخ عبدالرحمان مصری کے خطوط۔ خط و کتابت مابین عبدالرحمان صاحب اور مرزا عبدالحق جناب عبدالرب خان برہم (فیصل آباد) کا خط۔ بیٹے کا باپ کی پاکیزگی پر قسم کھانے سے گریز (خط

وکتابت شفیق احمد مابین مرزا رفیع احمد ابن مرزا محمود احمد) مقبول اختر صاحب کا خط مولانا مظہر علی اظہر کے نام، قریشی محمد صادق صاحب شبنم بی اے کے فسخ بیعت کے خط کا ایک اقتباس۔ ڈاکٹر نذیر احمد ریاض کا خط اپنے ایک دوست کے نام۔ خط وکتابت مابین عبدالرحمٰن و مرزا عبدالحق کے عکسی فوٹو

باب 6

مرزا بشیر احمد ابن مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے کردار کی ایک جھلک 145

فصیح الدین کا بیان۔ اہلیہ صاحبہ جناب عبدالرب خان اور مرزا بشیر احمد۔ مرزا بشیر احمد کا خوبرو غیور سے معاشقہ

باب 7

مرزا شریف ابن مرزا غلام احمد صاحب کے کردار کی ایک جھلک۔ 148

عبدالکریم صاحب کی شہادت

باب 8

مرزا ناصر احمد ابن مرزا محمود احمد سربراہ ثالث جماعت احمدیہ ربوہ کے متعلق چودھری عبدالحمید صاحب عنیوالی ضلع نارووال اور چودھری محمد اشرف کے بیانات۔ 150

باب 9

قتل 153

امتہ الحی زوجہ مرزا محمود احمد کی وفات کا قصہ۔ مرزا محمد اسحاق کا وفات کا قصہ۔ سارہ اور ام وسیم پاگل ہوگئیں۔ روزی کا قتل، فخر الدین ملتانی کی شہادت

باب 10

عبرت ناک انجام 157

باب 11

جماعت احمدیہ کا فکری انتشار اور مستقبل 160

باب 12

محمود احمد کا حکومتی خاکہ 168

تقدیم

مرزا محمود احمد قادیانی پر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی حیات سے لے کر تا مرگ احمدی حضرات درپردہ اور اعلانیہ سنگین قسم کے زنا کے الزامات لگاتے چلے آرہے ہیں۔ مباہلے والے (عبدالکریم و محمد زاہد) عبدالرحمان مصری فاضل ازہر یونیورسٹی، فخرالدین ملتانی اور حقیقت پسند پارٹی کے معزز اراکین خصوصاً قابل ذکر ہیں۔ مختلف اوقات میں پمفلٹوں، اشتہارات، رسالہ جات اور اخبارات میں زنا کے متعلق مضامین تو شائع ہوتے رہے ہیں لیکن وہ مواد کتابی شکل اختیار نہ کرسکا۔ حقیقت پسند پارٹی کے خروج کے بعد مرزا محمود احمد کے اندرونی سربستہ راز کتابی شکل میں آنے شروع ہوئے۔ چنانچہ سب سے پہلے راحت ملک برادر خورد ملک عبدالرحمان صاحب خادم مؤلف احمدیہ پاکٹ بک نے "ربوہ کا مذہبی امر" کے نام سے کتاب شائع کی۔ دینی حلقوں میں خاص مرکز توجہ بنی۔ ہاتھوں ہاتھ بک گئی اس کتاب میں سابقہ منتشر مواد کو جمع کر دیا گیا اس میں ایک لطیفہ کی بات یہ ہے کتاب میں مرزا محمود احمد اور اللہ رکھا درویش کے فوٹو قابل دید ہیں مصنف نے مرزا محمود احمد کو ذلیل کرنے کے لیے اللہ رکھا درویش کے فوٹو کے نیچے مرزا محمود احمد کا نام اور مرزا محمود احمد کے فوٹو کے نیچے اللہ رکھا کا نام لکھا تھا۔ اس کتاب میں جماعت احمدیہ کے احباب کو خصوصاً اس طرف توجہ دلائی ہے کہ مرزا محمود احمد نے جس "فتنہ" کا صور پھونکا ہے اس کا ہیرو اللہ رکھا ہے جس کا نہ اپنا گھربار ہے، نہ بال بچہ ہے، غریب و نادار۔ دوست یاروں کے گھر سے کھانا کھانے والے کو اپنا مدمقابل بنا کر لا کھڑا کیا ہے۔ یہ ہے مرزا محمود احمد کا وہ حریف جس کے کندھوں پر ۱۹۵۶ء میں "عظیم فتنہ" کا اعلان کرکے تمام جماعت سے ازسرنو بیعت لی تھی۔ بہرحال مرزا محمود احمد کے جابرانہ، قہارانہ اور منتقمانہ مزاج کے لحاظ سے کتاب کا نام موزوں ہے اس کے بعد دوسری کتاب شہید فخرالدین صاحب ملتانی کے صاحبزادے مظہر الدین ملتانی مرحوم نے "تاریخ محمودیت" تالیف کرکے اپنے باپ کی شہادت کا بدلہ لے لیا۔ جن خطوط اور مواد کے شائع ہونے [illegible] ملتانی صاحب کو شہید کیا گیا تھا۔ مظہر الدین نے وہ مواد اور بعض دوسری شہادتیں

شائع کر دیں۔ اس کتاب میں عبدالرحمان مصری کے خطوط تاریخی حیثیت رکھتے ہیں اور میرا خیال ہے ان خطوط سے بڑھ کر خلیفہ ربوہ کی بدکرداری پر کوئی دستاویز نہیں ہے کیونکہ یہ خطوط مرزا محمود احمد کے حوالے کیئے گئے۔ جواب دینے کا مطالبہ کیا۔ اس کتاب کا نام بھی مرزا محمود احمد کی بدکرداری کے لحاظ سے موزوں ہے۔ گو یہ کتاب اولین ماخذ ہے لیکن کسی سلیقہ سے شائع نہیں ہوئی۔ بہر حال ایک عرصہ تک لوگوں کی توجہ کا مرکز یہ کتاب رہی ہے۔ اس کے بعد شفیق مرزا نے کتاب ''شہر سدوم'' تحریر کی۔ دیباچہ میں اپنے حالات زندگی (جماعت احمدیہ کے لیے اپنی زندگی وقف کرنا۔ سربستہ رازوں کا علم ہونا۔ جماعت سے نکلنا اور مصائب سے دوچار ہونا) بیان کیئے ہیں۔ یہ دیباچہ مرزا شفیق کی مجاہدانہ زندگی کی عکاسی کرتا ہے۔ یہ کتاب ہزاروں کی تعداد میں بک چکی ہے۔ مرزا صاحب نے دلاویز انداز میں واقعات کو بیان کیا ہے علم جنسیت میں بے شمار اصطلاحات کا اضافہ کیا ہے بلکہ یوں کہہ لیجئے اردو ادب کی بھی خدمت کی ہے پہلی شائع شدہ کتب کی نسبت بدکاری کا زیادہ مواد مہیا کیا ہے اس کتاب کا انٹرنیٹ پر احمدی حضرات مطالعہ بھی کرتے ہیں۔ مجھ سے خود ایک سابق احمدی مبلغ نے ذکر بھی کیا تھا۔ در پردہ احمدی حضرات اس کتاب کو کثرت سے پڑھتے ہیں۔ لیکن میں بڑی معذرت کے ساتھ یہ لکھوں گا۔ مرزا محمود احمد کی سنگین بدکاری کی نسبت سے ''شہر سدوم'' نام موزوں نہیں۔ مرزا صاحب جنس لطیف کے شوقین تھے۔ ہاں ''سدومیت'' محض ''منہ کا مزہ'' بدلنے کے کیا کرتے تھے اگر مرزا بشیر احمد کے حالات خبیثہ کے متعلق لکھا جا رہا ہوتو پھر یہ نام بہت موزوں ہے۔ کیونکہ موصوف سدومیت کا ''بادشاہ'' تھا اس کے بغیر اپنی زندگی بے کیف محسوس کرتا تھا کیونکہ یہ کتاب موضوع کے لحاظ سے بہترین ہے۔ عوام کی مقبول کتاب ہے اس لیے میں اس کتاب کے اس ''نقص'' سے صرف نظر کرتا ہوں۔ لیکن جب ایک قاری اس کتاب کو پڑھتا ہے تو ایک شیطان کی تصویر اس کی آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے بلکہ یوں محسوس کرتا ہے کہ وہ خود بھی مرزا محمود کی سنگین محفل میں بیٹھا ہوا ہے۔ اس کے بعد متین خالد صاحب کی مشہور کتاب ''قادیانیت اس بازار میں'' کا ذکر کرتا ہوں۔ بڑی محنت اور جانفشانی سے مواد جمع کیا ہے۔ اخبارات میں اچھے تبصرے ہوئے ہیں۔ عوام میں مقبول ہے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ فاضل مؤلف نے یہ کتاب محض آخرت کے زادِ راہ کے لیے لکھی ہے۔ پیسہ کمانا مطلوب نہیں احمدیوں کو راہِ راست پر لانا مقصود ہے۔ مجھے اس کتاب کے نام پر بھی شکایت ہے۔ فاضل مؤلف نے مرزا محمود احمد کو ''اس بازار'' سے تشبیہ دی ہے۔ جبکہ ''اس بازار'' کی تماش بینی لذت خواہی مرزا محمود کی سنگین بدکاری سے کوئی مناسبت نہیں رکھتی۔ ''اس بازار'' کے دھندے کے بھی کچھ قواعد وضوابط ہیں مثلاً جب محرم کا

مہینہ آئے گا۔ ’’اس بازار‘‘ کے دروازے بند ہو جائیں گے یا دیگر مذہبی تہوار ہوں تو بھی ان تہواروں کی حرمت کی وجہ سے تماش بینوں کے لیے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں پھر کسی دروازہ بند کر کے پردہ میں رہ کر لذت خواہ ہے ہم آغوش ہوتی ہے۔ لیکن مرزا محمود احمد کے ہاں حجاب فضول ہے۔ روفو کو سیسل ہوٹل سے اغوا کر کے قادیان لے جایا گیا۔ تو حصول لذت کے وقت اپنی بیٹی کو پاس بٹھالیا قارئین اندازہ لگالیں گے ’’اس بازار‘‘ کی مرزا محمود کی رنگین محفل کے ساتھ کیا مناسبت ہے۔ میرے خیال میں خالد متین صاحب نے ’’اس بازار‘‘ کے رہنے والوں کے ساتھ ’’زیادتی‘‘ کی ہے۔

بہرحال یہ کتاب اپنے مواد کے لحاظ سے بہترین کتاب ہے۔ لہٰذا کتاب کے نام کو نظر انداز ہی کرنا پڑے گا۔ میں نے اپنی کتاب کا نام ’’ربوہ کا راسپوٹین‘‘ رکھا ہے۔ گو ’’راسپوٹین‘‘ مرزا محمود احمد کے پاؤں کی خاک ہے۔ بدکاری کے لحاظ سے راسپوٹین کی مرزا محمود احمد کے سامنے کوئی حیثیت ہی نہیں جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے کسی ماں نے اس سے بڑھ کر بدکار نہیں جنا۔ نہ جنے گی۔ جس کے سامنے کوئی رشتہ بھی حرمت والا نہیں مجھے مرزا محمود کی اپنی والدہ کے ساتھ لذت خواہی کی کوئی شہادت نہیں ملی۔ جو ملی ہیں وہ ثقہ نہیں لیکن اپنے گھرانے اور رشتے داروں کی کوئی عورت اور بچہ اس کی گرفت سے نہیں بچ سکا۔ اب میں عبدالمنان عمر سے رجوع کروں گا ممکن ہے وہ کچھ روشنی ڈال سکیں۔ میں نے راسپوٹین کی نسبت سے اس لیے کتاب کا نام رکھا ہے۔ راسپوٹین دنیا کی ادبیات میں بدکاری کی ایک علامت ہے۔

میں آخر میں احمدی حضرات کی خدمت میں درخواست کروں گا۔ مجھے مرزا محمود احمد سے کوئی بیر نہیں۔ تمہارا دل دکھانا مطلوب نہیں بڑی سوچ بچار کے بعد اس فیصلہ پر پہنچا کہ سابقہ کتب کے مواد کے علاوہ جو میرے پاس مواد ہے وہ بھی احاطہ تحریر میں آجائے۔ خصوصاً ڈاکٹر مبشر احمد صاحب ابن ڈاکٹر منور احمد ابن مرزا محمود احمد صاحب کے ساتھ سدومیت ولواطت کا واقعہ۔ یہ دل ہلا دینے والا واقعہ ہے۔ میں نے کتاب کو ابواب میں تقسیم کیا ہے جبکہ دیگر مولفین نے یہ رنگ اختیار نہیں کیا۔ بہرحال پہلی کتب اپنی جگہ یہ کتاب اپنی جگہ۔ مزید اضافوں کے ساتھ قارئین کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔

آخر میں اپنی گذارشات کو اس قسم کے ساتھ ختم کرتا ہوں ’’میں اس واحد قہار کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں، مردودوں اور فاسقوں کا کام ہے۔ میں خدائے عزیز کو حاضر ناظر جان کر کہتا ہوں کہ مرزا محمود احمد پرلے درجہ کا بدکار تھا۔ اگر کوئی اس کا رشتہ دار یا احمدی مباہلہ کے لیے تیار ہو تو وہ پروپرائٹر علم و عرفان اردو بازار، لاہور سے رابطہ قائم کرے۔

والسلام

رفیق طاہر

باب: 1

جنسیت

مرزا محمود احمد صاحب کی جنسی کجرویوں سے متعلق لکھنے سے قبل "جنسیات" کا مختصراً مطالعہ ضروری ہے تاکہ موصوف کی جنسی سنگینی کو پڑھتے ہوئے ذہن کے کسی گوشے میں بھی شک و شبہ نہ رہے۔ کیونکہ بعض جنسی واقعات میں اتنی سنگینی پائی جاتی ہے سلیم فطرت اسے ماننے سے ابا کرتی ہے۔ کہ ایک انسان شہوت کی اس گہرائی میں گر سکتا ہے۔ ایک دو واقعات محض اس وجہ سے اس کتاب میں شامل نہیں کیے گئے۔ وہ مسلمانوں کی دلآزاری کا موجب ہیں میرے قلم نے بھی یہ پسند نہیں کیا کہ ان کو صفحہ قرطاس پر لایا جائے۔ دنیا کے ہر لٹریچر میں جنسیات کا کھوج ملتا ہے۔ اس ضمن میں افلاطون کے شاگرد ہیر یقلید یز یونانی کی کتاب جنسی حظ، اووڈ کی فن عشق بازی جو نیال، مارشل اور ہوریس کی نظمیں اور موساد کے دو ناول جسٹن اور جولیٹ قابل ذکر ہیں۔ ان میں اس دور کے معاشرے کی عکاسی ہوتی ہے۔ افلاطون کے مکالمے سمپوزیم، اور فیدو اور سیفو کی نظمیں ہم جنس عشق کی حسین مرقع ہیں۔ قدیم چینی لٹریچر میں دو کتابیں "سنہرا کنول" اور چنگ پنگ می" قابل ذکر ہیں۔ سنہرا کنول میں تاؤمت کے متبعین کے لیے اعادہ شباب اور جنسی حظ کے طریقے درج کیے گئے ہیں اور جنسی ترغیبات سے بحث کی گئی ہے چنگ پنگ می میں ایک شخص سہی ہن کی عشقیہ داستان بیان کی گئی ہے ہندوستان میں جنسی موضوع پر وتسیان کی کتاب "کام شاستر" مشہور ہے وتسیان (اصلی نام ملی ناگا تھا) ایک سنیاسی تھا۔ اس کا زمانہ پہلی اور چوتھی صدی بعد از مسیح کے درمیان بتایا جاتا ہے ہندوؤں میں لنگ شیو دیوتا اور یونی شکتی دیوی کی علامتیں ہیں۔ اور ان کی مندروں میں پوجا کی جاتی ہے۔ اس نے اس کتاب میں جنسی کجرویوں کا تفصیلاً ذکر کیا ہے۔ کام شاستر کا ترجمہ یورپ کی زبانوں میں ہو چکا ہے۔ جنسی مقاربت پر ایک اور کتاب ککوشاستر (کوک شاستر) لکھی گئی۔ دتا کا نے پاٹلی پتر کی کسبیوں کی فرمائش پر ایک رسالہ لکھا تھا۔ وہ دست برد زمانہ کا شکار ہو چکا ہے۔ البتہ اس کے حوالہ جات کتب میں ملتے ہیں۔ ہمارے دور میں ملک راج آنند نے

اپنی کتاب ''کام کلا'' میں قدمائے ہند کے جنسی نظریات قلمبند کئے ہیں۔

عربی زبان میں جنسیت پر وسیع ادب ہے جاحظ کی کتاب ''العرس والعرائس، النھلی کی ''کتاب الباہ'' ابن حاجب النعمان کی ''کتاب الفتیان'' جلال الدین سیوطی کی کتاب ''الالنیاح فی علم النکاح'' الف لیلہ و لیلہ اور شیخ نفزادی کی ''الروضة العاطر فی نزھة الخاطر'' میں جنسی مباحث ہیں۔ شیخ نفزادی نے جنسی مقاربت کے تمام طور وطریقوں کو شرح و بسط سے بیان کیا ہے۔

جنسی بے راہ روی کا تسلسل اب تک قائم ہے دور حاضر میں ہر زبان میں نثر اور نظم میں یہ ادب پیدا ہو رہا ہے۔ چنانچہ بوکاچیو اور شہزادی مارگریٹ کی کہانیاں۔ پڑارکا کے سائینٹ۔ ولاں کی نظمیں چاسر کی شاعری شیکسپیئر اور مولئیر کی تمثیلات، ڈاونچی، مائیکل انجلو اور رافیل کی تصاویر ذوق جمالیات کی عکاسی کرتی ہیں۔ اٹھارہویں صدی یورپ کی جنسی کجروی کا دور کہلاتا ہے۔ ادباء نے جنسی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا۔ مارگن، رابرٹسن سمتھ، ٹاکر فریزر، رابرٹ برفالٹ ایڈووڈ ولسٹیر مارک اور رچرڈ لیوں نے علم جنسیات کو وسعت دی۔ ہرش فیلڈ، پولی ایڈلر، فرعینڈ و ہزیک نے عصمت فروشی کو اپنا موضوع بنایا۔ جنسی نفسیات میں فرائڈ ہیولاک ایلس، ہرش فیلڈ، کرافٹ ایبگ نے اہم انکشافات کئے۔ برٹرنڈرسل، ڈی ایچ لارنس، ہنری ملر، سارتر، سمون ریوا ماسٹرز جانس وغیرہ کے خیالات نے یورپ میں جنسیت کی نئی نئی راہیں واکیں۔

مرزا محمود احمد صاحب کی جنسی بے راہ روی کو قارئین کے ذہن کے قریب تر کرنے کے لیے چند ایسے سچے جنسی واقعات درج کئے جاتے ہیں تاکہ مرزا صاحب کے جنسی واقعات پڑھنے سے قاری کے دل کے کسی گوشہ میں کوئی شک وشبہ پیدا ہو تو وہ دور ہو سکے۔ گو مرزا صاحب کی جنسی انحرافی میں وہ سنگینی پائی جاتی ہے وہ ان واقعات میں نہیں پائی جاتی لیکن کسی حد تک مماثلت ضرور ملتی ہے۔

زرینہ کا روح فرسا حادثہ:

علی عباس جلالپوری نے اپنی کتاب ''جنسیاتی مطالعے'' میں ایک واقعہ بیان کیا ہے۔ لکھتے ہیں ''زرینہ...... یہ نام فرضی ہے...... ایک متوسط گھرانے میں پیدا ہوئی وہ سرخ اور سفید خوب رو لڑکی تھی۔ اور کئی بھائیوں کی ایک بہن تھی۔ وہ دس برس ہی کی عمر میں بالغ ہوگئی۔ لکھتی ہے۔

''میں دس برس کی عمر ہی میں جوان ہوگئی۔ ان دنوں امی سخت بیمار تھیں اور میری خالہ جو

مجھ سے چند سال بڑی ہیں آئی ہوئی تھیں انہوں نے مجھے سمجھایا چند بڑی عمر کی لڑکیوں نے بتایا تھا میں نے امی سے چھپایا مگر انہیں پتہ چل گیا وہ بہت روئیں، یقین نہ آیا اور مجھے ایک ماہر انگریز لیڈی (ڈاکٹر کے پاس) (قوسین کے اندر کے الفاظ کتاب میں نہیں ہیں۔ یا تو زرینہ نے ہی نہیں لکھے یا کتابت کرتے وقت کاتب چھوڑ گیا ہے اور پروف ریڈنگ میں بھی رہ گئے ہیں) لے گئیں معائنہ کرایا وہ بھی حیران رہ گئی۔''

زرینہ کے مصائب کا آغاز اسی وقت سے ہوا۔ ایک دفعہ اس کی امی کو کسی کام کے لیے کسی دوسرے شہر کو جانا پڑا۔ زرینہ گھر میں اکیلی رہ گئی۔ انہی ایام میں اس کے سگے ماموں نے اس بھولی بھالی لڑکی کو بہلا پھسلا کر اپنی ہوس کا نشانہ بنایا۔ جب اس کے بڑے بھائی کو اس بات کا علم ہوا تو وہ بھی اپنی بہن کی آبروریزی پر کمربستہ ہوگیا اور یہ سلسلہ دور تک چلا گیا۔ (زرینہ، جلالپوری صاحب کو لکھتی ہے) ''میں نے جس ماحول میں آنکھ کھولی۔ وہ درندوں اور لٹیروں کا ماحول تھا۔ میں کس جگر سے بتاؤں کہ میرا سگا بھائی اور سگا ماموں، سگا چچا مجھے اپنی ہوس کا نشانہ بناتے رہے میں کچھ نہیں جانتی کہ یہ حادثہ کب اور کس طرح پیش آیا اور نہ ہی ان حادثات کی تعداد کا اندازہ ہے میں آپ کو ان دنوں کی ذہنی کیفیت رتی رتی بتا سکتی ہوں۔ ان باتوں کو اتنی کم عمری میں کیونکر سمجھتی تھی کہ بری اور گناہ ہیں۔ پھر بھی کسی کو بتا نہیں سکتی تھی۔ ہاں چند ہم جولیاں اور ایسی لڑکیاں جو خود ان باتوں سے دوچار تھیں، واقف تھیں میری مصیبتوں سے۔ مگر مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ان کے ذہن پر تو بری طرح بوجھ نہ رہتا تھا وہ تو میری طرح پریشان ہوکر خود کو بچانے کے ایسے جتن نہ کرتی تھیں۔ جبکہ ماضی کے یہ روپ سامنے آتے ہیں تو جنس سے نفرت ہو جاتی ہے۔[1] یقین کیجئے کہ میں نے ایسے ہولناک بھیانک چہرے دیکھے ہیں کہ میں آج بھی کانپ اٹھتی ہوں۔''

زرینہ کی ماں گھر لوٹی تو زرینہ کے ماموں نے زرینہ کے بھائی کی شکایت کی اور اپنی بہن کو بیٹے کے خلاف خوب بھڑکایا۔ زرینہ کی ماں نے بیٹی سے پوچھ گچھ کی کہ تمہارا ماموں یہ کہتا ہے زرینہ نے رو رو کر کہا کہ وہ خود بھی تو ایسا ہی کرتے رہے ہیں۔ یہ سن کر زرینہ کی ماں بیٹی کو گلے لگا کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی مشورے کی ابتدا میں مجھے (علی عباس جلالپوری) شک تھا کہ زرینہ جنس زدہ ہے اور جو بھی مرد اس سے مخاطب ہوتا ہے وہ اس کے بارے میں خیال ہی خیال میں فرض کر لیتی ہے کہ میرا اس سے جنسی تعلق ہے لیکن بعد میں مجھے یقین آ گیا کہ جو کچھ اس نے لکھا

---

[1] (مرزا محمد حسین بی کام اور داؤد احمد کا بھی یہی حال ہے انہوں نے مرزا محمود کی جنسی مجلس میں جو مشاہدات کیے ان کی وجہ سے شادی سے متنفر ہوگئے۔ محمد حسین تو بغیر شادی فوت ہوگئے اور داؤد احمد زندہ ہیں لیکن شادی نہیں کی۔

ہے حرف بہ حرف صحیح ہے۔" (جنسیاتی مطالعے ص 45,44)

زرینہ کے اس حادثے کے لکھنے کے بعد مزید ایک عطائی اور ڈاکٹر صاحب کا پیش آنے والا حادثہ بیان کرتے ہیں۔

زرینہ نے جو اپنی سرگزشت جلالپوری صاحب کو رقم کی یہ ظاہر کرتی ہے معاشرے میں ایسے بھی بدکردار ہوتے ہیں جن کی نظر میں محرمات اور غیر محرمات سب برابر ہیں جب آتش شہوت بھڑکتی ہے تو اس کی زد میں آجاتے ہیں۔

رئیس امروہوی اپنی تصنیف "جنسیات" میں بیٹی کے ساتھ والد کا جنسی ہوس کو پورا کرنے کا المناک واقعہ رقمطراز ہیں مرزا الف (کراچی) کا بیان ہے کہ:

جس سانحے نے میری روح کے ٹکڑے اڑا دیئے ہیں اس کا تعلق میری ازدواجی زندگی سے ہے پانچ سال قبل میری شادی اپنے ہی جیسے ایک متوسط اور بظاہر شریف گھرانے میں ہوئی شادی میری پھوپھی کی پسند سے طے پائی تھی حقیقت یہ ہے کہ موجودہ مقام تک پہنچنے میں میری پھوپھی کا بڑا ہاتھ ہے میں ان کے احسانات کبھی نہیں بھلا سکتا۔ جب انہوں نے یہ رشتہ تجویز کیا تو میں نے آنکھ بند کر کے ہاں کر لی۔ ہامی بھر لی اس میں شک نہیں کہ میری بیوی نہایت حسین اور تین حسین بچوں کی ماں ہے پانچ سال کی ازدواجی زندگی میں بیوی کا کردار ہر طرح کے شک وشبہ سے بلند رہا ہے کسی حد تک خدمت گزار بھی ہے انہی خوبیوں کی بدولت میں باوجود یہ کہ اس کی تعلیم واجبی ہے دل سے اس کا قدردان رہا اور اسے ہر طرح میری بھرپور محبت حاصل ہے۔

اب یہاں سے اس المیے کا آغاز ہوتا ہے جس نے مجھے جہنمی زندگی بسر کرنے پر مجبور کر دیا ہے چھ مہینے قبل میں اپنے سسرال گیا ہوا تھا۔ ایک روز میرے چھوٹے سالے اور سالی کھیلتے ہوئے میرے پاس آئے ان بچوں کے پاس 1960ء کی ایک بوسیدہ بیاض (ڈائری) تھی یہ بیاض سسر صاحب کی تحریر کردہ تھی۔ وہ اس میں اپنی زندگی کے نجی واقعات قلم بند فرمایا کرتے تھے (کاش میں اس بیاض کو نہ دیکھتا)

میں یونہی اس بیاض کی ورق گردانی کر رہا تھا کہ 20 فروری کی تاریخ کے نیچے انہوں نے اپنے سفر حیدرآباد کا روزنامچہ تحریر کیا تھا۔ اس سفر میں ان کی بیٹی اور میری بیوی ان کی ہم رکاب تھی۔ انہوں نے حیدرآباد کے ایک ہوٹل میں قیام کیا تھا۔ اور اپنی اور اپنی لڑکی کی داستان بیان کی تھی۔ 20 فروری کا یہ اعتراف پڑھتے ہی مجھے محسوس ہوا کہ روح میں جیسے ایٹم بم کا دھماکہ ہوا ہے اگر اس روزنامچے کو شیطان کی ڈائری کہا جائے تو بجا ہے ڈائری میں ہمارے خسر صاحب کے سیاہ

نامہ اعمال تھے۔

کہیں ایک عورت کا ذکر کہیں دوسری کا اور یہ سب انہی کے خاندان عالیشان کی لڑکیاں تھیں مارچ اپریل جون اگست اور دسمبر کے مہینے میں میری بیوی کے ساتھ شب گزاری کی کہانیاں تحریر تھیں۔ یہ حادثہ ناقابل برداشت میں نے اس کا ذکر بیوی سے کیا پہلے تو اس نے سختی کے ساتھ تردید کی۔ مگر جب یہ بیاض، شیطان کی ڈائری اس کے سامنے پیش کی گئی تو وہ خوف و دہشت اور احساس جرم کے زبردست صدمے سے ماؤف سی ہوگئی اور اس نے اعتراف کیا جی ہاں مجھ پر یہ قیامت ٹوٹ چکی ہے۔" (جنسیات ص 80,79)

جنسی انحرافی کی مختلف شکلیں (اقسام)

جنسی انحرافات سے مراد جنسی خواہش کی تسکین کے لیے ایسا طریقہ اختیار کرنا جو طبعی معمول سے مختلف ہو۔ ماہرین علم جنسیات اور تحلیل نفسی نے جنسی انحرافات کی مختلف شکلیں بیان کی ہیں ان میں سے بعض مرزا محمود احمد میں پائی جاتی ہیں وہ درج کر دیتا ہوں۔

1-ایذا کوشی (Sadism): اس کا مطلب یہ ہے کہ فریق ثانی کو اذیت دے کر جنسی حظ اٹھایا جائے۔ اس موضوع پر وساد نے دو ناول جسٹن اور جولیت (مرزا محمود احمد کی ذاتی لائبریری میں موجود تھے) لکھے۔ جو دس جلدوں میں شائع ہوئے۔ فحش نگاری کا شاہکار ہیں۔ وساد نے اپنے ناولوں میں ایذا کوشی کی مثالیں اپنے معاشرے سے ہی دی ہیں اس کی قبیل کے افراد کسبیوں کے بدن میں نشتر چبھو کر حظ اٹھاتے۔ اٹھارہویں صدی کے انگلستان اور فرانس میں قحبہ خانوں میں کوڑے مارنے اور کھانے کا عام رواج تھا۔

مرزا محمود احمد میں ایذا کوشی کی عادت بدرجہ اتم موجود تھی۔ اپنی بیویوں کو سخت مارا کرتا تھا۔ ام طاہر (مریم) کے مرنے پر خطبہ دیا اور میں نے خود سنا تھا۔ کہ میں مریم کو بہت مارا کرتا تھا۔ ساتھ ہی ایک بیہودہ دلیل دی کہ وہ پنجابی بولتی تھی میں پنجابی بولنے کو ناپسند کرتا ہوں۔

مجھے محمد احمد صاحب حامی نے بتایا کہ ام طاہر کو اتنا مارا کرتا تھا کہ اس کی چیخیں دور تک جاتی تھیں۔ دوسری بیویاں اماں جان (مرزا محمود احمد کی ماں) کو کہتیں کہ جا کر چھڑائیں اماں جان کہتیں یہ میاں بیوی کا معاملہ ہے۔

اسی طرح امتہ الحی کو بھی سخت ایذائیں دی جاتی تھیں حتیٰ کہ اس کو زہر دے کر مار دیا گیا

میرا یہ خیال ہے کہ بیوی کے لیے سخت ایذا کوشی یہ ہے کہ اس کے سامنے کسی غیر عورت سے مجامعت کی جائے۔ اور اسے دوسرے مردوں کو پیش کر دیا جائے۔ مرزا محمود احمد کا تو دن رات مشغلہ یہی تھا۔ مرزا محمود احمد صرف اپنی بیویوں کو ہی ایذا پہنچا کر محظوظ نہیں ہوتا تھا بلکہ جنسی لذت کو پورا کرنے کے لیے اپنے مریدوں کو بھی سخت ایذا دیا کرتا تھا۔ کسی مرد کا بائیکاٹ کر دیا اور بیوی بچوں اور والدین اور دیگر رشتے داروں کو حکم دے دیا کہ اس سے کلام نہیں کرنی۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے سرور شاہ صاحب (سرور شاہ صاحب مبارک شاہ کے والد بزرگوار تھے جن کا ذکر آئندہ کے صفحات میں آئے گا) رئیس جامعہ احمدیہ کو مسجد مبارک میں مرزا محمود احمد کے قدموں میں پڑے ہوئے دیکھا تھا۔ وہ گڑگڑاہٹ سے اپنے ناکردہ گناہ کی معافی مانگ رہے تھے۔ محمود فرعونی رعونت سے شاہ صاحب کے ماتھے کو اپنے قدموں سے جھٹکتے ہوئے اپنے گھر میں چلے گئے۔ اور وہ زار و قطار روتے رہے تھے۔ اس قسم کی ایذا رسانی بھی جنسی حظ کا ایک حصہ ہے ایذا کوشی کی مختلف شکلیں ہیں اور ماہرین علم جنسیات کے نزدیک یہ عادت مرد اور عورت دونوں میں پائی جاتی ہے۔

کالی گولا قیصر روم جب کسی عورت سے مجامعت کرتا تو جنسی عمل کرتے ہوئے کہا کرتا ''میں منہ سے ایک کلمہ نکالوں تو یہ مرمریں گردن اپنی تن سے جدا ہو جائے۔'' اسی طرح جیمز دوم شاہ انگلستان ایذا رساں تھا۔ اور اپنی ملکہ میری آدمودینہ کو تخلیے میں بید مارا کرتا تھا۔ اسی طرح رومہ کی ایک ملکہ تھیوڈورا اپنے عاشق کو ذہنی کوفت دینے کے لیے اپنے محبوب کے سامنے دوسروں سے ہم بستری کرتی تھی۔

ایک عالم جنسیات برڈاخ نے کہا ہے کہ ایذا کوشی طبعی طور پر جنسی ملاپ میں مشمول ہے اور حظ نفسانی اور اذیت کے امتزاج ہی سے جنسی جبلت ترکیب پاتی ہے۔

کلیوپیٹرا کہتی ہے ''موت کی ضرب عاشق کی چٹکی کی طرح ہے کہ تکلیف بھی دیتی ہے اور مرغوب بھی ہوتی ہے۔

علم جنسیات کی کتب میں ایسے ایسے واقعات بھی پڑھنے میں آتے ہیں کہ مرد نے اپنی محبوبہ سے اختلاط کیا۔ جنسی حظ نقطہ عروج کو پہنچ کر محبوبہ کا گلا گھونٹ (دبا) کر ہلاک کر دیا۔

ایذا طلبی

جہاں اپنی بیوی کو دوسروں کو بناؤ سنگھار کر کے پیش کرنا بیوی کے لیے ایذا کوشی ہے وہاں خاوند کے لیے ایذا کا پہلو بھی نکلتا ہے۔ مرزا محمود احمد جہاں ایذا کوش تھے وہاں ایذا طلب بھی، ایذا

طلبی بھی جنسی انحراف کی ایک بگڑی ہوئی شکل ہے مرزا محمود احمد صاحب اپنی بیویوں کو بناؤ سنگھار کا حکم دیتے۔ پھر ان کو دوسروں کے سامنے پیش کرتے جیسا کہ بعد کے واقعات سے اس صورت کی بھی وضاحت ہوگی۔

جنسی کتب میں اس قسم کی ایذا طلبی کی بہت مثالیں ملتی ہیں صرف ایک بیان کی جاتی ہے۔ میزوخ ایک مشہور ماہر علم جنسیات ہے اس نے ایک دن اپنی بیوی وانڈا کو بناؤ نگھار کر کے اپنے ایک دوست کے پاس بھیجا۔ مرزا محمود احمد کی طرح جب وانڈا اس کا حکم مان کر اس کے دوست کے پاس جانے لگی تو خوشی کے مارے ناچنے لگا۔

نرگسیت

جنسیات کی اصطلاح میں جو مرد یا عورت اپنے ہی حسن پر فریفتہ ہو وہ نرگسیت کا مریض ہوتا ہے اس مرض کا شخص مختلف انداز سے اپنی ذات کا اظہار کرتا ہے اور جنسی لذت محسوس کرتا ہے مرزا محمود احمد اس مرض میں بری طرح مبتلا تھا اور یہی سمجھتا تھا کہ عورتیں ان کے حسن پر فریفتہ ہیں اس کی ایک مثال یہ ہے جب مرزا محمود احمد نے مرزا عبدالحق کی بیوی سکینہ سے جنسی خواہش پوری کی تو اس نے اپنے خاوند کو بتا دیا۔ مرزا عبدالحق نے غلام فرید اور اس کے اتھیوں سے اس کا اظہار کیا۔ ملک غلام فرید نے کہا ''حضور'' سے جا کر بات کریں۔ مرزا عبدالحق نے مرزا محمود احمد سے وقت لے کر ملاقات کی۔ مرزا محمود احمد نے نہایت سکون سے اپنی ایک بیوی کو بلایا اور پوچھا سکینہ مجھے کیسے سمجھتی ہے بیوی نے جواب دیا وہ تو آپ سے بہت پیار اور محبت کرتی ہیں اور دلی لگاؤ رکھتی ہیں۔ مرزا محمود احمد نے مرزا عبدالحق سے کہا۔ مرزا صاحب! بات یہ ہے میں مغل ہونے کی وجہ سے بہت خوبصورت ہوں۔ عورتیں میرے حسن پر فریفتہ ہیں دوم میں پیر بھی ہوں۔ پیر ہونے کے ناطے سے مجھ سے محبت کرتی ہیں۔ نفسیات اور طبی کتب میں یہ لکھا ہے کہ جب کوئی عورت کسی مرد پر فریفتہ ہو جاتی ہے اور اس سے کسی وجہ سے جنسی تعلق پیدا نہیں کر سکتی تو وہ عالم تخیل میں ہی یہ محسوس کرتی ہے کہ وہ مرد اس سے جنسی حظ اٹھا رہا ہے۔ وہ عالم تخیل میں اتنی لذت محسوس کرتی ہے وہ یوں سمجھ رہی ہوتی ہے وہ عالم وجود میں ہی اس مرد سے مجامعت کر رہی ہے دراصل سکینہ کا جنسی حظ اٹھانا عالم تخیل کا معاملہ ہے مرزا عبدالحق اس دلیل سے قائل بلکہ گھائل ہوئے کہ وہ سکینہ پر اپنی جان دینے لگے۔ میری بیوی میرے پیر سے والہانہ محبت کرتی ہے۔

مرزا محمود احمد اپنی نرگسی مرض کا اظہار اور بھی مختلف رنگوں میں کیا کرتا تھا مثلاً مجھ سے

بڑھ کر کوئی قرآن نہیں جانتا۔ انسان روحانیت میں ترقی کرتا کرتا رسول کریم ﷺ سے بڑھ سکتا ہے اسلام کی فتح میرے ہاتھ پر ہی مقدر ہے میں اس وقت تک نہیں مروں گا جب تک اسلام کا غلبہ تمام دنیا میں نہ ہو جائے۔ یہ سب تعلیاں تھیں اس طرح اپنی بڑھائی کا اظہار کر کے اس قسم کا جنسی حظ اٹھاتا تھا۔ نرگسی مرض کے اظہار کے کئی طریقے ہیں اس مرض میں مبتلا آدمی اپنی بڑھائی کا بہت اظہار کرتا ہے۔ نرگسیت میں بچگانہ عادات کا بھی اظہار ہو جاتا ہے مرزا محمود احمد اپنی والدہ کی گود میں بیٹھ جاتا اور ان سے پیار کرتا نرگسی بیماری والا شخص عموماً سدومیت کا مریض ہو جاتا ہے۔ قارئین اس کتاب میں پڑھیں گے کہ مرزا محمود احمد بھی اس علت میں مبتلا تھا۔

نمائشیت

خودنمائی انسان کی ایک کمزوری ہے لیکن جنسیات کی اصطلاح نمائشیت یہ ہے کہ صنف مخالف کے سامنے اپنا ستر کھول دینا۔ یہ مرض عورتوں میں بھی ہوتا ہے اور مردوں میں بھی۔ یہ مرض مرزا محمود احمد میں بدرجہ اتم موجود تھا۔ مجلس خاص میں جہاں عورتیں عریاں ہوتی تھیں وہاں مرزا محمود بالکل ننگا دھڑنگا بیٹھا ہوا ہوتا تھا۔ جیسا کہ مولوی محمد اسماعیل غزنوی کی شہادت سے واضح ہو جائے گا۔ مرزا صاحب کے مصاحبین کا متفقہ بیان ہے جب ایک کمرے میں کئی جوڑے جنسی حظ اٹھا رہے ہوتے تھے تو مرزا محمود احمد بالکل عریاں ہو کر چیختا اور یوں محسوس ہوتا کہ جنسی شہوت کے غلبہ سے پاگل ہو چکا ہے۔

روسو کے اعترافات میں بھی یہ ہے کہ وہ عورتوں کے سامنے ستر کھول دیتا تھا۔

مجھے ایک دوست حافظ غلام حسین نے جنسیات پر ایک کتاب دی۔ تا کہ میں زیر طبع کتاب کے لیے کچھ مواد لے سکوں اس کتاب میں دو سہیلیوں کا ذکر ہے وہ اپنے ڈرائیور کو ساتھ لے کر ساحل سمندر پر جاتی ہیں جب نہا کر اپنے ہٹ میں آتی ہیں تو لباس کو اتار دیتی ہیں اور اپنے ڈرائیور کو آواز دیتی ہیں وہ ہٹ کے اندر داخل ہوتا ہے تو دونوں سہیلیوں کو ننگا دیکھ کر واپس جانے کا ارادہ کرتا ہے ایک سہیلی اس کو مردانہ غیرت دلاتی ہے تو وہ دونوں ڈرائیور کے ساتھ مجامعت اور مجانبست کرتی ہیں۔ اسی طرح مرزا محمود احمد کے ایک خاص مصاحب پروفیسر عبدالسلام اختر ایم اے کے متعلق کسی نے بتایا کہ وہ اپنے گھر کے اندر عریاں پھرتا تھا یہ شخص مرزا محمود احمد کی خاص چہیتی بیوی بشریٰ کا ''اتالیق'' تھا۔

ہوس دید

یعنی جنسی عمل کو دیکھ کر محظوظ ہونا۔ یہ ان لوگوں کا انحراف ہے جب وہ بوڑھے ہو جاتے ہیں عملی رنگ میں کچھ کر نہیں پاتے تو دوسرے جوڑوں کے ملاپ اور مجانست کو دیکھ کر جنسی حظ اٹھاتے ہیں یہ بیماری بھی مرزا محمود احمد میں پائی جاتی تھی۔ جیسا کہ محمد یوسف ناز کی شہادت سے بھی عیاں ہے ناز صاحب پروگرام کے مطابق مرزا صاحب کی ملاقات کو گئے جس کمرہ میں بیٹھے ہوئے تھے وہاں مرزا محمود نے اپنی لڑکی کو بلایا دیوانوں کی طرح چیخ کر ناز کو کہا۔ اس کے کپڑے اتار کر اس کی ''پھاڑ'' دو۔ ناز مرزا محمود کے ''حکم'' پر اس لڑکی پر ٹوٹ پڑا اسی طرح دیگر مصاحب بھی یہی کہتے ہیں کہ مرزا محمود جب قوت مجانست سے عاری ہو گیا تو پھر ہوس دید سے ہی حظ اٹھایا کرتا تھا۔

جنسی عفریت

یہ وہ شخص ہوتا ہے جو حد درجہ مغلوب الشہوت ہوتا ہے۔ مرا محمود احمد انہی لوگوں میں سے تھا جیسا کہ اس کتاب میں سعدی صاحب کی شہادت سے ظاہر ہوتا ہے کہ بعض اوقات مرزا محمود پر شہوت کا اتنا غلبہ ہو جاتا تھا اس کی والدہ چارپائی سے باندھ دیتی تھیں ماہرین نفسیات نے اس قسم کے آدمی کی جسمانی علامتیں بیان کی ہیں وہ یہ ہیں جسم گھٹا ہوا اور گردن موٹی اور کندھوں میں دھنسی ہوئی چھوٹا قد، موٹی آنکھیں کان نکیلے، آواز گہری ہوتی ہے اس قسم کے آدمی اپنی بیویوں کے لیے عذاب ہوتے ہیں شیخ النفزاوی نے زہرہ کی کہانی میں ایک جنسی عفریت میمون کا ذکر کیا ہے جو صرف شہد، پیاز اور انڈا کھایا کرتا تھا۔ مرزا محمود احمد مقوی ادویہ یعنی کشتے وغیرہ کا بہت استعمال کرتا تھا۔ ان کے بیٹے مرزا حنیف احمد نے اپنے بیان میں کہا کہ ''ابا حضور'' ہزاروں روپوں کے کشتے تیار کرواتے رہتے ہیں۔ مشہور فلسفی ابن سینا لوئی پنجدہم شاہ فرانس، مشہور افسانہ نویس مو پاساں بھی جنسی عفریت تھے لوئی پنجدہم شاہ فرانس اور موپاساں دونوں مرزا محمود احمد کی طرح آتشک میں مبتلا اور پاگل ہو کر مرے تھے۔

باب 2:

روس کا راسپوٹین

دنیا کے ادب میں جنسی عفریت کے لحاظ سے راسپوٹین ضرب المثل ہے اس لیے میں نے یہ مناسب سمجھا کہ راسپوٹین کے جنسی پہلو کو قارئین کے سامنے پیش کروں تا کہ ان کا قلب مرزا محمود احمد کی جنسی بے راہ روی کی سنگینی کو قبول کرنے کے لیے آمادہ ہو جائے۔ بعض اوقات مرزا محمود کا شدید دشمن بھی سن کر انکار کی طرف مائل ہو جاتا ہے اسی لیے مولانا عطاء اللہ صاحب بخاری کہا کرتے تھے۔ ''مرزا محمود احمد کی بدکاریاں لوگوں کو نہ بتایا کرو وہ تمہیں ہی جھوٹا اور کذاب سمجھیں گے۔''

راسپوٹین 1871ء میں روس کے علاقہ سائبیریا کے ایک گاؤں پوکرووسکی میں پیدا ہوا۔ نام گریگوری یوفیمووچ راسپوٹین یا گریگوری یوفیموچ (Grigori Yefimovitch) تھا اسے پیار سے گریشا کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ باپ کا نام الیفم اینڈری وچ اور ماں کا نام اینا ایگورونا تھا۔ باپ ایک معمولی گاڑی بان تھا۔ کبھی کبھار راسپوٹین بھی باپ کے ساتھ دوسری گاڑی میں سوار ہو کر دوسرے علاقوں میں چلا جاتا تھا راسپوٹین بچپن سے ہی تعلیم کی طرف راغب نہ تھا۔ آوارگی میں وقت گزار دیتا زیادہ تر اصطبل میں رہنا پسند کرتا۔ اس طرح بچپن کے بارہ سال اصطبل اور آوارگی میں گزارے۔ سائبیریا میں سردی کی شدت کی وجہ سے گاؤں کے لوگ شام کو کاموں سے فارغ ہو کر کسی ایک گھر میں چولہے کے گرد بیٹھ کر اپنے مسائل اور حالات کا ذکر کرتے۔ یہ لوگ گھوڑے کی چوری کو انسان کا قتل خیال کرتے تھے۔ ان دنوں کسی کا گھوڑا چوری ہو گیا رات کو گاؤں کے لوگ راسپوٹین کے گھر چولہے کے گرد بیٹھے گھوڑے کے چور کو ڈھونڈنے کی باتیں کر رہے تھے۔ حاضرین مجلس میں ایک دولت مند شخص پیٹر الیگزینڈر وچ بھی شامل تھا۔ لوگ اس کو احترام کی نظر سے دیکھتے تھے۔ راسپوٹین بھی باتیں سن رہا تھا۔ دفعتہً چلا اٹھا کہ گھوڑے کا چور پیٹر الیگزینڈروچ ہے۔ حاضرین دم بخورده رہیں گے۔ ماں نے پیٹر سے بار بار معافی مانگی۔ لیکن لوگوں نے اسی رات تاریکی میں پیٹر کو اسی گھوڑے کے ساتھ دیکھا اور خوب پیٹا۔ لوگوں نے علی الاعلان

راسپوٹین کی پیشگوئی کو درست قرار دیا اس طرح گاؤں میں عقیدت کی نظروں سے دیکھا جانے لگا۔

گاؤں کے ایک میلہ میں راسپوٹین کی ایک خوبصورت دوشیزہ اسکودیا فیڈرونا سے ملاقات ہوگئی بڑی کوشش سے دونوں شادی کے بندھن میں بندھ گئے اس کے بطن سے دو بیٹیاں میٹریونا اور وریا اور ایک لڑکا میٹیا پیدا ہوئے۔ لڑکے کا ذہنی توازن صحیح نہ تھا۔ راسپوٹین ویران علاقوں یا دریا کے کنارے چلا جاتا اور پراسرار قوتوں سے امداد کا طالب رہتا اس کے ایک دوست پیچرکن کے بقول راسپوٹین نے اسے بتایا کہ ''دریائے تورا کے کنارے اس نے فضا میں ہزاروں فرشتوں اور حوروں کو نہایت سریلی میٹھی آواز میں وہی گانا گاتے ہوئے سنا جو گاؤں کی لڑکیاں مل کر گاتی ہیں یہ حوریں چاند کی روپہلی چاندنی میں جھولا جھول رہی تھیں وہ مستی میں سرشار اسی حالت میں جب اصطبل پہنچا تو اسے سرگوشی میں ہدایت کی گئی کہ وہ سب کچھ چھوڑ کر دور صحراؤں اور جنگلوں میں نکل جائے اور راستی کو تلاش کرلے۔''

راسپوٹین نے بھی ابائی پیشہ اختیار کیا۔ بعض اوقات اس کے ساتھ مذہبی مبلغ بھی سفر کرتے وہ ان سے الٰہیات پر بحث کرتا تو وہ دم بخود رہ جاتے ایک دن ایک مسافر سے مذہبی موضوع پر بحث ہوئی تو اس نے راسپوٹین کا مذہب کی طرف رجحان دیکھ کر مشورہ دیا کہ وہ درخوٹور کی درسگاہ میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے داخل ہو جائے چنانچہ 33 سال کی عمر میں اس نے درخوٹور درس گاہ میں داخلہ لے لیا یہ خانقاہ سائبیریا کی خانقاہوں میں سے نمایاں ترین تھی۔ اس خانقاہ کے پیروکاروں کو خلائسٹی کہا جاتا تھا۔ اس خانقاہ میں الوہیت کے علاوہ یہ تعلیم دی جاتی تھی کہ کوئی شخص خواہ کتنا ہی گنہگار کیوں نہ ہو خلائسٹی فرقہ کے مخصوص ضابطوں کو اپنانے سے دنیا میں جنت پالیتا ہے۔ یہ فرقہ فری میسن کی تحریک کی طرز پر کام کرتا تھا۔ فرقہ کا یہ عقیدہ تھا کہ خدا کئی بار روس کی سرزمین میں مختلف انسانوں کی شکل میں نمودار ہوا۔ اس کے ساتھ ان کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ انسان گناہوں کے ذریعہ ہی خدا کی رحمت کا دروازہ کھولتا ہے۔ اس فرقہ کے لوگ یہ سمجھتے تھے کہ جو اس فرقہ کا رئیس ہوتا ہے وہ خدا کا مظہر ہوتا ہے اس کی ذات باعث صد فخر و مباہات ہے ان کے نزدیک ان کے جسم میں گناہ گناہ نہیں رہتا۔ (ربوہ کے مشہور جعل ساز صوفی غلام رسول راجیکی کا یہ عقیدہ تھا الولی قد یزنی ولی کبھی کبھار زنا کرلیا کرتا ہے) تمام بد اثرات ختم ہو جاتے ہیں جو عورتیں بھی اس کے ساتھ جنسی لذت میں شریک ہوتی ہیں وہ خدا کی نظر میں ان عورتوں سے بدرجہا بہتر ہیں جو اس کے قریب آنے سے انکار کرتی ہیں۔

اس فرقہ کے لوگ اپنی مذہبی رسوم ادا کرنے کے لیے رات کو کسی خفیہ مسکن میں جمع

ہوتے تمام رات رقص کرتے صبح نمودار ہوتے ہی اپنی قمیص سینوں تک اٹھا لیتے اور رفتہ رفتہ لباس عریاں زیب تن کر کے رقصاں رہتے روشنی گل ہو جاتی تو تمام مرد و زن رشتہ کی قیود سے بے نیاز ہو کر جنسی اختلاط میں مشغول ہو جاتے راسپوٹین کو اس فرقہ کی اس قسم کی رسوم نے بہت متاثر کیا۔ اور اس کو یقین ہو گیا کہ انسان گناہ کے ارتکاب کے ذریعہ ہی حیات نو پا سکتا ہے۔ راسپوٹین کے نزدیک عیسائیت کے قدیم طریقہ عبادت اور دعائیں لایعنی ہیں صرف فرقہ خلاکستی ہی راہ راست پر ہے اس فرقہ کے بانی راڈ یوف کو پیغمبر سمجھتا۔ اس پر خدا کی وحی نازل ہوتی تھی۔ راسپوٹین نے درخورٹور کی خانقاہ کے تہہ خانوں میں سالہا سال تنہائی میں گزارنے سے اپنے اندر بے انتہا قوت ارادی پیدا کر لی تھی۔ اسی قوت ارادی نے ہی اس کو روس کی تاریخ میں یہ مقام دیا درخورٹور خانقاہ چھوڑنے سے قبل یہ فیصلہ نہ کر پایا کہ وہ اپنے بال بچوں میں چلا جائے یا راہبانہ زندگی گذارے کیونکہ خلاکستی فرقے کے لوگ ازدواجی زندگی کو لعنت سمجھتے تھے اور ہر قسم کے جنسی اختلاط کو جائز قرار دے کر انہیں روحانی شادیوں کے نام سے موسوم کرتے تھے راسپوٹین نے اپنی ذہنی خلش کو دور کرنے کے لیے ایک راہب ماکاری سے ملاقات کرنے کا ارادہ کیا چنانچہ راسپوٹین جنگل میں استانہ ماکاری پر گیا۔ ماکاری نے راہبانہ زندگی گزارنے کی تلقین کی۔ جس پر راسپوٹین نے راہبانہ زندگی اختیار کر لی۔ راسپوٹین نے کئی سالوں تک سیلانی زندگی گزاری کشکول ہاتھ میں لے کر قریہ قریہ پھرتا رہا۔ اس کی کرامات کی دھوم مچ گئی۔ مردوں اور عورتوں کو گناہ کے ذریعہ نجات حاصل کرنے کی تلقین کرتا۔ اور کہتا "اپنے غرور کو گناہ سے نیست و نابود کر دو۔ اور اپنے جسم کا امتحان لو" اس کے وعظ سے متاثر ہو کر خوب رو لڑکیاں اپنے والدین کو چھوڑ کر راسپوٹین کی مصاحب بن گئیں۔ وہ آگ کا آلاؤ جلا کر لڑکیوں کے ہمراہ رقص کرتا۔ ایک کہانی کے مطابق وہ اپنی مداح عورتوں کے جھرمٹ میں جوہڑوں اور تالابوں میں عریاں کھڑا ہو جاتا اور عورتیں اس کے غلیظ جسم سے میل اتارتیں۔

رفتہ رفتہ راسپوٹین خلاکستی فرقہ کا ایک اہم ترین رکن بن گیا اس فرقہ کے لوگ اس کو ولی اور اس کی باتوں کو وحی قرار دینے لگے پیشگوئیوں کو مبالغہ آمیز صورت میں بیان کرنے لگے آخر سیلانی زندگی ترک کر کے راسپوٹین اپنے گھر آ گیا۔ باپ بیوی اور بال بچوں نے بمشکل شناخت کی۔ سو رات کے وقت بیوی سے تہہ خانہ کھولنے کو کہا۔ تمام رات عریاں عبادت میں مصروف رہا۔ لیکن اپنی بیوی کی طرف رغبت نہ کی۔ گناہ کے ذریعہ نجات کا حصول مسیحی تعلیم کے خلاف تھا لہٰذا پادری پیٹر اور دیگر اہل کلیسا راسپوٹین کے اس فلسفہ کی وجہ سے اس کو گمراہ اور قرین ابلیس قرار دینے

لگے اور فادر پیٹر نے راسپوٹین کے افعال شنیعہ اور اس کے گمراہ کن نظریات کے تعفن کی رپورٹ گورنمنٹ کو بھیجی۔ گورنمنٹ نے پروپری ریوریںڈ رلارڈ شپ کی سرکردگی میں ایک تحقیقاتی کمیشن قائم کیا۔ (مرزا محمود احمد کے زنا پر بھی مرزا غلام احمد کی حیات میں ایک کمیشن تشکیل دیا گیا تھا اور شرعی ثبوت نہ ملنے کی وجہ سے بری کر دیا گیا تھا) لارڈ بشپ نے مقامی لوگوں کے بیانات قلمبند کئے۔ مقامی لوگوں نے راسپوٹین کو عبادت گزار پاک باز، متقی، خدا رسیدہ اور دعا گو قرار دیا۔ اور اس کی دعاؤں اور بددعاؤں میں جادو کا اثر ہے لارڈ بشپ نے لارڈ پیٹر کی درخواست پر ایک سپاہی کے ذریعہ راسپوٹین کو کمیشن کے سامنے طلب کیا۔ جب سپاہی تہہ خانہ پہنچا تو اس وقت راسپوٹین عبادت میں مشغول تھا۔ سپاہی بھی راسپوٹین کے ساتھ دعاؤں میں مشغول ہو گیا اور فرطِ عقیدت سے راسپوٹین کے ہاتھ چومنے لگا۔ سپاہی نے کمیشن کو بتایا کہ راسپوٹین کے خلاف لگائے گئے تمام الزامات غلط ہیں اس خدا رسیدہ شخص کو کمیشن کے سامنے لانے کی جرأت نہیں رکھتا۔ لہٰذا کمیشن نے ثبوت مہیا نہ ہونے کی وجہ سے بری کر دیا تو راسپوٹین کی جائے رہائش ایک زیارت گاہ بن گئی۔

جب راسپوٹین گھر کے تہہ خانہ میں چلہ کشی کرنے کے بعد باہر آیا تو لوگ زیارت کے لیے دیوانہ وار کھڑے تھے اس وقت اس نے اپنا پہلا مذہبی خطاب کیا وہ یہ تھا۔ ''میں تمہیں وہ مسرت بخش پیغام دینا چاہتا ہوں جو مادر وطن نے مجھے دیا ہے اور وہ ہے گناہ کے ذریعے نجات کا راستہ۔ گناہوں میں سرتاپا غرق ہو جاؤ تاکہ گناہ خود ہار مان جائے اس کے بعد جنت تمہارے قدموں میں ہو گی۔''

راسپوٹین کی ''روحانی شہرت'' ہر سو پھیل گئی۔

شاہی محل میں آمد اور بیمار شہزادے کا علاج

زار روس نکولاس دوم کے ہاں چار بچیوں کے بعد شہزادہ الیکسی وارث تخت پیدا ہوا۔ یہ لڑکا پیدائشی طور پر موروثی مرض ہیموفیلیا میں مبتلا تھا۔ اگر اس کو چوٹ لگ جاتی تو سارا جسم متورم ہو جاتا۔ اور تکلیف سے نڈھال ہو جاتا۔ ایک دفعہ نوکر کے لڑکے سے کھیلتے ہوئے اونچی جگہ سے گرا اور ہڈیاں ٹوٹ گئیں۔ شہزادہ مارے درد چیختا اور اس کی دردبھری چیخیں سارے محل میں سنائی دیتی تھیں۔ شاہی حکیم اور ڈاکٹر نے بہت علاج کیا۔ لیکن بے سود اور درد سے آرام نہ آیا۔ جب گھر میں کوئی مصیبت آجائے تو بڑے بڑے آدمی بھی توہم پرست ہو جاتے ہیں اس وجہ سے بادشاہ اور ملکہ بچے کی بیماری کی وجہ سے توہم پرست ہو چکے تھے۔

اسٹانا اور ملٹیا دو سگی بہنیں تھیں وہ ٹرورشین پیوپل پارٹی کی رکن تھیں۔ راسپوٹین بھی اس پارٹی کا ممبر بن چکا تھا۔ فادر فیوفان نے راسپوٹین کا تعارف ان دو بہنوں سے اس کی کرامات اور غیبی قوت کے حوالہ سے تعارف کرایا۔ وہ اس سے بہت متاثر ہوئیں۔ دوسری ملاقات میں اسٹانا نے شہزادہ الیکسی کی بیماری کے متعلق بتایا تو راسپوٹین نے اسٹانا کو الیکسی کی صحت یابی کا یقین دلاتے ہوئے کہا۔ ''جاؤ ملکہ کو کہہ دو کہ اب اسے رونے کی ضرورت نہیں ہے میں آ گیا ہوں الیکسی بالکل تندرست ہو جائے گا۔'' دوسرے دن دونوں بہنوں نے ملکہ سے ملاقات کی اور راسپوٹین کی بہت تعریف کی تو ملکہ کو راسپوٹین سے ملنے اور بادشاہ سے ملانے اور اس سے شہزادہ کا علاج کرانے کی بہت خواہش پیدا ہوئی چنانچہ خفیہ دروازے سے راسپوٹین کو محل میں لایا گیا۔ راسپوٹین نے تمام شاہی اداب کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ملکہ اور بادشاہ کو اپنی بانہوں میں بھینچ لیا اور اس کو شہزادہ کے کمرہ میں لے جایا گیا جب راسپوٹین شہزادہ کے کمرہ میں گیا تو شہزادہ کے سینہ پر صلیب کا نشان بنایا۔ صلیب کا نشان بنتے ہی شہزادہ نے آنکھیں کھولیں۔ راسپوٹین کی طلسمی نظر شہزادہ کے چہرہ پر جمی ہوئی تھی۔ شہزادہ کا کرب سکون اور آرام میں بدل گیا۔ ہونٹ گلابی ہو گئے اور راسپوٹین نے شہزادے سے کہا:

''میں نے تمہارا درد بھگا دیا ہے اب تمہیں کوئی چیز تکلیف نہیں پہنچائے گی اور کل تک تم بالکل ٹھیک ہو جاؤ گے۔ پھر ہم دونوں بڑے پیار سے کھیل کھیلیں گے۔''

شہزادہ بستر مرگ سے صحت یاب ہو کر اٹھا اور فرطِ محبت سے راسپوٹین کے ساتھ لپٹ گیا راسپوٹین مسکرایا اور کہا:

''تمہیں آئندہ کچھ نہیں ہوگا جب تک میں تمہارے ساتھ رہوں گا دنیا کی کوئی طاقت تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتی۔''

ملکہ سے مخاطب ہو کر کہا:

''میری دعاؤں کی طاقت پر یقین رکھو تمہارا بیٹا بچ جائے گا۔''

حکومت کی طرف سے راسپوٹین کو فادر گریگوری کا مستقل خطاب دیا گیا۔

راسپوٹین کی محل میں آمد و رفت خفیہ راستہ سے شروع ہوگئی لیکن الیکسی کا اتالیق موسیو جیلرڈ اور شاہ کی بیٹیوں کی انا راسپوٹین کو اس کی ناشائستہ اور اخلاق سوز حرکات کی وجہ سے ناپسند کرتے تھے۔ بیٹیوں کے کمروں میں آ دھمکتا۔ جیلرڈ، انا میریا اور دیگر وزراء کی بیگمات نے شاہ اور ملکہ کو راسپوٹین سے برگشتہ کرنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہے ملکہ اور شاہ راسپوٹین کے خلاف

عائد کردہ الزامات پر کان نہ دھرتے تھے۔ حتیٰ کہ ملکہ کی ملاقاتیں راسپوٹین کے اہل خانہ سے شروع ہوگئیں۔ ٹروشین پیوپل پارٹی جنسی آلودگی کی وجہ سے راسپوٹین کے خلاف ہوگئی امراء اور وزراء کی سازشوں اور جنسی افواہوں کے پیش نظر فادر راسپوٹین نے اعلان کیا کہ "بدقماش اور بدکردار لوگوں نے میرے تقدس اور زہد کے دامن کو میلا کر دیا ہے لہٰذا وہ اسے ایک مرتبہ پھر رہبانیت کے پاکیزہ اور صاف شفاف سمندر میں دھونے جانے لگا ہے۔" راسپوٹین نے راہبانیت اختیار کرنے سے قبل ملکہ اور شاہ کو متنبہ کرتے ہوئے لکھا:

"مجھے معلوم ہے کہ ابلیس کے گماشتے مجھے تم سے جدا کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ لیکن ان کی ایک نہ سنو۔ اگر میں تم سے جدا ہوگیا تو چھ ماہ کے اندر اندر نہ صرف تم اپنا آپ کھو بیٹھو گے بلکہ تخت و تاراج بھی تم سے چھن جائے گا۔"

چنانچہ فادر راسپوٹین سیلانی لباس میں مشرقی ممالک کی طرف چلا گیا۔ مختلف مقامات پر چلے کاٹے مقدس مقامات کی زیارت کی۔ اسی دوران اپنے روحانی تجربات اور کرامات کاغذ کے ٹکڑوں پر لکھتا رہا۔ کچھ عرصہ کے بعد پھر اپنے گاؤں پر کردوسکی میں واپس آ گیا عبادت اور ریاضت میں مشغول ہوگیا۔

شاہی محل میں واپسی اور سینٹ پیٹرزبرگ میں قیام

زار اپنے اہل خانہ کے ساتھ موسم خزاں میں پولینڈ کے قصبہ اسکرنیوس میں شکار کھیل رہا تھا۔ تو الیکسی کا پاؤں دریا کے کنارے سے پھسل گیا اور گھٹنے کا جوڑ کھل گیا۔ شاہی حکیم اور ڈاکٹر نے بہت علاج معالجہ کیا لیکن تکلیف دور نہ ہوئی۔ راسپوٹین کو ٹیلگرام کے ذریعہ الیکسی کی بیماری سے مطلع کیا گیا۔ راسپوٹین نے ملکہ کو مخاطب ہو کر جواب دیا:

"خدا نے تمہارے آنسوؤں اور دعاؤں کو بہ نظر کرم دیکھا۔ ناامید نہ ہو تمہارا بچہ زندہ رہے گا۔ ڈاکٹروں کو کہہ دو کہ الیکسی کو پریشان نہ کریں۔"

ٹیلگرام میں الیکسی کی بیماری کے لیے کچھ ہدایات بھی تھیں۔ الیکسی ٹیلگرام ملتے ہی صحت یاب ہونے لگا۔ بادشاہ کے اصرار پر راسپوٹین کو محل میں آنے جانے کی درخواست کی گئی اور وہ سینٹ پیٹربرگ میں منتقل ہوگیا۔ محل سے آخری راہبانہ سفر میں جو اپنے تجربات، مشاہدات اور کرامات قلمبند کیے تھے وہ ملکہ کو دیے اب راسپوٹین ملک کی اہم شخصیت قرار دیا جانے لگا۔ اس کی اقامت گاہ پر حفاظتی پہرہ متعین کر دیا گیا۔

الیکسی کو اس کے اصرار پر فوجی مشقوں کے ساتھ لے جایا گیا۔ ابھی ٹرین چلی ہی تھی الیکسی کے ناک سے خون بہنا شروع ہو گیا۔ شاہی ڈاکٹر ڈریونکو نے بہت علاج کیا لیکن الیکسی کے ناک کا خون نہ بند ہوا۔ الیکسی کو محل میں لایا گیا راسپوٹین کو مطلع کیا گیا۔ راسپوٹین نے محل میں داخل ہوتے ہی صلیب کا نشان بناتے ہوئے شاہ سے کہا:

''خدا کا شکر ہے کہ اس نے ایک دفعہ پھر تمہارے بچے کی جان بچالی ہے اور اسے نئی زندگی بخش دی ہے آئندہ میرے مشوروں پر عمل ضروری ہوگا۔ اب شاہ اور ملکہ کی عقیدت اور محبت نقطہ عروج پر پہنچ گئی۔ زار روس کہا کرتا تھا کہ جب مجھے کوئی فکر دامنگیر ہوتی ہے تو فادر راسپوٹین سے چند منٹ گفتگو کرنے سے راحت محسوس کرتا ہوں۔ ملکہ اپنے ہاتھ سے کپڑے سی کر اور ان پر بیل بوٹے کاڑ دیا کرتی تھی۔

راسپوٹین کے جنسی تعلقات

راسپوٹین کی روحانی مجلس[1] میں اکابرین (وزراء، امراء، جرنیل) کی بیگمات اور شاہی خاندان کی لڑکیاں شامل ہوتی تھیں۔ ان کو گناہ کے ارتکاب سے ہی نجات حاصل کرنے کا سبق دیا جاتا تھا۔ اس طرح فلسفہ گناہ کی وجہ سے حسین عورتوں کے ساتھ جنسی روابط بڑھنے لگے۔

پولیس کی رپورٹ کے مطابق جب راسپوٹین اونچے درجے کی عورتوں کے ساتھ جنسی اختلاط سے سیر ہو جاتا تو پھر نچلے طبقے کی عورتوں کو اپنی ہوس کا شکار کرتا۔

پولیس کی رپورٹ کے مطابق ڈوینا راسپوٹین کے گھر کی خادمہ تھی۔ وہ سڈول جسم کی خوبصورت اور حسین دیہاتن لڑکی تھی۔ جب راسپوٹین شراب میں دھت ہوتا تو ڈوینا اس کے کپڑے تبدیل کرتی اور بستر پر لٹاتی جب راسپوٹین کو کوئی شکار نہ ملتا تو ڈومینا ہی راسپوٹین کے بستر کی زینت بنتی تھی۔

روزمرہ آنے والی حسین عورتوں میں نن اکولینا، اولگا ولاڈیمیرونا (حکومت وقت کے مشیر نوخشین کی بیوی) مادام گولودوینا۔ انا میریاوشنا، پرنس ڈولگوروکیا، پرنس شاخوسکیا تھیں۔ پولیس کی ایک رپورٹ میں ماسکو کی فرانسیسی نژاد اداکارہ ویرا کا بیان تحریر کیا گیا ہے جس میں وہ کہتی ہے کہ:

''جب میں راسپوٹین سے ملنے کے لیے اس کے گھر گئی تو اولگا چیختی ہوئی آسمان سر پر اٹھائے کمرے میں داخل ہوئی اور راسپوٹین کی کرسی کے قریب فرش پر گر پڑی وہ بدستور چلاتی رہی

[1] مرزا محمود احمد نے بھی عورتوں کے لیے درس قرآن جاری کیا اور ایک مجلس عرفان مسجد مبارک میں منعقد ہوتی تھی۔

میرے مسیح، میرے مسیح اور راسپوٹین کے جوتوں کو چاٹتی رہی پھر اٹھی اور راسپوٹین کا سر دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر دیوانہ وار چومنے لگی ساتھ ہی وہ چلاتی جاتی تھی۔ میری جان، میری روح، یہ تمہاری پیاری پیاری داڑھی، یہ خوبصورت بال، میری زندگی، میرا ایمان، میرے معبود، میرے خداوند، لیکن راسپوٹین اسے بار بار جھڑکتا اور اسے کتیا، وحشی ابلیس کہتے ہوئے نفرت کا اظہار کرتا پھر وہ خوابگاہ میں چلی گئی اس کے پیچھے راسپوٹین بھی گیا راسپوٹین کی بھاری بھرکم آواز باہر تک آرہی تھی اور پھر جب اولگا اور مونیا خوابگاہ سے واپس آئیں تو اولگا بدلی ہوئی عورت تھی اور وہ بڑے شاہانہ انداز سے ہمارے ساتھ کھانے میں شریک ہوئی۔ مادام گولووینا (زار روس کے سابق مشیر گولوون کی بیوہ اور ملکہ کی قریبی سہیلی پروبودا کی قریبی رشتہ دار) اس کی خوبصورت بیٹی مونیا محبت میں ناکافی کے بعد اس کے ساتھ رہتی تھی۔ دونوں ماں بیٹی راسپوٹین کے حلقہ جنسی ارادت میں شامل تھیں۔ ان کے علاوہ ایک کرنل کی گلوکارہ بیوی بھی بڑی مداح تھی وہ گیت گاتی تو راسپوٹین پر وجد طاری ہو جاتا اور رقص کرنا شروع کر دیتا۔

شہزادہ الیکسی کی انا میریا وشنا (شاہی محل میں آمد کے چند روز بعد ہی راسپوٹین کے جذبہ شہوت کا شکار ہوئی)۔

پرنس ڈولگوروکیا اور پرنس شاخودسکیا دونوں راسپوٹین کی محبت میں گرفتار تھیں اور اپنے گھروں کو چھوڑ کر کرایہ کے مکانوں میں رہائش پذیر تھیں۔ پولیس رپورٹوں کے مطابق راسپوٹین کے خلوت کدہ کی زینت بنتیں اور جنسی اختلاط سے حظ اٹھاتی تھیں۔

راسپوٹین ''حلقہ پاک بازاں'' میں شمولیت کرنے والی عورتوں سے گناہ کی فلاسفی اس رنگ میں کرتا۔

''یہ مت سمجھو کہ میں تمہیں خراب کر رہا ہوں بلکہ میں تمہیں پاک اور مقدس کر رہا ہوں۔ ہمیں گناہ ضرور کرنا چاہیے تاکہ ہمیں پچھتانے اور تائب ہونے کا موقعہ مل سکے۔ اگر خدا ہماری آزمائش کے لیے ترغیب گناہ کا کوئی ذریعہ پیدا کرتا ہے تو ہمیں اس کی رضا کا احترام کرتے ہوئے خود کو رضاکارانہ طور پر گناہ کے حوالے کر دینا چاہیے تاکہ ہم اس کے بعد انتہائی ندامت سے توبہ کریں۔''

اس مجلس میں کسی حسین عورت کو اپنے قریب بلاتا اس کا سر اپنی گود میں لے کر اپنی انگلیوں سے اس کے بالوں میں کنگھی کرتا اس کے ہونٹوں اور گالوں کو چومتا، لیکن اس کی زبان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کی باتیں ہوتیں لیکن جسم کا ایک ایک عضو فعل شنیعہ میں مصروف ہوتا۔ اس

می باتیں پورے انہماک سے سنتیں۔

راسپوٹین کی تمام زندگی جنسی افعال قبیحہ سے پُر ہے۔ دنیا کی ہر زبان کا ادب ان افعال شنیعہ سے بھرا ہوا ہے صرف دو عورتوں کے واقعات بیان کر کے اس بات کو ختم کرتا ہوں کیونکہ قارئین پاکستان کے جنسی عفریت مرزا محمود احمد کی زندگی کے بے راہ روی کے واقعات پڑھنے کے لیے بے تاب ہوں گے۔

ویرا الگزینڈر اشکوہ سکیا بیان کرتی ہیں کہ ''جب وہ راسپوٹین کی خوابگاہ میں جہاں ایک مسہری ایک سنگھار میز دو کرسیاں اور ایک چھوٹا میز جس پر رائٹنگ پیڈ اور قلم پڑے ہوئے تھے داخل ہوئی تو دیکھ کر حیران رہ گئی کہ خوابگاہ میں نہ تو شبیہ مسیح تھی اور نہ ہی صلیب بلکہ ایک دیوار پر نیم تاریکی میں رنگا رنگ ربن میں لپٹی ہوئی فریم شدہ دراز ریش شخص کی تصویر آویزاں تھی خلاکسٹی فرقے کے لوگ اکثر اپنے بزرگوں کی تصویر رنگا رنگ ربن میں رکھتے تھے لہٰذا مجھے اس دن معلوم ہوا کہ راسپوٹین بھی خلاکسٹی فرقہ سے تعلق رکھتا ہے۔ راسپوٹین دبے پاؤں کمرے میں داخل ہوا اور دروازے کی کنڈی لگا دی پھر کرسی پر بیٹھے ہوئے میری دونوں ٹانگیں اپنے گھٹنوں میں دبائیں میں نے پیچھے ہٹنے کی کوشش کی مگر اس کی گرفت بہت مضبوط تھی وہ کہنے لگا کہ ''کچھ کہنے آئی ہو'' میں نے کہا کہ ''دنیا میں کہنے کے لیے رکھا ہی کیا ہے'' اس نے میرے گالوں کو تھپتھپاتے ہوئے کہا کہ ''جو کچھ میں کہتا ہوں غور سے سنو'' کیا تمہیں وہ شعر یاد ہیں جس میں کہا گیا ہے کہ نوجوانی ہی سے جسمانی لذت کی خواہش مجھے اذیت پہنچاتی رہی ہے اور مسیح مجھے اس کی سزا مت دے۔'' میں نے چونک کر کہا کہ ''مجھے یاد ہے'' اس نے میری رانوں پر زور دیتے ہوئے کہا ''میں سمجھتا ہوں کہ یہ سب کچھ کس طرح ہوتا ہے۔ لوگ تیس سال کی عمر تک تو بخوشی گناہ کر سکتے ہیں اس کے بعد نہیں اس وقت خدا سے لو لگانا چاہیے پھر جب دل و دماغ مکمل طور پر خدا کی طرف لگ جائے تو اس وقت گناہ کیا جا سکتا ہے لیکن یہ گناہ ایک خاص قسم کا ہوگا گناہ تائب ہونے سے دھل جاتا ہے اور انسان پھر ویسے کا ویسا نیک بن جاتا ہے سب سے اہم چیز محبت ہے مجھ سے محبت کرو محبوب کی ہر بات دل میں اتر جاتی ہے میں تمہیں بہت اسرار و رموز سے آشنا کر دوں گا۔ میں تمہیں گناہ کی باریکیاں بتاؤں گا جس سے نہ صرف سکون قلب ملے گا بلکہ راہ نجات بھی نظر آئے گی۔ اور تم خود کو جنت میں محسوس کرو گی یہ موٹی موٹی کتابیں جو پڑھی جاتی ہیں بے معنی ہوتی ہیں۔ ان کے پڑھنے سے ذہنی خلفشار بڑھتا ہے ویرا کہتی ہے کہ میری قوت مدافعت جواب دے گئی میرے اعضاء مفلوج ہو گئے اور میری تمام طلب سلب ہو گئی تھی۔ راسپوٹین نے مجھے اگلے ہفتے عبادت میں شریک ہونے کی

دعوت دیتے ہوئے کہا کہ "تم اتنے لوگوں سے تعلقات رکھنے کی کیوں مصیبت اٹھاتی ہو صرف میری بن جاؤ ان سب کو جہنم میں جانے دو۔ پھر میں تمہیں بتاؤں گا کہ زندگی کیا ہے۔"

اس کی سخت انگلیاں میرے جسم کو ٹٹولتی رہیں اس نے میرے پے در پے بوسے لیے ویرا کے قول کے مطابق راسپوٹین نے اسے گود میں بٹھانے کی کوشش کی مگر وہ دروازہ کھول کر باہر چلی گئی۔

ویرا الیگزینڈر ایک اور کمسن لڑکی کی داستان غم بیان کرتی ہے (پولیس کی رپورٹوں میں بھی درج ہے) جس نے ویرا کو بتایا کہ راسپوٹین نے اسے ہفتے کی عبادت میں شریک ہونے کے لیے کہا جب وہ عبادت میں شریک ہونے کے لیے اس کی خوابگاہ میں گئی تو خدا اور یسوع علیہ السلام پر پورا یقین ہونے کے باوجود میری کسی نے مدد نہ کی۔ کمرے میں اس کے اور میرے سوا کوئی نہ تھا۔ اس نے میرا بازو پکڑا اور دوسرے کمرے میں لے گیا جہاں نہ صلیب تھی نہ شبیہ مسیح۔ ایک دراز ریش بزرگ کی تصویر تھی۔ راسپوٹین نے مجھے تصویر کے سامنے دوزانوں ہونے کو کہا ابھی میں جھکی ہوئی تھی کہ راسپوٹین نے تصویر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "اے درختور کے پیغمبر سائمون" ہمارے گناہ پر کرم کرو، اور اس کے ساتھ ہی میرے کپڑے تار تار کر دیئے میں بے ہوش ہوگئی اور جب ہوش آیا تو میں فرش پر برہنہ پڑی تھی اور راسپوٹین میرے سامنے مادر زاد برہنہ کھڑا تھا۔ اس نے مجھے بازوؤں میں اٹھایا تو میری چیخ نکل گئی۔ چیخ سن کر ایک عورت اندر آئی اس نے مجھے نیا جوڑا پہنایا اور دوسرے کمرے میں چھوڑ آئی جس میں دو کرسیاں اور بستر پڑا تھا وہ عورت میرے لیے چائے اور کھانے کے لیے توسٹ وغیرہ لائی۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک فوجی افسر کمرے میں داخل ہوا میں نے سوچا کہ اسے تمام واردات بتاتے ہوئے مدد طلب کروں لیکن وہ بھی بھیڑیا نکلا اس دن سے اس تہہ خانہ میں راسپوٹین کے دوستوں کی ضیافت کا سامان بنی ہوئی ہوں۔

روسو لکھتا ہے کہ "اوائل شباب میں ایک دن وہ ایک کوچے سے گذر رہا تھا جس میں ایک کنواں تھا نوجواں لڑکیاں پانی بھرنے کنویں پر آرہی تھیں میں ایک طرف کھڑے ہو کر ان کے سامنے ستر کھول دیا ان میں سے بعض نے شرما کر منہ پھیر لیا بعض مسکرانے لگیں اور چند ایک بلند آواز میں مجھے گالیاں دینے لگیں۔ ان کا شور وغل سن کر ایک راہگیر ادھر متوجہ ہوا اور میری طرف لپکا۔ میں بھاگ نکلا۔ جلد پکڑا گیا روسو کہتا ہے کہ میں پاگل بن گیا جس پر راہگیر نے معذور سمجھ کر اسے چھوڑ دیا۔

وفات

فادر راسپوٹین کی وفات چند حروف یا چند سطور میں بھی لکھی جاسکتی ہے لیکن وفات سے قبل دو مکالمے کہے تھے ان کا جاننا قادیانیوں کے لیے ضروری ہے دوم راسپوٹین نے زار اور اس کی ملکہ کو مخاطب ہو کر سلطنت کے چلے جانے کی پیشگوئی کی تھی جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے قادیانیوں کو بتانا مقصود ہے کہ اس قسم کے بدکار بھی ایسی باتیں کر جاتے ہیں جن پر زمانہ صداقت کی مہر ثبت کر دیتا ہے کسی پیشگوئی کا پورا ہو جانا بدکار کی پاکیزگی کا ثبوت نہیں۔

قادیانیوں کو یہ بتانا بھی مطلوب ہے کہ اتنے بڑے بدکار کے ساتھ لوگوں اور خاص طور پر ملکہ اور بادشاہ کو کتنی عقیدت تھی۔

راسپوٹین مادام گولوونیا کے گھر اپنے خلاف سازشوں کا ذکر کر کے اپنے معتقدین کو یہ بتا رہا تھا کہ یہ لوگ مجھے ختم کرنے کے منصوبے تیار کر رہے ہیں لیکن خداوند کریم اور یسوع مسیح اپنے سچے اور مخلص مقلد (راسپوٹین) کو دشمنوں کے حملوں سے محفوظ و مصؤن رکھے گا۔ اور متکبرانہ لہجے میں باآواز بلند کہا "مجھے جس چیز کی ضرورت ہو (عورت کی) اس کے حصول کے لیے میز پر مکا مار دینا ہی کافی ہے۔ صرف یہی ایک طریقہ ہے جس کے ذریعے میں روسی امراء سے نپٹ سکتا ہوں"

اس مجلس میں پرنس فیلکس یوسوسوف مادام گولوونیا کی بیٹی مونیا بھی حاضر تھے یوسوسوف راسپوٹین کی شخصیت سے متاثر نہ ہوا بلکہ اس نے راسپوٹین کے متکبرانہ لہجے کو ناپسند کیا پرنس کی بے اعتنائی اور بے رخی کی وجہ سے راسپوٹین بوکھلا گیا۔ پرنس کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر اٹھا اور کہا "شادی کی سالگرہ کے موقع پر ہمیں بھول نہ" پرنس نے کہا "سالگرہ آپ کے بغیر تو پھیکی رہے گی" اپنا ہاتھ پرنس کے ہاتھ سے نکال کر مونیا کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور اس کے پے در پے بوسے لینے شروع کر دیے لیکن پرنس نے اس کی نازیبا اور ناشائستہ حرکت کو بہت برا جانا اور راسپوٹین کو آخری ٹھکانے لگانے کا عزم بالجزم کر لیا۔ آخر کار اپنے منصوبہ میں اپنے دوست ڈمٹری پالووچ (زار کا محافظ) کو اعتماد میں لیا، اور زہر کھلانے کا پروگرام بنایا زہر ہلاہل یورشکیوچ (روس کی ریڈ کراس تنظیم کا سربراہ) کی معرفت ٹرین کے انچارج ڈاکٹر یزووٹ (یہ شخص بھی راسپوٹین سے سخت نفرت کرتا تھا) سے حاصل کیا۔ آخر کار اکتوبر 1916ء میں راسپوٹین کے قتل کے منصوبے کو آخری شکل دی گئی۔

پرنس یوسوسوف نے مونیا کی معرفت گہرے روابط قائم کر لیے پرنس خانہ بدوشوں کے

گیت بربط پر بہت عمدہ گاتا تھا۔ راسپوٹین کو بھی اس قسم کے گیت بہت ہی پسند کرتا تھا۔ مونیا نے پرنس سے کہا کہ راسپوٹین آپ سے گیت سننا چاہتا ہے۔ پرنس کی بڑی پوری ہوئی۔ مونیا پرنس کی موجودگی میں اس کی بیوی ارنیا کی خوبصورتی کا ذکر راسپوٹین سے بہت کیا کرتی تھیں۔ راسپوٹین کا شیطانی قلب ارنیا کو دیکھنے اور جنسی حظ اٹھانے کے لیے بے تاب تھا۔ آخر کار قتل کے منصوبہ کی تمام کڑیوں کو مکمل کرنے کے بعد پرنس نے 16 ستمبر 1916ء کو راسپوٹین کو اپنے محل میں شام کو آنے کی دعوت دی۔ راسپوٹین نے رازداری قائم رکھنے کے لیے رات ساڑھے گیارہ بجے محل میں جانے کا پروگرام بنایا وہ ارنیا کی ملاقات کی سوچوں کے سمندر میں گم تھا۔ وزیر داخلہ نے فون پر آگاہ کیا کہ کچھ لوگ اس کی جان کے درپے ہیں لیکن اس جنسی عفریت نے یہ کہتے ہوئے ٹیلی فون بند کر دیا کہ ”مجھے مارنے والے کبھی کامیاب نہیں ہوسکتے ان کے ہاتھ اتنے لمبے نہیں کہ میری گردن تک پہنچ سکیں۔“

رات کے ساڑھے گیارہ بجے راسپوٹین ایلچی کے ذریعہ شہزادہ فلیکس یوسوسوف کے تہہ خانہ میں پہنچ گیا۔ سیر ہو کر شراب پی کر یوسوسوف کو مخاطب ہو کر کہا کہ:

”لوگ مجھے جادوگر کہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ میں صرف شہروں کو خاک تو دوں، آبادیوں کو لق دق صحرا اور بارونق ملکوں کو ہولناک قبرستان بنانے کی صلاحیت رکھتا ہوں۔ مگر وہ یہ نہیں سمجھتے کہ میں بہترین تعبیر گو اور عیسیٰ دوراں ہوں پُراسرار روحانی طاقتوں اور قوتوں کا مالک ہوں اللہ نے مجھے ہدایت کار بنایا ہے اور امن ونجات کی کلید میرے ہاتھ میں دی ہے دنیا و آخرت میں میرا مقام بہت بلند ہے میں[1] خدا کا بھیجا ہوا پیغمبر ہوں۔“

اس کے بعد عورت کی ان الفاظ میں تعریف کی۔

”عورت کائنات میں سب سے زیادہ خوبصورت اور انسانی راحت کا اعلیٰ سرچشمہ ہے انسان کی انسانیت اس کے طفیل ہے عورت فرشتوں سے زیادہ بندگی گزار پیکر بے مثال، نیلگوں فلک کا درخشندہ تابندہ ستارہ، ایک گوہر بے بہا جوہر نایاب محبت کا خزانہ، تمناؤں کی جان، آرزوؤں کا ایمان ہے جسے قدرت نے حسن و جمال کی معصومیت اور عشق و محبت کی پاکیزہ روح قرار دیا ہے عورت گل مسرت کی لطیف خوشبو نگاہ مضطرب کی تسکین تعلیم حیات کی ملکہ بہار کی جان حیات کی روح، بے تاب کی تمنا اور درد کی دوا ہوتی ہے۔“

---

[1] مرزا محمود کا بھی دعویٰ ہے کہ وہ خدا کی طرف سے مصلح موعود ہیں۔

اس کے بعد شہزادہ یوسوسوف کو جھنجھوڑتے ہوئے کہا کہ ''مجھے اس آسمانی ہستی اور آفریش کے تاج کے پاس لے چلو جو آفریدہ آسمان ہے ہم اس تصور کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ جس میں ساری دنیا دیکھی جاسکتی ہے۔ اس کتاب کو پڑھنا چاہتے ہیں، جس میں ساری دنیا کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے جس کا دل بظاہر سمندر کی خاموش سطح دکھائی دیتا ہے مگر باطن گہرائیوں میں طوفان کی طرح انگڑائیاں لے رہا ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ وہ محبت کی دیوی ہے۔ وہ رات کا تارہ ہے اور صبح کا ہیرا ہے ہم اس کی جھولی خوشیوں سے بھر دیں گے اور ایسا نور عطا کریں گے جس کی مثل زمین و آسمان میں نہیں ہوگی۔''

راسپوٹین شراب کی مستی کے عالم میں ارینا کی تعریف کرتے کرتے یادا گوئی پر اتر آیا لیکن شہزادہ نے نہایت تحمل اور صبر سے کام لیا اور اس کا خاص آدمی زہر آلود شراب لے آیا۔ شہزادہ نے مودبانہ لہجے میں راسپوٹین سے کہا کہ ''شہزادی صاحبہ خواب گاہ میں مقدس باپ کا انتظار کر رہی ہیں۔ یہ ان کے نام کا آخری جام نوش فرما کر انہیں روحانیت سے مستفید فرمائیں۔'' راسپوٹین نے تمام شراب پی لی۔ لیکن حاضرین حیران تھے کہ زہر ہلاہل والی شراب پینے کے باوجود زندہ ہے لہٰذا شہزادہ یوسوسوف اور ڈیوک نے راسپوٹین کے جسم پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی خنجر اس کے پیٹ میں گھونپ دیا گیا۔ جسم میں ابھی بھی زندگی کی رمق تھی۔ اور اٹھا کر دریا کے کنارے لے گئے اور رسیوں سے باندھ کر دریا میں پھینک دیا۔

زار نے راسپوٹین کی لاش کو تلاش کرنے کا حکم دیا آخر کار دو روز کی مسلسل جدوجہد کے بعد لاش تلاش کی گئی۔ لاش کا معائنہ کروایا گیا تو معلوم ہوا۔ اس کی موت ڈوبنے سے ہوئی ہے ڈاکٹر حیران تھے خطرناک زہر اور گولیوں کی بوچھاڑ اور پیٹ میں خنجر گھونپنے کے باوجود کیسے زندہ رہا آخر کار 21 ستمبر 1916ء کو راسپوٹین شاہی اعزازات کے ساتھ زار کے سکوسیلو کے باغ میں دفن کیا گیا۔

مرزا محمود احمد کو راسپوٹین سے کئی باتوں میں مشابہت حاصل ہے لیکن موت میں بھی دونوں سخت جان تھے مرزا محمود احمد بھی دس سال فالج کی بیماری میں مبتلا رہا۔ کھانا پینا چھوٹ چکا تھا صرف نپل یا نالی کے ذریعہ سیال خوراک دی جاتی تھی۔ جسم گل سڑ چکا تھا۔ بدبو تک آتی تھی۔ لیکن گھر والے حیران تھے کہ اس جان کہاں اٹکی ہوئی ہے۔

باب:3

مرزا محمود احمد کے افراد خانہ اور اعزہ کے حلفیہ بیانات

خلیفہ مرزا محمود احمد کا اپنا اقرار

فرانس کے نیم عریان کلبوں کی سیر

مرزا محمود نے اپنے ایک خطبہ میں خود اقرار کیا:

''جب میں ولایت گیا تو مجھے خصوصیت سے خیال تھا کہ یورپین سوسائٹی کا عیب والا حصہ بھی دیکھوں گا۔ قیام انگلستان کے دوران میں مجھے اس کا موقعہ نہ ملا واپسی پر جب ہم فرانس آئے تو میں نے چوہدری ظفر اللہ خان سے جو میرے ساتھ تھے کہا کہ مجھے کوئی ایسی جگہ دکھائیں جہاں یورپین سوسائٹی عریاں نظر آسکے۔ وہ بھی فرانس سے واقف تو نہ تھے۔ مگر مجھے ایک روپیرا میں لے گئے جس کا نام مجھے یاد نہیں رہا۔ چوہدری صاحب نے بتایا کہ یہ وہی سوسائٹی کی جگہ ہے اسے دیکھ کر آپ اندازہ لگا سکتے ہیں میری نظر چونکہ کمزور ہے اس لیے دور کی چیز اچھی طرح سے نہیں دیکھ سکتا تھوڑی دیر کے بعد میں نے جو دیکھا تو ایسا معلوم ہوا کہ سینکڑوں عورتیں بیٹھی ہیں۔ میں نے چوہدری صاحب سے کہا کیا ننگی ہیں انہوں نے بتایا کہ یہ ننگی نہیں بلکہ کپڑے پہنے ہوئے ہیں مگر باوجود اس کے وہ ننگی معلوم ہوتی ہیں (الفضل 28 جنوری 1924ء)

احمدی حضرات کی خدمت میں عرض کروں گا کہ وہ کون سی شریعت ہے جس کی رو سے یہ جائز ہو کہ محض یورپین تہذیب دیکھنے کے لیے نیم عریاں کلبوں کی سیر کی جائے۔ یہ محض تماش بینی تھی جس کے لیے خلیفہ 1924ء میں یورپ گئے تھے۔ اس کے بعد رفو کا واقعہ بھی اس بات کی دلالت کرتا ہے۔ احمدی حضرات کی خدمت میں گزارش کروں گا۔ ان واقعات پر غور کریں اپنی آخرت کو

برباد نہ کریں۔

حکیم عبدالوہاب سالا مرزا محمود احمد کی شہادت

1- حکیم عبدالوہاب مولوی نورالدین صاحب (پہلے سربراہ جماعت احمدیہ) کے بیٹے اور مرزا محمود احمد کے سالے تھے۔ جسمانی لحاظ سے مضبوط، درمیانہ قد، رنگ گندمی، موٹی آنکھیں، ایک ہی نظر میں عورت کو اپنی طرف مائل کر لیتے تھے یا عورت مائل ہو جاتی۔ تقسیم ہند کے بعد ان کا مطب جودہا بلڈنگ بالمقابل رتن باغ حال میوہسپتال میں تھا۔ تقسیم کے بعد ضمیر کی آزادی نصیب ہوئی تو حکیم صاحب ان احباب میں سے ایک تھے جنہوں نے مرزا محمود احمد کے عیوب کی خوب پردہ دری کی۔ اپنی آپ بیتی بھی بیان کی اور دوسروں کے رونگٹے کھڑے کر دینے والے چشم دید واقعات بھی بیان کیے۔ موصوف کی یہ عادت تھی کہ جو کوئی بھی احمدی دواخانہ نورالدین (جودہامل بلڈنگ) پر آ جاتا تو اب واقعات بیان کرنے سے نہیں چوکتے تھے۔ بغیر کسی تمہید کے گفتگو کا آغاز کر دیتے۔ بعض اوقات سامع حیران رہ جاتا کہ حکیم صاحب کیا بیان کر رہے ہیں دراصل وہ باتیں دکھی اور زخمی دل کی آہیں ہوتی تھیں۔ جو زبان پر آئے نہیں رہتی تھیں۔ وہ وہی شخص جان سکتا ہے جس کے دل میں اپنے کردہ گناہوں کی آگ جل رہی ہو۔ وہ گفتگو، اقرار جرم ہوتی تھی۔ کبھی کبھی خاکسار کو بھی حکیم صاحب کی صحبت میں جانے کا اتفاق ہوتا۔ ایک دفعہ ام طاہر صاحبہ کا ذکر چھڑ گیا تو حکیم صاحب نے آنکھیں بند کرلیں گویا پرانی یادوں میں گم ہو گئے ہیں۔ کہنے لگے ام طاہر کی ''جائے لذت'' کیا تھی گویا پان کا پتا۔'' پھر کلام جاری رکھا۔ ایک عورت (ام طاہر) کا ذکر اس رنگ میں کیا وہ رنگ بھی رومانوی اور افسانوی تھا۔ کہنے لگے اس عورت کا کیا کہنا۔ ایک دفعہ پروگرام کے مطابق اس عورت کے ہاں میری باری تھی۔ کمرے میں داخل ہوا تو ایک عجیب فضا تھی۔ بنی بنی خوشبو آ رہی تھی۔ پلنگ پر خوبصورت نرم بستر ابچھا ہوا تھا۔ فرش پر ایک بوٹے دار قیمتی قالین تھا۔ جس پر پاؤں دھنس جاتے تھے۔ داخل ہوتے ہی ایک حسین پری میرے ساتھ لپٹ گئی۔ اور میرے جذبہ شہوت کو تیز کرنے لگی۔ کبھی میرے ہونٹ چوستی، کبھی میری زبان منہ میں لے کر چوستی، کبھی میرے گالوں کو نرم ہاتھوں کے ساتھ تھپکتی، کبھی رخساروں پر گدگدی کرتی۔ کبھی میرے ''آلہ حیات'' کو لمس کرتی۔ آدھ گھنٹے تک اسی طرح میرے ساتھ لہو ولعب اور اٹھکیلیاں کرتی رہی جب اس عورت (ام طاہر) کے جذبہ شہوت کی تپش تیز ہوئی تو اپنی قمیض اتار پھینکی۔ چند ساعت کے بعد میری قمیض بھی اتروا دی اب دونوں کے جسم کے درمیان جو کپڑا حائل تھا وہ بھی دور ہو گیا۔ اوپر کا عریاں جسم ملنے سے

تپش شہوت بڑھنا شروع ہوگئی۔تھوڑا ہی وقت گزرا کہ اس عورت نے اپنی شلوار کو یوں اتار پھینکا جیسے کسی شخص نے بھاری بوجھ اٹھایا ہوا ہو تھک جانے کے بعد اس بوجھ کو اتار پھینکتا ہے۔اسی لحہ میری شلوار کو بھی اتار پھینکا۔اب پوری شہوت کے ساتھ میرے ساتھ اٹھکیلیاں کرنا شروع کر دیں۔ کبھی میرا عضو تناسل بغل میں لیتی ۔کبھی ران میں لیتی کبھی چند ساعات کے لیے قُبل میں لیتی اور کبھی دُبر میں بھی لے لیتی اور باہر نکلوا دیتی۔کبھی منہ میں لے کر چوستی کبھی بستر پر لیٹتی مجھے اوپر لٹا لیتی اور اپنی نرم نرم رانوں میں خوب دباتی کبھی میرے اوپر لیٹ جاتی اور مردانہ حرکات کر کے حظ اٹھاتی۔دونوں ایک دوسرے کے رخسار، زبان اور ہونٹ چوستے۔کبھی میرا عضو تناسل ہاتھ میں پکڑ کر مسلتی۔میں اپنا مردانہ مدعا اور غرض بیان کرتا تو کہتی جوان! ابھی آپ کی جوانی اور طاقت کو دیکھ لیتی ہوں۔ذرا ٹھہرئے۔غرض تقریباً چار گھنٹے تک اسی وادی گناہ میں کھیلتے رہے۔اس کے بعد آرام سے نرم و گداز بستر پر چت لیٹ گئی اور آخری گناہ کی طرف بلایا۔یہ بھی عجیب لحات تھے۔یونہی قُبل میں عضو تناسل داخل ہوا۔یوں دردناک آواز نکالی جیسے ایک باکرہ پہلی رات مرد کے ساتھ مجامعت کے وقت نکالتی ہے۔ایک خاص آواز میں کہتی۔وہاب! مجھے مار دیا ہے۔مجھ سے الگ ہو جاؤ۔میرے جانی مجھے چھوڑ دو میں مر جاؤں گی۔گویا ان الفاظ سے میری مردانگی کی داد دے رہی تھی۔اپنی آپ بیتی بیان کرنے کے بعد عجیب لہجے میں کہا "یہ عجیب عورت تھی"۔

عمل لواطت: 2-دوسرا واقعہ بھی سنئے۔میں ایک دفعہ حکیم صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو کہنے لگے آؤ شیزان میں آپ کو چائے پلاؤں۔راستے میں مرزا محمود احمد صاحب کی بدکاریوں کی باتیں کرتے رہے۔جب واپس آ رہے تھے پہلے صیغہ غیب میں بیان کرنے لگے ایک شخص مرزا محمود کے ساتھ عمل لواطت کر رہا تھا۔فارغ ہونے میں دیر ہوگئی تو (پھر متکلم صیغہ پر آ گئے) مجھے کہا جلدی کرو میں نے دعوت پر جانا ہے میں ہنس پڑا اور کہا وہ آدمی آپ ہی تھے۔کہنے لگے "ہاں" میں نے پوچھا کیا مرزا محمود احمد کو یہ علت تھی کہنے لگے نہیں یہ پرورش کی انتہا ہے۔

میں نے سوال کیا۔آپ کو کس طرح اس برائی کی طرف مائل کیا اور کب شامل ہوئے۔

کہنے لگے ایک دفعہ کشمیر میں مرزا محمود احمد کے ساتھ جانا ہوا۔ایک چشمہ میں نہا رہے تھے۔محمود نے غوطہ لگا کر نیچے سے میرے عضو تناسل کو پکڑ لیا۔میں کچھ شرمندہ سا ہو گیا۔علیحدگی میں کہنے لگے وہاب! اس کو کبھی استعمال بھی کیا ہے میں نے کہا نہیں۔اس کے بعد مجھے اس برائی کی تاریک وادی میں دھکیل دیا۔پھر کہنے لگے جوانی ہو، پیسہ بھی ہو، ہر قسم کی سہولتیں بھی میسر ہوں۔کسی گرفت کا بھی [illegible] پھر کون برائی سے بچتا ہے۔بہرحال بدقسمتی سے اس [illegible] ئی میں عمر کا ایک حصہ گزارا

ہے۔

3۔ پانچ صد عورتوں سے مجامعت کر چکا ہوں۔ ایک دفعہ حکیم صاحب کہنے لگے مرزا محمود احمد نے کہا گیارہ بارہ سال کی عمر میں اس کام میں پڑا ہوں۔ پانچ صد عورتوں سے مجامعت کر چکا ہوں۔ میرا کچھ بھی نہیں بگڑا۔ پھر کہنے لگا۔ عورت کا کیا ہے خواہ کتنی ہی مضبوط اور پُرشہوت ہو تو اس کے ساتھ بغیر مجامعت کیے ہاتھوں میں ہی اس کو فارغ کر سکتا ہوں۔

4- قادیان میں ''قصر خلافت'' کے گول کمرے سے ملحق ایک اور کمرہ ہے۔ مرزا محمود احمد نے ایک نوجوان سے کہا: اندر ایک لڑکی ہے، جاؤ اس سے دل بہلاؤ۔ وہ اندر گیا اور اس کی چھاتی سے کھیلنا چاہا۔ اس لڑکی نے مزاحمت کی اور وہ نوجوان بے نیل مرام واپس لوٹ آیا۔ مرزا محمود نے اس نوجوان کو کہا: تم بڑے وحشی ہو۔ اس نوجوان نے جواباً کہا کہ اگر جسم کے ان ابھاروں کو مسلا نہ جائے تو مزہ خاک ہوگا۔ مرزا محمود نے کہا: لڑکی کی اس مدافعت کا سبب یہ ہے کہ وہ اپنی چھاتیوں کی خوبصورتی کو برقرار رکھنے کے لیے یہ نہیں چاہتی کہ اس کے نشیب و فراز کا تناسب بدل جائے۔

گناہ کا آغاز

حکیم صاحب اپنا واقعہ آغاز گناہ صیغہ غیب میں بیان کرتے ہیں ''ایک دفعہ مرزا محمود احمد صاحب کی بیوی مریم نے ایک نوجوان کو خط لکھا کہ فلاں وقت مسجد مبارک (قادیان) کی چھت سے ملحقہ کمرہ کے پاس آ کر دروازہ کھٹکھٹانا تو میں تمہیں اندر بلالوں گی۔ دروازہ کھلا تو اس نوجوان کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ جب اس نے دیکھا کہ بیگم صاحبہ ریشم میں ملبوس سولہ سنگھار کیے موجود تھیں۔ اس نوجوان نے کبھی کوئی عورت نہ دیکھی تھی، چہ جائیکہ ایسی خوبصورت عورت۔ وہ مبہوت ہوگیا۔ اس نوجوان نے کہا کہ اجازت ہے۔ اس نے جواب دیا: ایسی باتیں پوچھ کر کی جاتی ہیں۔ اس وقت نوجوان نے کچھ نہ کیا کیونکہ اس کے جذبہ شہوت اس قدر مشتعل ہو چکا تھا۔ اس نے سوچا کہ اس وقت کنارہ کرنا ہی بہتر ہے۔ چنانچہ بے نیل مرام واپس آ گیا بیگم صاحبہ موصوفہ نے اس خط کی واپسی کا مطالبہ کیا جو اس نوجوان کو لکھا تھا۔ اس نوجوان نے جواب دیا کہ میں نے اس کو تلف کر دیا ہے۔ تقسیم ملک کے بعد مرزا محمود احمد کے پرائیویٹ سیکرٹری میاں محمد یوسف صاحب اس نوجوان کے پاس آئے، کہا: میں نے سنا ہے کہ آپ کے پاس حضور کی بیویوں کے خطوط ہیں اور آپ اس کو چھاپنا چاہتے ہیں۔ اس نوجوان نے جواب دیا: بہت افسوس ہے کہ آپ کو اپنی بیوی پر اعتماد ہوگا اور مجھے بھی اپنی بیوی پر اعتماد ہے، اگر کسی پر اعتماد نہیں تو وہ حضور کی بیویاں ہیں۔''

(دریافت پر کہا وہ نوجوان میں ہی تھا)

6-''مرزا محمود احمد نے اپنی ایک صاحبزادی کو رشد و بلوغت تک پہنچنے سے پیشتر ہی اپنی ہوس رانی کا نشانہ بنا ڈالا۔ وہ بے چاری بے ہوش ہوگئی، جس پر اس کی ماں نے کہا: اتنی جلدی کیا تھی، ایک دو سال ٹھہر جاتے۔ یہ کہیں بھاگی جا رہی تھی یا تمہارے پاس کوئی اور عورت نہ تھی۔''

دواخانہ نور الدین کے انچارج جناب اکرم بٹ کا کہنا ہے کہ میں نے حکیم صاحب سے پوچھا: یہ صاحبزادی کون تھی؟ تو انہوں نے بتایا: ''امتہ الرشید''۔

''اسے دوسرا ہی توڑے اور دوسرا ہی کھائے۔''

امتہ الرشید بنت مرزا محمود کا بیان بروایت محمد صالح نور

مولوی محمد صالح نور محمد یامین تاجر کتب کے بیٹے ہیں۔ قادیان اور ربوہ میں مختلف عہدوں پر فائز رہے۔ مرزا محمود کے داماد عبدالرحیم کے پرسنل سیکرٹری بھی رہے ہیں۔ ان کا حلفیہ بیان ملاحظہ فرمائیں:

''میں پیدائشی احمدی ہوں اور 1957ء تک، میں مرزا محمود احمد صاحب کی خلافت سے وابستہ رہا۔ خلیفہ صاحب نے مجھے ایک خود ساختہ فتنہ کے سلسلہ میں جماعت ربوہ سے خارج کر دیا۔ ربوہ کے ماحول سے باہر آ کر خلیفہ صاحب کے کردار کے متعلق بہت ہی گھناؤنے حالات سننے میں آئے، اس پر میں نے خلیفہ صاحب کی صاحبزادی امتہ الرشید بیگم (بیگم میاں عبدالرحیم احمد) سے ملاقات کی۔ ان سے خلیفہ صاحب کے بدچلن ہونے، بدقماش اور بدکردار ہونے کی تصدیق کی، باتیں تو بہت ہوئیں، لیکن خاص بات قابل ذکر یہ تھی کہ جب میں نے امتہ الرشید بیگم سے یہ کہا، آپ کے خاوند کو ان حالات کا علم ہے تو انہوں نے کہا کہ صالح نور صاحب، آپ کو کیا بتلاؤں کہ ہمارا باپ ہمارے ساتھ کیا کچھ کرتا رہا ہے؟ اگر وہ تمام واقعات میں اپنے خاوند کو بتلا دوں تو وہ مجھے ایک منٹ کے لیے بھی اپنے گھر میں بسانے کے لیے تیار نہ ہوگا، تو پھر میں کہاں جاؤں گی۔ اس واقعہ پر امتہ الرشید کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور یہ لرزہ خیز بات سن کر، میں بھی ضبط نہ کر سکا اور وہاں سے اٹھ کر دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ اس وقت میں ان واقعات کی بنا پر، جو میں ڈاکٹر نذیر احمد ریاض، محمد یوسف ناز، راجہ بشیر احمد رازی سے سن چکا ہوں، حق الیقین کی بنا پر خلیفہ صاحب کو ایک بدکردار اور بدچلن انسان سمجھتا ہوں اور اسی کی بنا پر وہ آج خدا کے عذاب میں گرفتار ہیں۔''

(خاکسار، محمد صالح نور، واقف زندگی، سابق کارکن، وکالت تعلیم تحریک جدید، ربوہ)

اپنی ساس صغریٰ بیگم پر دست درازی

یہ واقعہ کئی احمدیوں نے بیان کیا ہے۔ مثلاً مظہر الدین صاحب ملتانی، عبدالوہاب صاحب، ڈاکٹر محمد احمد حامی صاحب نے مولوی عبدالمنان صاحب[1] کی وساطت سے بیان کیا ہے۔ ایک دفعہ امتہ الحیٔ صاحبہ زوجہ مرزا محمود احمد (بنت مولوی نورالدین) روتی پیٹی زخموں سے چور گھر آئی۔ اپنی ماں (زوجہ مولوی نورالدین) سے کہنے لگی۔ مجھے کس عذاب میں ڈال دیا ہے۔ زندہ ہوں اور نہ مردہ مرزا محمود مجھے بدکاری کی طرف بلاتا ہے، انکار پر مار مار کر لہولہان کر دیا ہے۔ کوئی چھڑانے والا نہیں۔ صغریٰ بیگم (والدہ امتہ الحیٔ) کہنے لگیں۔ چلو میں چلتی ہوں۔ مرزا محمود سے کہتی ہوں جب مرزا محمود کے پاس کمرہ میں گئیں تو ناصحانہ انداز میں کہنے لگیں محمود! اب آپ خلیفہ بن گئے ان برائیوں کو ترک کر دو۔ ابھی وہ ناصحانہ انداز میں گفتگو کر ہی رہی تھیں۔ مرزا محمود اٹھا تو صغریٰ بیگم (اپنی ساس) پر ہاتھ ڈال دیا۔ بعض تو یہ کہتے ہیں بمشکل اپنی جان اور عزت بچا کر آئیں اور بعض کہتے ہیں مرزا محمود احمد کے منہ پر ایک تھپڑ رسید کر دیا۔

اس واقعہ کی اس حوالہ سے بھی تصدیق ہو جاتی ہے کہ صغریٰ بیگم صاحبہ (زوجہ مولوی نورالدین صاحب) مرزا محمود کی سخت دشمن تھی کہ مولوی دوست محمد شاہد مؤلف تاریخ احمدیت کی انیسویں جلد میں اس بات کا اقرار کرتا ہے صغریٰ بیگم نے خلیفہ المسیح الثانی'' کو زہر دینے کی کوشش کی۔

قارئین ذرا غور کریں کیا کوئی ساس اپنے داماد کو بھی زہر دینے کا خیال دل میں لا سکتی ہے وہی ساس یہ عمل کرتی ہے جبکہ ساس اور داماد کے درمیان سخت قسم کی دشمنی ہو۔ بہر حال یہ واقعہ دو بیٹوں نے بیان کیا ہے اور قادیان میں اس کی بازگشت کئی دوسرے لوگوں نے بھی سن لی تھی۔ یہ تو قادیان میں عام مشہور تھا۔ مولوی نورالدین صاحب کی زوجہ صغریٰ بیگم اپنے داماد مرزا محمود احمد کی شدید مخالف ہے اور اپنے داماد کو اچھا نہیں سمجھتیں۔

امتہ الحفیظ صاحبہ دختر مرزا محمود احمد کا بیان

امتہ الحفیظ صاحبہ مرزا غلام احمد قادیانی کی بیٹی تھی۔ ان کی شادی نواب عبداللہ سے ہوئی تھیں مرزا محمد حسین اتالیق خاندان مرزا محمود احمد کا یہ بیان ہے کہ اس خاندان میں ان کے خیال کے

---

[1] مولوی عبدالمنان عمر مولوی نورالدین کے بیٹے ہیں اور زندہ ہیں۔

مطابق بھی عورت باحیا اور باوقار تھی۔ مرزا محمد حسین صاحب بیان کرتے ہیں کہ وہ امتہ الحفیظ صاحبہ کے گھر پڑھانے جایا کرتا تھا جب موصوفہ کو یہ علم ہوگیا کہ مجھے محمود کے کردار کا علم ہوگیا ہے اور اس کی زد سے کوئی محرم رشتہ بھی نہیں بچ سکتا تو ایک دفعہ کہنے لگیں مرزا صاحب! جب مجھے یا میری بچیوں کو اماں جان سے ملنے کی خواہش پیدا ہو۔ تو میں اپنی بچیوں کو اپنے ساتھ لے جا کر اماں جان سے ملانے لے جاتی ہوں۔ اور بچیوں کو سخت ہدایت ہوتی ہے مجھے چھوڑ کر کسی اور کے کمرہ میں نہیں جانا۔ مطلب یہ تھا کہ میں یا میری بچیاں اماں جان کے گھر جاتی ہیں تو وہ بھائی مرزا محمود احمد صاحب کے کمرہ میں نہیں جاسکتیں اس طرح ان کو یہ سختی سے ہدایت ہے کہ کسی کے ساتھ اپنے ماموں (مرزا محمود) کے گھر نہیں جانا۔ اسی ضمن میں امتہ الحفیظ صاحبہ کے ایک فرد ''پاشا'' کا ذکر بھی کر دیتا ہوں۔ اس سے بھی یہ اندازہ ہو جائے گا کہ وہ مرزا محمود احمد اور ان کے بیٹوں کی بچیوں کے متعلق کیا سوچ رکھتے ہیں۔ پاشا صاحب نواب خاندان میں بہت خوبصورت تھے۔ اس کی شادی مرزا محمود احمد کے خاندان میں ہوگئی پہلے تو وہ اس خاندان کی کسی لڑکی سے شادی کرنا پسند ہی نہیں کرتا تھا طوعاً و کرہاً کرنا پڑ گئی۔ لیکن جلدی ہی اس لڑکی کو طلاق دے دی اور ایک درزی سعید احمد کی صاحبزادی سے شادی کر لی۔ اس طلاق کی وجہ سے اس کی مالی حالت بہت پتلی ہوگئی ہے۔ سنا ہے کہ اس نے ربوہ میں ایک جنرل سٹور کھول رکھا ہے۔ لیکن اب مجھے معلوم نہیں کہ طلاق کی وجہ سے اس کو کن کن مصائب سے گزرنا پڑ رہا ہے۔ وہ پاکستان میں ہی ہیں یا باہر چلے گئے ہیں احمدی حضرات پاشا صاحب سے پوچھ سکتے ہیں کہ تم نے اپنے خاندان کی ایک عورت کو کیوں طلاق دی۔ وہ باکردار شخص یہی جواب دے گا کہ مرزا محمود احمد کے خاندان سے کوئی بچی شادی کر کے لانا ایسا ہی ہے جیسے ''اس بازار'' سے کسی بیسوا کو گھر لے آنا۔

بیگم صاحبہ ڈاکٹر عبداللطیف کا حلفیہ بیان

بیگم صاحبہ ڈاکٹر عبداللطیف مرحوم ہم زلف خلیفہ ربوہ فرماتی ہیں ''مرزا محمود احمد خلیفہ ربوہ بدچلن، زناکار انسان ہیں۔ میں نے ان کو خود زنا کرتے ہوئے دیکھا اور میں اپنے دونوں بیٹوں کے سر پر ہاتھ رکھ کر مولد بعذاب حلف اٹھاتی ہوں۔ (ماخوذ از تاریخ محمودیت ص 33)

ڈاکٹر مبشر احمد پوتا مرزا محمود احمد کا معصومانہ بیان

مجھ سے ''حضور ابا'' نے بدکاری کی ہے۔

پروفیسر سمیع اللہ قریشی[1] کا بیان ہے کہ جب ماسٹر فقیر اللہ صاحب نے وفات پائی تو بیوی کی طرف سے رشتے داری کی وجہ سے نماز جنازہ کے لیے ربوہ گئے۔ ماسٹر صاحب کی یہ عادت تھی کہ وہ روزمرہ کی ڈائری لکھا کرتے تھے۔ ان کی ڈائری میں ان کے قلم سے لکھا ہوا یہ واقعہ پڑھا کہ "ایک دن مبشر احمد[2] صاحب آئے تو رو رہے تھے۔ میں نے رونے کی وجہ دریافت کی تو بڑے معصومانہ انداز میں کہا کہ آج مجھ سے "حضور ابا" نے بدکاری کی۔

مولوی عبدالمنان عمر کی شہادت

مولوی عبدالمنان عمر صاحب مولوی نورالدین کے بیٹے ہیں۔ مولوی فاضل اور ایم اے ہیں جامعہ احمدیہ میں رئیس الحدیث تھے۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام اردو میں بحیثیت مدیر کے کام کیا تھا۔ قرآن مجید کا انگریزی زبان میں ترجمہ بھی کیا ہے قرآن مجید کی لغت کے بھی مولف ہیں۔ سب سے اہم اور علمی کام تبویب احمد بن حنبل سے غالباً اس کی تین جلدیں چھپ چکی ہیں آج کل امریکہ میں مقیم ہیں سنا ہے اردو زبان میں تفسیر مرتب کر رہے ہیں۔ مرزا محمود احمد کے سالے بھی ہیں مولوی صاحب نے ڈاکٹر محمد احمد صاحب حامی کو بتایا کہ مرزا محمود احمد کو اس کی بہن نواب مبارکہ بیگم نے خراب کیا۔ مجھے مولوی عبدالمنان صاحب سے اس بارے میں اختلاف ہے میرا موقف یہ ہے کہ نواب مبارکہ بیگم کو مرزا محمود احمد نے خراب کیا تھا۔ بقول مولوی عبدالمنان دونوں بہن بھائی اکٹھے کئی دفعہ ننگے سوئے ہوئے پائے گئے۔ اور اماں جان نے کئی بار ان کو ایک بستر میں اکٹھے سوئے ہوئے پایا اور جگایا۔ دونوں بہن بھائی بہت ننگی شاعری بھی کیا کرتے۔ ایک دن اس مصرعہ پر طبع آزمائی ہوئی۔

"میں بار بار مانگو تو بار بار دے" الغرض اس طرح مصرعہ پر طبع آزمائی کی گئی۔ نواب مبارکہ صاحبہ نے کہا جانی محمود! بات تو تب بنتی ہے یہ نظم جلسہ سالانہ پر پڑھوائیں مرزا محمود احمد نے نواب مبارکہ کا یہ چیلنج منظور کرتے ہوئے کہا۔ پیاری جان! جلسہ سالانہ کے موقع پر اس نظم کو ثاقب پڑھے گا۔ چنانچہ یہ نظم پڑھوائی گئی۔

---

1. (پروفیسر صاحب پیدائشی احمدی تھے لیکن مرزا محمود احمد کی بدکاریوں اور غلط عقائد کی وجہ سے جماعت سے الگ ہوگئے ہیں۔ اسلامیہ کالج ریلوے روڈ سے رئیس اساتذہ کے عہدہ سے سبکدوش ہوئے ہیں۔ جانے پہچانے ادیب، شاعر اور استاد ہیں کئی کتب کے مصنف ہیں۔ اگر کسی کو شک ہو تو وہ قریشی صاحب سے اب بھی اس واقعہ کی تصدیق کر سکتا ہے ڈاکٹر صاحب بھی انکار نہیں کرتے۔

2. مبشر احمد ماسٹر فقیر اللہ صاحب سے قرأۃ سیکھنے جاتے تھے۔

نواب مبارکہ کے کردار پر مزید روشنی

نواب مبارکہ بیگم مرزا غلام احمد قادیانی کی بیٹی تھی نواب محمد علی کے عقد میں آنے کی وجہ سے نواب مبارکہ بیگم کہلاتی تھی۔ بہت ہی خوبصورت اور خوش ذوق تھی۔ نواب محمد علی اور نواب مبارکہ دونوں کی عمروں میں بہت فرق تھا۔ مبارکہ آتش شہوت کی مجسمہ اور نواب صاحب ڈھلی ہوئی جوانی کی وجہ سے زمہریر کا تودا بھلا نواب صاحب مبارکہ کی آتش شہوت کب بجھا سکتے تھے۔ نواب مبارکہ نواب صاحب سے صرف یہ کام لیتی تھی اپنے پستانوں اور ''جائے لذت'' پر بلائی یا کوئی اور میٹھی چیز لگا کر چسوایا کرتی تھی۔ اور سکول سے خوبصورت استاد انگریزی پڑھنے کے بہانے بلا لیا کرتی تھی۔

مولوی عبدالمنان صاحب کے علاوہ مجھے مظہر الدین ملتانی صاحب پسر شہید فخر الدین صاحب ملتانی نے بھی یہ بات بیان کی تھی لیکن مظہر الدین نے صرف چسوانے کا ذکر کیا تھا۔ اساتذہ کے آنے جانے کا ذکر نہیں کیا۔

مرزا حنیف احمد کا حلفیہ بیان بروایت علی محمد ماہی

علی محمد ماہی صدر انجمن احمدیہ میں اکاؤنٹنٹ رہے ہیں اور خلیفہ ربوہ کی مالی بے اعتدالیوں اور فراڈ کے دستاویزی ثبوت اپنے پاس رکھتے ہیں۔ ان کا بیان ملاحظہ فرمائیں:

''میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر اس پاک ذات کی قسم کھاتا ہوں جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے کہ صوفی روشن دین صاحب ربوہ میں انجمن کی چکی پر عرصہ تک بطور مستری کام کرتے رہے اور وہ قادیان کے پرانے رہنے والوں میں سے ہیں اور مخلص احمدی ہیں اور جن کے مرزا محمود احمد صاحب اور ان کے خاندان کے بعض افراد سے قریبی تعلقات تھے اور خصوصاً مرزا حنیف احمد ابن مرزا محمود احمد کے صوفی صاحب موصوف کے ساتھ نہایت عقیدت مندانہ مراسم تھے۔ قلبی عقیدت کی بنا پر مرزا حنیف احمد گھنٹوں صوفی صاحب کو قصر خلافت میں اپنے ایک کمرۂ خاص میں بھی لے جا کر ان کی خاطر و مدارات کرتے۔ انہوں نے مجھ سے بارہا بیان کیا کہ مرزا حنیف احمد خدا کی قسم کھا کر کہتا ہے کہ جس کو تم لوگ خلیفہ اور مصلح موعود سمجھتے ہو، وہ زنا کرتا ہے اور یہ کہ مرزا حنیف احمد نے اپنی آنکھوں سے اپنے والد کو ایسا کرتے دیکھا۔ صوفی صاحب نے یہ بھی کہا کہ انہوں نے کئی دفعہ مرزا حنیف احمد سے کہا کہ تم ایسا سنگین الزام لگانے سے قبل اچھی طرح اپنی [illegible] غلط [illegible] لیا تو نہیں کہ جس کو تم کوئی غیر سمجھے ہو، وہ دراصل تمہاری والدہ ہی

تھیں، مبادا خدا کے قہر وغضب کے نیچے آ جاؤ۔ تو اس پر مرزا حنیف احمد اپنی رویت عینی پر حلفاً مصر رہے کہ ان کا والد پاک سیرت نہیں ہے اور یہ بھی کہا کہ انہوں نے اپنے والد کی کبھی کوئی کرامت مشاہدہ نہیں کی۔ البتہ یہ تڑپ ان میں شدت کے ساتھ پائی جاتی ہے کہ کسی طرح انہیں جلد از جلد دنیاوی غلبہ حاصل ہو جائے۔''

اگر میں اس بیان میں جھوٹا ہوں اور افراد جماعت کو اس سے محض دھوکہ دینا مقصود ہے تو خدا تعالیٰ مجھ پر اور میری بیوی بچوں پر ایسا عبرتناک عذاب نازل فرمائے جو ہر مخلص اور دیدۂ بینا کے لیے ازدیاد ایمان کا موجب ہو۔

ہاں اس نام نہاد خلیفہ کی مالی بدعنوانیوں، خیانتوں اور دھاندلیوں کے ریکارڈ کی رو سے میں عینی شاہد ہوں کیونکہ خاکسار نے ساڑھے نو سال تحریک جدید اور انجمن احمدیہ کے مختلف شعبوں میں اکاؤنٹنٹ اور نائب آڈیٹر کی حیثیت سے کام کیا ہے۔ (خاکسار چوہدری علی محمد عفی عنہ، واقف زندگی، نمائندہ خصوصی ''کوہستان'' لائل پور)

مرزا محمود کا مس روفو کو قادیان لے جانا اور پریس کا ردعمل

مرزا محمود وہ بھنورا تھا جو ہر قسم کی تازہ کلی پر بیٹھتا اور اس کا رس چوستا تھا۔ ایک مرتبہ لاہور سسل ہوٹل میں آیا تو وہاں کی نوجوان اطالوی منتظمہ مس روفو پر فریفتہ ہو گیا اور پھر بہلا پھسلا کر اسے قادیان لے گیا۔ یہ خبر مولانا ظفر علی خاں مرحوم تک پہنچ گئی۔ انہوں نے فوراً ایک نظم کہہ دی اور اگلی صبح اس کا ہر شعر لوگوں کی زبان پر تھا۔ بات بنتی نظر نہ آئی تو مرزا محمود نے حسب روایت بہانہ بنایا کہ میں اسے اپنی بیویوں اور لڑکیوں کے انگریزی لہجہ کے لیے لایا تھا۔ (''الفضل'' 18 مارچ 1934ء) اس پر اخبارات نے لکھا کہ اطالوی تو خود انگریزی کے بعض الفاظ صحیح طور پر نہیں بول سکتے، پھر ایک رقاصہ لڑکی کو اتالیقہ کے طور پر رکھنا کون سی دانشمندی ہے؟ چنانچہ اس نے مس روفو کو اپنے محرم راز ڈرائیور نذیر کے ہمراہ پانچ ہزار روپیہ دے کر واپس بھیج دیا۔ قادیان میں مس روفو تجربات کی جس بھٹی سے گزری، وہ اس قدر لرزہ خیز نوعیت کے تھے کہ اس نے آتے ہی ایک وکیل کو مرزا محمود کے خلاف کیس دائر کرنے کے لیے کہا کہ وہ اس کے ساتھ اپنی بیٹی کو سامنے بٹھا کر بدکاری کرتا رہا ہے۔ (ملخص از کمالات محمودیہ و فتنہ انکار ختم نبوت) وکیل نے اس کا کیس لینے سے انکار کر دیا کیونکہ یہ کوئی معمولی گناہ نہ تھا۔ یہاں تو افشائے راز کا تحفظ بھی معصیت سے کیا گیا تھا۔ وہ وکیل سابق چیف جسٹس محمد منیر تھے، جو اس وقت وکالت کی پریکٹس کیا کرتے تھے۔ خاکسار نے ایک دفعہ عطاء اللہ صاحب بخاری سے ملاقات کی تو موصوف نے فرمایا میں نے ہی مقدمہ دائر نہ

کرنے کا مشورہ دیا تھا کہ روفو جو واقعہ بیان کر رہی ہے جج روفو کے بیان کو صحیح نہیں سمجھے گا مرزا محمود بری قرار دے دیا جائے گا۔

اب مولانا ظفر علی صاحب کی نظم ملاحظہ فرمایئے

اطالوی حسینہ

''از نقاش''

اے کشور اطالیہ کے باغ کی بہار
لاہور کا دامن ہے تیرے فیض سے چمن
پیغمبر جمال تیری چلبلی ادا
پروردگار عشق تیرا دل ربا چلن
الجھے ہوئے ہیں دل تری زلف سیاہ میں
ہیں جس کے ایک تار سے وابستہ سو فتن
پروردہ فسوں ہے تیری آنکھ کا خمار
آوردۂ جنوں ہے تیری بوئے پیرہن
پیمانہ نشاط تیری ساق صندلیں
بیعانہ سرور تیرا مرمریں بدن
رونق ہے ہوٹلوں کی تیرا حسن بے حجاب
جس پر فدا ہے شیخ تو لٹو ہے برہمن
جب قادیان پہ تیری نشیلی نظر پڑی
سب نشہ نبوت ظلی ہوا ہرن
میں بھی ہوں تیری چشم پر افسوں کا معترف
جادو وہی ہے آج اے قادیاں شکن

(''ارمغان قادیان'' ص 50 شائع کردہ مکتبہ کارواں)

امّ طاہر کی موذی بیماری

مولوی عبدالمنان صاحب عمر ابن مولوی نورالدین صاحب سربراہ اول جماعت احمدیہ

نے مجھ سے بیان کیا تھا، جب امّ طاہر سوزاک و آتشک کی موذی بیماری کی بناء پر میو ہسپتال میں داخل تھی۔ تو میں عیادت کے لیے گیا ہسپتال میں مرزا محمود کے حکم کی بناء پر کسی کو عیادت کرنے کی اجازت نہ تھی۔ لہٰذا مجھے کمرہ میں اندر جا کر عیادت کرنے سے روک دیا گیا۔ میں نے دروازہ پر کھڑے پہرہ دار سے کہا۔ کہ میرا نام لو کہ عبدالمنان عمر عیادت کے لیے آیا ہے۔ امّ طاہر نے اندر بلا لیا۔ رحم سے پیپ بہنے کی وجہ سے کمرہ بدبودار تھا۔ امّ طاہر نے سسکیاں بھرتے ہوئے کہا۔ اس موذی بیماری میں محمود کی وجہ سے مبتلا ہوئی ہوں۔''

یہ ایک طبی اصول ہے کہ جب بدی حد سے بڑھ جائے تو اس کا اثر جوارح پر ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں جو آتا ہے کہ قیامت کے دن گنہگار کے اعضاء بول کر گواہی دیں گے۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ اعضاء کی حالت خود بتائے گی کہ انسان نے کیا کچھ کہا ہے گو یہ شہادت کھلے طور پر روزِ محشر میں ادا ہوگی۔ لیکن اس دنیا میں بھی بدی کا اثر جوارح پر پڑتا ہے جس کا اظہار جوارح زبانِ حال سے کر رہے ہوتے ہیں۔

امّ طاہر کی بیماری اس کی بدکاری پر واضح دلیل ہے۔ شہادتوں سے یہ واضح ہے کہ مرزا محمود نے ہی امّ طاہر کو بدی کی طرف مائل کیا تھا مولوی عبدالمنان عمر یہ بھی شہادت دیتے ہیں امّ طاہر بدکاری کی طرف مائل نہ ہوتی تھی تو اس کو مرزا محمود سخت جسمانی ایذا دیتا تھا۔ اس کے بھائی ولی اللہ شاہ، عزیز اللہ شاہ وغیرہ اس کے پاس آئے تو اس کو سمجھایا جو مرزا محمود کہتا ہے اس پر عمل کر۔ ورنہ یہ تمہیں جان سے مار دے گا۔ تب مجبور ہو کر بدی کی وادی میں چل پڑی۔

باب:4

مریدین، لاہوری احمدی اور غیر از جماعت احباب کی حلفیہ شہادتیں

پہلا الزام اور مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کا اقرار

مرزا محمود پر جنسی بے اعتدالی کا سب سے پہلا الزام 1905ء میں لگا اور ان کے والد مرزا غلام احمد نے اس کی تحقیقات کے لیے ایک چار رکنی کمیٹی مقرر کر دی، جس نے الزام ثابت ہو جانے کے باوجود شرعی چار گواہوں کا سہارا لے کر شبہ کا فائدہ دے کر محمود کو بچایا۔ عبدالرب برہم خاں 335 اے پیپلز کالونی فیصل آباد کا حلفیہ بیان ہے کہ اس کمیٹی کے ایک رکن مولوی محمد علی لاہور سے انہوں نے اس بارہ میں استفسار کیا تو مولوی صاحب نے بتایا کہ الزام تو ثابت ہو چکا تھا مگر ہم نے ملزم کو Benefit of Doubt دے کر چھوڑ دیا۔

مباہلہ والوں کی للکار

مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم اور میاں زاہد ''مباہلے والے'' کے نام سے مشہور ہیں۔ ان مجاہدین نے 1927ء میں اپنی ہمشیرہ سکینہ بیگم پر مرزا محمود کی دست درازی کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی قادیانی غنڈوں نے ان کے مکان کو نذر آتش کر دیا اور جناب میاں زاہد کے اپنے بیان کے مطابق اگر مولانا حکیم نور الدین کی اہلیہ صغریٰ بیگم محترمہ ان کو بروقت خبردار نہ کر دیتیں تو وہ سب اسی رات قادیانیوں کے ہاتھوں راہی عدم ہو چکے ہوتے۔ انہوں نے مرزا محمود کے کذب و افترا کا جواب دینے کے لیے ''مباہلہ'' نامی اخبار جاری کیا، جس کی پیشانی پر یہ شعر درج ہوتا تھا۔

خون اسرائیل آجاتا ہے آخر جوش میں
توڑ دیتا ہے کوئی موسیٰ طلسم سامری

یہ مظلوم خاتون قادیانی فرقہ کے صوبائی امیر مرزا عبدالحق ایڈووکیٹ سرگودھا کی اہلیہ تھیں۔ وہ اپنے مشاہدہ اور تجربہ کی بنا پر عمر بھر مرزا محمود کو بدکار سمجھتی رہیں۔ یہ سانحہ اس طرح ظہور میں آیا کہ وہ قادیان میں کسی کام کی خاطر ''قصر خلافت'' میں گئیں۔ مرزا محمود نے جبراً ان کے ساتھ زیادتی کا ارتکاب کیا۔ انہوں نے واپس آ کر سارا معاملہ اپنے شوہر کے گوش گزار کر دیا۔ مرزا عبدالحق خلیفہ صاحب کے پاس پہنچا تو کہا کہ سکینہ یہ بات کہتی ہے اس نے بڑی ''معصومیت'' سے کہا: مجھے خود اس معاملہ کی سمجھ نہیں آ رہی، سکینہ بیگم بڑی نیک اور پاکباز لڑکی ہے۔ اس نے ایسی حرکت کیوں کی ہے۔ میں دعا کروں گا، آپ کل فلاں وقت تشریف لائیں۔ جب مرزا عبدالحق دوسرے دن پہنچا تو خلیفہ مرزا محمود نے کہا: میں نے اس معاملہ پر بہت غور کیا ہے، دعا بھی کی ہے۔ ایک بات سمجھ میں آئی ہے کہ ''چونکہ میں خلیفہ ہوں، ''مصلح موعود'' ہوں، اس لیے سکینہ بیگم ایک روحانی تعلق کی بنا پر مجھ سے محبت رکھتی ہے اور اس قسم کا جذبہ الفت جب پوری طرح قلب و ذہن پر مستولی ہو جاتا ہے تو اس وقت بعض عورتیں عالم تخیل میں دیکھتی ہیں کہ انہوں نے فلاں مرد سے ایسا تعلق قائم کیا ہے اور اس خیال کا استیلاء و غلبہ ان پر اس قدر رہتا ہے کہ وہ اس کو بیداری کا واقعہ سمجھ لیتی ہیں۔ اس کے ساتھ ہی مرزا محمود نے طب کی ایک کتاب نکال کر دکھا دی کہ دیکھ لو اطباء نے بھی اس مرض کا ذکر کیا ہے۔ اس پر مرید مطمئن ہو کر گھر واپس آیا تو اہلیہ کے استفسار کرنے پر مرید خاوند نے کہا: ''تم بھی سچ کہتی ہو اور حضرت صاحب بھی سچ کہتے ہیں۔''

مولوی محمد دین صاحب سابق ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان نے مرزا محمد حسین صاحب المعروف ماسٹر بی کام کو بتایا کہ جن دنوں مرزا عبدالحق، انجمن کے وکیل کے طور پر گورداسپور میں پریکٹس کر رہے تھے، ایک روز وہ مجھے ملنے کے لیے آئے، جیسا کہ دوسرے شاگرد آتے تھے تو میں نے ان سے دریافت کیا کہ کیا آپ کی اہلیہ اب تک ''حضرت صاحب'' کو بدکردار سمجھتی ہیں اور واقعہ کی صحت پر مصر ہیں تو انہوں نے کہا ''جی ہاں''۔

مولوی صدرالدین امیر جماعت لاہور کا بیان

مولوی صدرالدین صاحب سیالکوٹ کے رہنے والے اور ککے زئی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ 1900ء سے پہلے کے گریجویٹ تھے۔ بی ٹی کا امتحان پاس کیا ٹریننگ کالج میں ہی بحیثیت پروفیسر ملازمت مل گئی۔ جب مولوی نورالدین صاحب کے دور میں قادیان میں ہائی سکول بنانے کا منصوبہ تجویز ہوا تو مولوی نورالدین صاحب نے مولوی صدرالدین صاحب کو بحیثیت

ہیڈ ماسٹر مقرر کر دیا اور انہوں نے گورنمنٹ ٹریننگ کالج سے استعفیٰ دے دیا 1914ء تک رئیس الاساتذہ کے طور پر کام کیا۔ جب مولوی نورالدین صاحب کی وفات ہوئی اور جماعت میں اختلاف پیدا ہوا تو مولوی صدرالدین ان اصحاب میں سے تھے جو قادیان کو چھوڑ کر لاہور آ گئے۔ احمدیہ جماعت لاہور نے لاہور میں مسلم ہائی سکول رام گلی میں جاری کیا تو اس کے ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔ پھر جرمن چلے گئے۔ وہاں تبلیغی مشن کھولا۔ اور مسجد تعمیر کی۔ آج وہ خوبصورت مسجد آثارِ قدیمہ میں شمار ہوتی ہے اور جماعت احمدیہ لاہور کا تبلیغی مشن کا مرکز ہے مولوی صدرالدین نے جرمن زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ بھی کیا ہے مختصراً حالات زندگی بیان کرنے کی غرض صرف یہ ہے کہ کن کن لوگوں نے خلیفہ محمود کی زندگی پر گندے الزامات لگائے ہیں۔

(مؤلف کتاب ہذا) میں حلفاً بیان کرتا ہوں کہ میں نے مولوی صدرالدین صاحب سے یہ سنا تھا کہ تینوں بھائی ہی بڑے بدکار تھے ان کو ہاسٹل میں آنے کی اجازت نہیں تھی۔ مولوی صاحب نے کہا اگر اس (مرزا محمود) کے عقائد صحیح بھی ہوتے تو میں نے اس کے ہاتھ پر بیعت نہیں کرنی تھی۔ خلیفہ مرزا محمود کی زندگی میں مولوی صاحب نے اپنے ایک جمعہ کے خطبہ میں اس دور کا ابرہہ کہا تھا۔ ابرہہ نے تو بیت اللہ کی اینٹوں کو گرانے کے لیے لشکر کشی کی تھی۔ اس کم بخت نے بیت اللہ کی تکریم پر ان الفاظ سے حملہ کیا ہے کہ مکہ کی چھاتیوں سے د ے خشک ہو چکا ہے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کو ہمیشہ کے لیے باعث برکت قرار دیا ہے اور اس کے فیوض تا قیامت جاری رہیں گے۔

آفتاب اقبال ابن ڈاکٹر محمد اقبال کی شہادت

جب مولوی نورالدین صاحب کے دور میں تعلیم الاسلام ہائی سکول کے نظم و نسق اور پڑھائی کی شہرت عام ہوئی تو ڈاکٹر محمد اقبال صاحب نے اپنے صاحبزادہ آفتاب اقبال کو پڑھائی کے لیے قادیان بھیج دیا اور وہاں سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ آفتاب صاحب کی زوجہ محترمہ بیگم رشیدہ نے آفتاب اقبال صاحب کے حالات زندگی اپنی تصنیف ''علامہ اقبال اور ان کے فرزند اکبر آفتاب اقبال'' میں بیان کیے ہیں۔ اس میں مرزا محمود احمد صاحب کی زندگی کے متعلق شہادت بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔ ''قادیان میں قیام کی بدولت آفتاب اقبال اس جماعت (جماعت احمدیہ قادیان) کے دوسرے خلیفہ جناب مرزا بشیرالدین محمود کے اخلاق سیۂ سے باخبر ہوئے اور انہوں نے مرزا بشیرالدین محمود کے ایسے ایسے کارہائے نمایاں سے آگاہ کیا تھا کہ میں ایک عورت

کے ناطے اپنے قلم سے اس روداد کو بیان کرنے سے لرزہ محسوس کرتی ہوں۔ (''علامہ اقبال اور ان کے فرزند اکبر آفتاب اقبال مولفہ بیگم رشیدہ آفتاب اقبال بہ اہتمام فیروز سنز پرنٹرز (پرائیویٹ) لمیٹڈ کراچی اشاعت اگست ۱۹۹۹ء)

قارئین توجہ فرمائیں آفتاب اقبال صاحب ایک طالب علم تھے جن کا مطمح نظر صرف پڑھائی تھا۔ مرزا محمود احمد صاحب اپنی نوعمری میں ہی اپنی بدکرداری کی وجہ سے اتنے مشہور ہو چکے تھے کہ طلباء کو بھی ان کی بدکرداری کا بخوبی علم تھا۔ اور بدکرداری بھی اس نہج تک جس کو ایک عورت بیان کرنے سے لرزہ محسوس کرے۔ اس شہادت سے بھی مولوی صدرالدین صاحب کا بیان صحیح ثابت ہوتا ہے کہ میں نے تینوں بھائیوں کا داخلہ ہاسٹل میں ممنوع قرار دے دیا تھا۔

مبارک شاہ صاحب ابن مولوی محمد سرور شاہ صاحب کی شہادت

مرزا محمود احمد صاحب کے عمل بدکاری کے وقت بیٹی کا رقص

ڈاکٹر محمد احمد حامی صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں نے مبارک شاہ پسر مولوی سرور شاہ[1] صاحب سے ایک واقعہ کی تصدیق چاہی وہ یہ کہ کیا کبھی ایسا بھی ہوا تھا کہ ایک آدمی مرزا محمود کی لڑکی یا بیوی پر سوار ہو اور اس آدمی کے اوپر مرزا محمود سوار ہو گیا ہو۔ حامی صاحب کہتے ہیں کہ شاہ صاحب بولے کہ اس قسم کی کہانیاں صحیح ہیں یہ واقعہ میرے ساتھ بھی ہوا تھا۔ میں ام طاہر پر تھا۔ مرزا محمود مجھ پر سوار تھا اور اس کی ایک لڑکی پاس ہنستی، خوش ہوتی رقص کر رہی تھی۔

حامی صاحب بیان کرتے ہیں شاہ صاحب کہنے لگے صرف میں ہی زندہ رہ گیا ہوں جس نے ام طاہر کے ساتھ اپنا جسم تنہائی میں ملایا تھا۔ باقی فوت ہو چکے ہیں۔ حامی صاحب کہنے لگے کہ مبارک شاہ صاحب ان واقعات کو یاد کر کر کے بہت ہی روتے ہیں اور خدا سے توبہ استغفار کرتے رہتے ہیں۔ میں (مؤلف کتاب ہذا) مبارک شاہ صاحب کی خدمت میں گزارش کروں گا اللہ تعالیٰ سے اپنے کردہ گناہوں کی حقیقی توبہ اس رنگ میں ہوگی کہ وہ واقعات یا تو خود احاطہ تحریر لے آئیں جو مرزا محمود احمد صاحب کی صحبت میں پیش آئے یا کسی کو لکھوا دیں تا کہ ریکارڈ کے طور پر ضبط تحریر میں آجائیں کیونکہ مرزا محمود احمد صاحب کی بدکاریوں کی پردہ دری عین عبادت ہے کیونکہ

---

[1] (مولوی سرور شاہ صاحب جامعہ احمدیہ کے پرنسپل تھے۔ سلسلہ کے مفتی بھی۔ دیوبند کے فارغ التحصیل تھے۔ کتب سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے موصوف نے کوئی تفسیر بھی لکھی تھی بہر حال جماعت احمدیہ کی ایک جانی پہچانی شخصیت تھے۔ مبارک شاہ صاحب ان کے بیٹے ہیں

www.KitaboSunnat.com

اس شخص نے صرف بدکاری ہی نہیں کی بلکہ اللہ اور اس کے رسول اور قرآن کی توہین بھی کی ہے مبارک شاہ صاحب خوب جانتے ہیں۔

مبارک! تمہارے نطفہ سے فلاں عورت سے بچہ پیدا ہونا چاہیے

قاری بعض واقعات میں ابہام اور الجھاؤ محسوس کرے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کافی عرصہ پہلے یہ باتیں سنی تھیں اس وقت لکھنے کا کوئی ارادہ نہ تھا۔ مرور وقت سے بعض نام ذہن سے اتر گئے دوم اس وقت راوی سے مزید تحقیق بھی نہ کی۔ اب جب وہ باتیں لکھ رہا ہوں۔ تو نام ذہن سے اتر جانے اور مزید تحقیق نہ کرنے کی وجہ سے قاری کچھ ابہام محسوس کرے گا۔ اس وجہ سے معذرت خواہاں ہوں۔ لکھ اس لیے رہا ہوں ممکن ہے کہ کوئی اس بات کو جاننے والا اس کتاب کو پڑھ لے تو اس واقعہ کو مفصل لکھ دے یا مجھے معرفت پبلشر بھیج دے عبدالرحمان صاحب مصری سے ایک واقعہ ایسا ہوا۔ جب ام طاہر نے آتشک وسوزاک کے موذی مرض سے وفات پائی تو اس کے اندر سے اتنی پیپ نکلی کہ کفن چار دفعہ تبدیل کیا۔ مصری صاحب امؓ طاہر کی بیماری اور کفن کا پیپ سے آلودہ ہونے کا واقعہ پیغام صلح میں لکھا تو مصری صاحب نے لکھا کہ تین دفعہ کفن تبدیل کیا گیا تو اکمل صاحب نے لکھ بھیجا کفن تین دفعہ تبدیل نہیں ہوا بلکہ چار دفعہ تبدیل ہوا تھا۔ میں بھی صرف ریکارڈ کے لیے کچھ ادھورے واقعات لکھ رہا ہوں تاکہ کوئی واقف کار ان کو مکمل کردے۔ یہ جو روایت لکھنے لگا ہوں۔ یہ مبارک شاہ صاحب سے تعلق رکھتی ہے۔ وہ زندہ ہیں ممکن ہے میرے اس ادھورے واقعہ کی کسی طرح تکمیل ہو جائے۔ ڈاکٹر محمد احمد حامی صاحب کے سید مبارک شاہ صاحب کے ساتھ قریبی تعلق ہیں اور خط وکتابت ہے اس کی خدمت میں گزارش ہے کہ اس واقعہ کی جہاں کڑیاں غائب ہیں وہ مکمل کروادیں۔ یہ واقعہ مجھ سے میجر محمد یونس نے بیان کیا میجر صاحب پیدائشی احمدی تھے۔ ڈاکٹر محمد اسماعیل کے بیٹے اور حکیم قطب الدین کے پوتے تھے غالباً ان کے آباؤ اجداد بدوملہی کے رہنے والے تھے تقسیم ہند کے بعد ڈاکٹر اسماعیل صاحب پنڈی میں مقیم ہوئے۔ چودھری سر ظفراللہ صاحب مرحوم سابق وزیر خارجہ پاکستان کے ساتھ گہرے مراسم تھے۔ جب پاکستان میں آتے تو ڈاکٹر صاحب کے ساتھ ضرور ملاقات کرتے۔ چودھری محمد ظفراللہ صاحب میں دوست نوازی کی بہت عادت تھی۔ میجر محمد یونس صاحب نے بتایا ایک دفعہ چودھری صاحب والد صاحب کو ملنے آئے تو مجلس میں یہ قرار پایا جس زبان میں گفتگو کرنا قرار پائی جائے اس کے علاوہ دوسری زبان کا کوئی لفظ استعمال نہ کیا جائے۔ قرار یہ پایا پنجابی میں گفتگو کی جائے چنانچہ میں حیران رہ گیا

چودھری صاحب نے اپنی تمام گفتگو میں پنجابی کے علاوہ کوئی دوسری زبان کا لفظ نہ استعمال کیا جب ہم اس بات سے عاجز آ گئے یہ بات اس وجہ سے بیان کی ہے کہ تا کہ قاری کو یہ معلوم ہو جائے یہ واقعات بیان کرنے والے جماعت کے معتبر اشخاص ہیں عجیب بات یہ ہے چودھری ظفر اللہ صاحب کو یہ بھی علم تھا کہ ڈاکٹر اسماعیل صاحب مرزا محمود احمد صاحب سے متعلق اچھا ذہن نہیں رکھتے۔

تمہید کچھ طویل ہوگئی ہے یہ واقعہ غالباً 1955ء یا 1956ء کا ہے جس شخص کی[1] بیوی کے ساتھ یہ واقعہ ہوا اس کا نام بھول گیا ہوں۔ واقعہ یہ ہے مبارک شاہ صاحب کا یہ بیان ہے مرزا محمود نے کہا کہ فلاں آدمی ''خالی'' ہے۔ اس کا کوئی بچہ پیدا نہیں ہوگا۔ مبارک! تیرے نطفہ سے اس کے ہاں بچہ پیدا ہونا چاہیے۔ مبارک شاہ صاحب کہتے ہیں جب وہ شخص دفتر میں جاتا تو میں اس کے گھر داخل ہو جاتا تو مرزا محمود احمد کے حکم کے مطابق اس آدمی کی زوجہ کے بطن سے ایک بچہ پیدا کر دیا۔ اس بچہ کی شکل میری ہی جیسی تھی۔

مرزا طاہر احمد صاحب پسر مرزا عبدالحق صاحب کا بیان

''میری شکل دیکھو کیا میری شکل مرزا محمود احمد سے نہیں ملتی۔'' اوپر غیر کے نطفہ سے بچہ پیدا کرنے کا ذکر ہوا ہے مزید دو واقعات پڑھ لیجئے۔ ڈاکٹر محمد احمد صاحب حامی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ وہ راجا غالب احمد صاحب سابق چیئرمین تعلیمی بورڈ سرگودھا کو ان کے دفتر میں ملنے گیا۔ ادھر ادھر کی گپیں ہو رہی تھیں۔ اسی دوران مرزا طاہر احمد صاحب پسر عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ دفتر میں داخل ہوئے۔ تو راجا صاحب نے تعارف کراتے ہوئے کہا۔ حامی! انہیں جانتے یہ کون ہیں۔ حامی صاحب نے جواب دیا نہیں راجا صاحب نے کہا یہ مرزا عبدالحق ایڈووکیٹ کے صاحبزادے ہیں۔ طاہر احمد صاحب چھٹتے ہی کہا۔ نہیں میں تو مرزا محمود احمد صاحب کا بیٹا ہوں۔ حامی کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔ کیا تم میری شکل دیکھتے ہو۔ مرزا عبدالحق جیسی ہے یا مرزا محمود احمد صاحب سے ملتی ہے۔ حامی صاحب کہتے ہیں یہ الفاظ کہہ کر وہ چلا گیا راجا صاحب نے اپنی نظریں نیچے جھکا دیں اور شرمندہ ہو گئے دل میں یہ کہتے ہوں گے میں نے کیوں بے وجہ تعارف کرا دیا ہے۔

مرزا محمود احمد صاحب کو غیر کے نطفہ سے بچہ پیدا کرانے کا شوق اپنی بیویوں سے بھی تھا۔ میاں اظہر احمد (اجی) صاحب کی شکل بالکل محمود احمد صاحب کے ڈرائیور نذیر احمد سے ملتی ہے

---

[1] غالباً عبدالرزاق مہتہ ہے۔

رمز شناس اور واقف حال مرزا اظہر احمد کو نذیر احمد ڈرائیور کا بچہ ہی کہا کرتے تھے۔ ایک دفعہ چودھری عبدالحمید صاحب ڈاڈا نے اس کے منہ پر یہ کہہ دیا "چل نذیر ڈرائیور کے بیٹے۔"

نذیر احمد ڈرائیور کا بیان

بیگم مرزا محمود احمد کی شب عروسی نذیر احمد ڈرائیور کے ساتھ:

نذیر احمد ڈرائیور گندمی رنگ مضبوط جسامت اور دراز قد کا مالک تھا۔ مرزا محمود احمد کی مجلس بدکاری کا ایک اہم ممبر تھا۔ اس کا بیان ہے کہ جب مرزا محمود احمد ڈاکٹر محمد اسماعیل[1] کی بیٹی کو شادی کر کے گھر لایا۔ تو اس کی پہلی رات میرے ساتھ گزری۔ ڈرائیور بیان کرتا ہے کہ جب میں پہلی رات حجرہ عروسی میں داخل ہوا تو وہ پریشان ہوگئی۔ ویسے تو پہلے سے ہی مرزا محمود احمد صاحب کی بدکاریوں سے آشنا تھی لیکن وہ یہ امید نہیں کرتی تھی کہ پہلی رات ہی ایک ڈرائیور کے ساتھ گزارنا پڑے گی۔ پہلا سوال یہ کیا۔ کیا ام ناصر کے ساتھ بھی یہی سلوک ہوتا ہے۔ نذیر نے کہا جو عورت بھی اس چاردیواری میں قدم رکھے گی اس کے ساتھ یہی سلوک ہوگا۔ ام ناصر اس سے مستثنیٰ نہیں۔

"کوئی قادیانی میرے جنازے کو ہاتھ نہ لگائے" بیان داؤد احمد صاحب

داؤد احمد ابن راجا مدعلی کے کئی بھائی ہیں میں صرف دو کے نام جانتا ہوں میجر محمد احمد۔ میجر الیاس احمد۔ میجر محمد یونس پسر ڈاکٹر محمد اسماعیل کا یہ بیان ہے کہ داؤد اس کے دوست تھے۔ قادیان میں تو اس نے مرزا محمود احمد کی بدکاری کا کبھی ذکر نہیں کیا تھا۔ تشکیل پاکستان کے بعد مرزا محمود احمد صاحب کی مجلس بدکاری کا ممبر بننے اور ام وسیم کے ساتھ ناجائز تعلقات کے بارے میں ذکر کیا۔ میجر صاحب بیان کرتے ہیں داؤد نے کہا کہ جس رنگ اور طریقے کے ساتھ مرزا محمود احمد کے ساتھ بدکاریوں میں شامل ہوا اب عورت کی صحبت سے اتنی نفرت ہوگئی ہے کہ شادی کرنے کا ارادہ ہی نہیں۔ پاکستان کے بننے کے بعد مرزا محمود احمد کے رہائش کدہ کے قریب تک نہیں پھٹکا۔ پھر انگلستان چلے گئے۔ تو ڈاکٹر محمد احمد حامی صاحب نے بیان کیا۔ وہ احمدیوں سے اتنی نفرت کرتے ہیں اس نے یہ وصیت کر دی ہے کہ اس کے جنازے کو کوئی قادیانی ہاتھ نہ لگائے۔

---

[1] یہ مرزا محمود احمد کا ماموں۔

قریشی نذیر احمد صاحب کی شہادت

مرزا محمود احمد صاحب کی شراب نوشی:

ڈاکٹر محمد احمد صاحب حامی واقف زندگی تھے بعض تنظیمی معاملات میں حامی صاحب کو مرزا محمود کے پاس جانا پڑتا تھا۔ جب قریشی صاحب کو یہ علم ہوا تو کہنے لگے حامی! ''جب اس (محمود احمد) نے پیالہ پیا ہوا ہوتو اس کے سامنے نہ جانا۔ قریشی نذیر احمد مولوی فاضل جامعہ احمدیہ میں استاد اور حامی صاحب کے رشتے دار تھے۔

ڈاکٹر محمد احمد صاحب حامی کی شہادت

روزی، ڈیزی پر مجرمانہ حملہ

ڈاکٹر محمد احمد صاحب حامی نے بیان کیا 52-1951ء کا واقعہ ہے کہ میں اپنی خالہ فاطمہ[1] کے پاس گیا وہ بہت ہی پریشان حالت میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ ان کی پریشانی کی حالت دیکھ کر پوچھا۔ خالہ! کیا بات ہے آپ پریشان حالت میں معلوم ہوتی ہیں۔ تو پوچھنے پر پھٹ پڑیں'' کہا آپ کو مرزا محمود کے کردار کا علم نہیں آج ابوالہاشم کی بیٹیوں روزی اور ڈیزی پر مجرمانہ حملہ کیا ہے وہ آج شام کو اپنی بچیوں کو لے کر لاہور چلی گئی ہیں میں بھی اپنی بچیوں کو ساتھ لے کر جا رہی ہوں۔

ابوالہاشم بنگال کے رہنے والے تھے۔ تقسیم ہند سے پہلے وہ محکمہ تعلیم میں اعلیٰ عہدے پر فائز تھے۔ انگریزی دانی کی یہ حالت تھی کہ ایک دفعہ لاہور میں برکت ہال میں چودھری ظفر اللہ صاحب کی زیر صدارت تقریر کی۔ چودھری صاحب کی وجہ سے لاہور کا تعلیم یافتہ خصوصاً وکلاء کا طبقہ تقریر سننے کے لیے آئے تھے۔ تقریر کیا تھی ایک جادو تھا۔ تمام سامعین مبہوت اور سکوت کے عالم میں تھے ''انگریزی زبان'' کا مزہ لے رہے تھے۔ چودھری صاحب نے ابوالہاشم کی تقریر ختم ہونے کے بعد صدارتی تقریر کی۔ تقریب جلسہ ختم ہونے کے بعد غلام فرید (مترجم قرآن مجید انگریزی اور مبلغ انگلستان) نے چودھری صاحب سے مخاطب ہو کر کہا۔ آپ کی تقریر کی بہت اچھی پرفارمنس تھی۔ چودھری صاحب نے بے ساختہ جواب دیا۔ فرید! میری کیا تقریر تھی میں نے جو مجھے انگریزی آتی تھی وہ بول دی۔ تقریر تو مقرر ابوالہاشم کی تھی۔ انگریزی کا ایک بہتا ہوا دریا تھی۔ یہ تھا ابوالہاشم۔ ان کے خاندان کے ساتھ جو کچھ ہوا۔ اس کا مزید ذکر آگے آئے گا۔

---

[1] نصرت گرلز ہائی سکول کی استانی۔

جناب صلاح الدین ناصر کا بیان

جناب صلاح الدین ناصر صاحب خان بہادر ابوالہاشم کے بیٹے اور روزی اور ڈیزی کے بھائی تھے۔ کچھ دیر ربوہ میں بھی مقیم رہے، لیکن جب ان کو خلیفہ کی جنسی بے راہ روی کا یقینی علم ہوگیا تو وہ رات کی تاریکی میں والدہ اور ہمشیرگان کو ساتھ لے کر لاہور آ گئے، وہ مرزا محمود کی ننگ انسانیت حرکتوں کو بیان کرتے ہوئے کبھی مداہنت سے کام نہیں لیتے تھے، جب ان کی قادیانیت سے علیحدگی کے بارہ میں دریافت کیا گیا تو کہنے لگے:

''بھئی ہماری قادیانیت سے علیحدگی، لائبریری کے کسی اختلاف کا نتیجہ نہیں، ہم نے تو لیبارٹری میں ٹیسٹ کر کے دیکھا ہے کہ اس مذہبی انڈسٹری میں دین نام کی کوئی چیز نہیں۔ ہوس اور بوالہوس دو لفظوں کو اکٹھا کر دیں تو قادیانیت وجود میں آ جاتی ہے۔''

ناصر صاحب نے اس اجمال کو ذرا تفصیل سے بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''یوں تو مرزا محمود یعنی ''مودے'' کی بے راہروی کے واقعات طفولیت ہی سے میرے کانوں میں پڑنا شروع ہوگئے تھے اور ہماری ہمشیرہ عابدہ بیگم کا ڈرامائی قتل بھی ان مذہبی سمگلروں کی بدفطرتی اور بدمعاشی کو Expose کرنے کے لیے کافی تھا، مگر ہم حالات کی آہنی گرفت میں اس طرح پھنس چکے تھے کہ ان زنجیروں کو توڑنے کے لیے کسی بہت بڑے دھکے کی ضرورت تھی اور جب دھکا بھی لگ گیا تو پھر عقیدت کے طوق و سلاسل اس طرح ٹوٹتے چلے گئے کہ خود مجھے ان کی کمزوری پر حیرت ہوتی تھی۔''

دھکے کی وضاحت کرتے ہوئے کہا:

''تقسیم برصغیر کے بعد ہم رتن باغ لاہور میں مقیم تھے۔ جمعہ پڑھنے کے لیے گئے تو مرزا محمود نے اعلان کیا کہ جمعہ کے بعد صلاح الدین ناصر مجھے ضرور ملیں۔ جمعہ ختم ہوا تو لوگ مجھے مبارکباد دینے لگے کہ ''حضرت صاحب نے تمہیں یاد فرمایا ہے۔'' میں نے خیال کیا شاید کوئی کام ہوگا، اس لیے میں جلد ہی اس کمرہ کی طرف گیا، جہاں اس دور کا شیطان مجسم مقیم تھا۔ میں کمرہ میں داخل ہوا تو میری آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ مرزا محمود پر شیطنت سوار تھی، اس نے مجھے اپنی ''ہومیوپیتھی'' کا معمول بنانا چاہا۔ میں نے بڑھ کر اس کی داڑھی پکڑ لی اور گالی دے کر کہا: ''اگر مجھے یہی کام کرنا ہے تو اپنے کسی ہم عمر سے کرلوں گا، تمہیں شرم نہیں آتی، اگر جماعت کو پتہ لگ گیا تو تم کیا کرو گے۔'' میری یہ بات سن کر مرزا محمود نے بازاری آدمیوں کی طرح قہقہہ لگایا اور کہا ''داڑھی

منڈوا کر پیرس چلا جاؤں گا۔"

یہ دن میرے لیے قادیانیت سے ذہنی وابستگی رکھنے کا آخری دن تھا۔"

جناب صلاح الدین ناصر "حقیقت پسند پارٹی" کے پہلے جنرل سیکرٹری رہے ہیں۔ اس دور میں ملک کے گوشے گوشے میں تقاریر کر کے انہوں نے قادیانیت کی حقیقت کو خوب واشگاف کیا۔ اہم تقریر عبدالرحمان خادم مرحوم کے شہر گجرات میں کی تھی خادم مرحوم نے جلسہ کے قریب ایک مکان میں وہ ولولہ انگیز تقریر سنی تھی۔

صلاح الدین ناصر نے جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے مرزا محمود کے متعلق کہا کہ "اس کی اخلاقی حالت سخت ناگفتہ بہ ہے۔" اس پر ایک قادیانی اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا: اس کی وضاحت کریں۔ ناصر صاحب نے کہا: یہ الفاظ بہت واضح ہیں۔ وہ پھر بولا: کیا اس نے تمہاری شلوار اتاری تھی۔ ناصر صاحب نے برجستہ جواب دیا: اسی بات کو بیان کرنے سے میں جھجک رہا تھا۔ آپ اپنے خلیفہ کے مزاج شناس ہیں، آپ نے خوب پہچانا ہے، یہی بات تھی۔

جلسہ کے تمام سامعین کھلکھلا کر ہنس پڑے اور وہ صاحب آہستہ سے کھسک گئے۔ صلاح الدین ناصر کی اس بے باکی کی یہ سزا ملی موصوف کو زہر دے کر مروا دیا گیا۔

امتہ الودود کا قصہ

سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے خالہ صاحبہ نے کہا: "آپ کو معلوم ہے کہ امتہ الودود کالج کے ٹینک میں ڈوب کر مری تھی۔ اس کو ڈبونے میں میرا اور استانی میمونہ کا ہاتھ تھا۔ دونوں کے سپرد مرزا محمود نے یہ کام کیا تھا کہ امتہ الودود کو ڈبونا ہے۔ ڈاکٹر محمد احمد حامی کی خالہ نے ڈبونے کی وجہ یہ بیان کی کہ مرزا محمود کے نطفہ سے حاملہ ہوگئی تھی۔

امتہ الودود مرزا شریف احمد کی بیٹی اور مرزا محمود احمد کی بھتیجی تھیں۔

حامی صاحب نے پٹھان غلام رسول شیر فروش کی بیٹی کلثوم کو ڈاب میں ڈبونے کا بھی ذکر کیا تھا۔ وہ بھی مرزا محمود احمد صاحب کے نطفہ سے حاملہ ہوگئی تھی۔ پٹھان غلام رسول کی اولاد بہت ہی خوبصورت تھی اس کا لڑکا عبدالکریم تھا۔ غالباً ٹی وی پر کسی ڈرامے میں بھی کوئی کردار ادا کیا تھا۔ غلام رسول کی ایک بیٹی مصلح الدین کے عقد میں آئی تھی۔ مصلح الدین مدرسہ احمدیہ کا طالب علم تھا۔ تعلیم کے دوران ہی فوج میں بھرتی ہوگیا تھا۔ اور مشرقی پاکستان کے سانحہ کے دوران وفات پائی چودھری عبدالحمید ڈاڈھا کا یہ کہنا ہے غلام رسول پٹھان کی بیٹی مرزا منصور احمد سے حاملہ ہوئی تھی۔

مرزا منصور احمد صاحب مرزا شریف احمد کا بیٹا اور جماعت احمدیہ ربوہ کے موجودہ سربراہ مرزا مسرور احمد کا والد تھا ساری عمر نماز روزہ کے قریب تک نہیں گیا۔

اصل حقیقت یہ ہے حسین لڑکی تھی۔ مرزا منصور احمد صاحب اور مرزا محمود احمد دونوں کا اس سے تعلق ہو بلکہ میں تو یہ کہوں گا منصور کیا دوسرے تمام بالغ افراد خاندان مرزا محمود احمد کا بھی اس بچی سے تعلق ہوگا۔ بہر حال وہ لڑکی حاملہ ہونے کی وجہ سے ڈاب میں ہلاک کی گئی تھی۔ خواہ حمل مرزا محمود احمد صاحب کا تھا یا منصور کا۔

نوٹ: حامی صاحب نے کالج کے تالاب میں ڈوبنے کا ذکر امتہ الودود کا کیا ہے پھر اپنی ایک رشتے دار کے حوالے سے۔ لیکن جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے کہ ٹینک میں ڈوبنے سے غلام رسول پٹھان کی بچی کلثوم کی موت واقع ہوئی تھی۔ اور امتہ الودود کی موت دماغ کی رگ پھٹنے کی وجہ سے ہوئی تھی۔ مولوی عبدالمنان صاحب عمر یا اور کسی محرم راز سے حقیقت معلوم کرنے کی کوشش کروں گا۔

جناب مصلح الدین سعدی کی شہادت

مصلح الدین سعدی، جناب عبدالرحیم صاحب دردؔ کے چھوٹے بھائی اور مشہور سائنس دان ڈاکٹر عبدالسلام کے ہم زلف تھے۔ جناب عبدالرحیم درد مرزا محمود احمد صاحب کے سیکرٹری اور انگلستان کے تبلیغی مشن کے انچارج بھی رہے تھے۔ ایم اے انگریزی تھے غالباً چیف جسٹس منیر احمد کے کلاس فیلو بھی تھے۔ جماعت احمدیہ کی جانی پہچانی شخصیت تھے۔ ذہنی طور پر زیادہ سیاسی تھے۔ تاریخی ریکارڈ ہے کہ ملک صاحب جب انگلستان کے مشن کے انچارج تھے تو موصوف نے احمدیہ دارالذکر (مسجد) میں قائداعظم کو بھی بلایا تھا۔ اور قائداعظم نے وہاں ایک مختصر تقریر بھی کی تھی۔ جو جماعت احمدیہ کے لٹریچر میں موجود ہے غالباً اس وقت کے انگلستان کے کسی اخبار میں بھی شائع ہوئی تھی۔ یہ تمہید اس غرض سے لکھ رہا ہوں تاکہ قاری کو مصلح الدین سعدی کی شخصیت کا علم ہو سکے وہ کس گھرانے سے تعلق رکھتے تھے سعدی صاحب مرزا محمود احمد کی مجلس بدکاری کے نورتن تھے۔ یہاں تک کہ مرزا محمود احمد صاحب کے جعلی دستخط کر کے ان کے اکاؤنٹ سے پیسے بھی نکلوا لیا کرتے تھے۔ تقسیم ہند کے بعد مرزا محمود احمد کے قریب نہیں پھٹکے۔ سعدی صاحب چٹاگانگ میں گئے تو حامی صاحب کو بھی کسی کام کے سلسلہ میں چٹاگانگ جانا پڑا ان کو معلوم ہوا کہ سعدی صاحب یہاں ہیں۔ مرزا محمد حسین کی اس شہادت کی تصدیق کرنے کے لیے سعدی صاحب کے پاس گئے۔ مرزا

محمد حسین صاحب (جو مرزا محمود احمد صاحب کے خاندان کے اتالیق اور استاد تھے) نے سعدی صاحب کے حوالہ سے یہ بیان کیا کہ جب مرزا محمود احمد صاحب پر جنسی دورہ پڑتا تھا تو اماں جان (والدہ مرزا محمود احمد) سعدی کو بلاتی تھیں کہ مرزا محمود کو چارپائی پر مضبوطی سے باندھ دو۔ اس جنسی دورہ کے دوران جو بھی سامنے آ جاتا۔ وہ مرزا محمود کے فعل بد سے بچ نہیں سکتا۔ اس وجہ سے اماں جان اپنے بیٹے کو چارپائی پر بندھوا دیا کرتی تھیں۔ اس کے بعد جنسی دورے کو ہلکا کرنے کے لیے بار بار مشت زنی کی جاتی تھی۔ سعدی صاحب نے اس واقعہ کی نہ صرف تصدیق کی۔ بلکہ کہا حاجی صاحب! کن کن چھوٹی چھوٹی باتوں کے پیچھے پڑے ہو۔ جو باتیں میں جانتا ہوں ان کے سامنے یہ واقعہ تو بالکل ہیچ ہے۔ دیکھ لیں قادیان سے آنے کے بعد رتن باغ (رہائش گاہ) مرزا محمود احمد صاحب) کی طرف منہ نہیں کیا۔ دور چٹا گانگ آ گیا ہوں۔ یہی دعا ہے کہ مرزا محمود احمد سے دور ہی مروں۔

مصلح الدین سعدی کی دوسری شہادت

"مبینہ طور پر خلوت سیئہ (خلوت صحیحہ ناقل) کے وقت قرآن کریم کو پاس رکھنے والا بھی خدا کی گرفت سے بچ جائے تو اللہ تعالیٰ کے عظیم صبر بخشنے کے بعد ہی اس کی سیاہ کاریوں کے وسیع و عریض رقبے کو جاننے والا اپنے ایمان کی دولت کو محفوظ رکھ سکتا ہے۔ جب یہ شخص اپنے باپ کو بھی نہیں بخشتا تو یہ کیا نہ کرتا ہوگا۔"

مولف "فتنہ انکار ختم نبوت" سے ان الفاظ کی وضاحت چاہی گئی تو انہوں نے کہا کہ:

"مصلح الدین سعدی نے موکد بعذاب قسم کھا کر مجھے بتایا کہ ایک دن، میں مرزا محمود کی ہدایت پر ایک لڑکی کے ساتھ داد عیش دے رہا تھا کہ وہ آیا۔ اس نے لڑکی کے سرینوں کے نیچے سے قرآن پاک نکالا۔" (استغفر اللہ)

چودھری محمد نصر اللہ صاحب ابن چودھری عبد اللہ صاحب بھتیجا چودھری ظفر اللہ صاحب سابق وزیر خارجہ پاکستان کی شادی کا قصہ

نواب پاشا صاحب کی شادی کا ذکر کیا ہے ایک اور خوبصورت جوان محمد نصر اللہ صاحب کی شادی کا قصہ بھی لکھ دیتا ہوں جس سے مرزا محمود احمد کے خاندان کی گندگی کا نقشہ قارئین کے سامنے آ جائے گا۔ چودھری محمد نصر اللہ صاحب کی والدہ چودھری فتح محمد سیال کی بیٹی آمنہ تھیں۔ چودھری فتح محمد سیال زمیندار گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ ایم اے (انگلش) تھے۔ انگلستان میں

جماعت احمدیہ قادیان کی طرف سے مشنری بھی رہ چکے تھے۔ تقسیم ہند کے وقت گورداسپور سے آزاد ایم پی اے بھی منتخب ہوئے۔ سیال صاحب محمد نصراللہ صاحب کے رشتے میں نانا لگے۔ گویا محمد نصراللہ صاحب نجیب الطرفین تھے اور جماعت احمدیہ قادیان میں یہ دونوں بڑے گھرانے تھے۔ آمنہ صاحبہ کی بڑی خواہش تھی کہ ان کے کسی بیٹے کی شادی مرزا محمود احمد صاحب کے گھرانے میں ہو جائے تاکہ احمدی لوگوں کی نظر میں ان کا مقام مزید بڑھ جائے۔ بہرحال آمنہ صاحبہ کی کوششوں سے محمد نصراللہ صاحب کی منگنی مرزا محمود کے گھرانے میں ہوگئی تاریخ مقرر ہوگئی۔ ذرا خیال کیجئے جماعت کے دو بڑے گھرانوں کے چشم و چراغ کی شادی اور مرزا محمود احمد صاحب کے گھر کی دلہن، کس قسم کے بڑے لوگوں کی برات ہوگی۔ اسی برائت میں چودھری ظفر اللہ صاحب اور ان کے بھائی چودھری اسداللہ خان بار ایٹ لاء بھی شامل تھے جب لاہور سے برائت روانہ ہونے لگی تو غیور نوجوان چودھری محمد نصراللہ صاحب نے اہل خانہ سے کہا کہ آپ لوگ چلیں میں آپ کے پیچھے اپنے ایک دوست کو لے کر آجاؤں گا تمام برائت ربوہ چل پڑی۔ والدہ صاحبہ خوش کہ آج اس کی امید بر آئی ہے "حضور" کے گھر کی دلہن بنا کر لا رہی ہوں۔ لیکن قدرت کو کوئی اور ہی منظور تھا۔ محمد نصراللہ صاحب اس دلہن کی بدکرداری کی وجہ سے گھر نہ لانے کا پکا ارادہ کر چکے تھے۔ دلہا کار میں سوار ہو کر پشاور کی طرف چل دیا۔ اب برات ربوہ میں بیٹھی چودھری محمد نصراللہ صاحب کی آمد کا انتظار کر رہی ہے دیر ہوگئی۔ تو سوچا ایسا نہ ہو کہ راستے میں کوئی حادثہ پیش آگیا ہو۔ چودھری ظفر اللہ صاحب کے تعاون سے پولیس کے ذریعہ معلومات حاصل کیں کہ کہیں حادثہ تو نہیں ہوا۔ اس کے ساتھ کار کے ذریعے دو آدمی واپس لاہور بھیجے کہ پولیس چوکیوں اور تھانوں سے معلوم کرتے جاؤ کہ کہیں کوئی حادثہ تو نہیں ہوا۔ تھانوں چوکیوں سے معلومات حاصل کرتے ہوئے لاہور پہنچے تو گھر سے معلوم کیا کہ وہ تو برات کی روانگی سے تھوڑی دیر بعد ہی لاہور سے چلا گیا ہے۔ ادھر ربوہ میں مرزا محمود احمد صاحب آتش غضب میں جل رہا ہے۔ اور کہہ رہا ہے کہ میری خاندانی پالیسی ہی صحیح ہے کہ شادیاں اپنے ہی گھرانوں میں کریں۔ آج ایک لڑکی باہر دے کر ذلت اور رسوائی کا سامنا کر رہا ہوں۔ چودھری خاندان مارے ندامت گردنیں جھکائے بیٹھے ہیں۔ آخر اسی برات کی موجودگی میں کسی دوسرے لڑکے کے ساتھ رخصتی کر دی گئی۔

محمد نصراللہ صاحب کے نہ آنے کی وجہ دریافت کی کہ شاید جوانی میں کوئی طبی نقص ہو جس کی وجہ سے شادی سے گریز کر گیا ہے۔ لیکن چودھری محمد نصراللہ صاحب نے نہایت صفائی سے کہا کہ ~~چاہے~~ ~~گھر میں~~ بیوی لانا چاہتا ہوں کوئی داشتہ نہیں ... بے شک مجھے عاق کر دیں۔ مجھے اس کا کوئی

غم نہیں۔ مجھے (مؤلف) یہ تو معلوم نہیں کہ آیا اس کو عاق کر دیا گیا تھا یا نہیں۔ لیکن میں یہ جانتا ہوں کہ وہ اپنے خاندان سے الگ خوش و خرم زندگی گزار رہا ہے۔ اس کا خاندان کے ساتھ کوئی معاشرتی تعلق نہیں۔

ایک اور نوجوان مبشر احمد صاحب کی منگنی کا قصہ

ہر احمدی کھاتے پیتے خاندان کی یہی خواہش ہے کہ کسی طرح مرزا محمود احمد صاحب کے خاندان سے تعلق قائم ہو جائے۔ چک نمبر 98 شمالی ضلع سرگودھا کا ایک نوجوان مبشر احمد صاحب مقابلے کے امتحان میں شعبہ پولیس میں منتخب ہوگیا۔ والدین کی خواہش ہوئی کہ مرزا محمود احمد کے گھرانے کی خوبصورت دلہن لائی جائے۔ اور جماعت میں مقام عزت پائیں کسی طرح خاندان کی یہ امید بر آئی۔ کہ بچے کی منگنی مرزا محمود احمد صاحب کے خاندان میں ہوگئی۔ منگنی کی وجہ سے مرزا خاندان کے افراد (لڑکیوں اور لڑکوں) سے روابط بڑھے۔ تو نوجوان کی آنکھوں سے عقیدت کا پردہ چاک ہوا۔ حقیقت آشکار ہوئی۔ معلوم ہوا اس حسن کے پیچھے گند کا ڈھیر ہے والدین کی ناراضگی کے باوجود اپنی منگنی توڑ دی۔ غالباً چک نمبر 33 جنوبی کے ایک احمدی گھرانے میں شادی کر لی۔

ممکن ہے کہ کسی قاری کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ ان منگنیوں کا مرزا محمود احمد صاحب کے کردار سے کیا تعلق ہے کسی خاندان میں برے بچے، بچیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اس کی خدمت میں یہ عرض ہے اس خاندان میں تمام گندگی کی وجہ مرزا محمود احمد صاحب کی ذات ہے۔ موصوف کی زد سے نہ کوئی بیٹی بچی ہے اور نہ کوئی بیٹا۔ نہ کوئی اور رشتے دار اگر کوئی بچا ہے تو وہ خوش قسمت ہے۔ کئی نسلیں اس گند کے اثرات سے محفوظ رہنے کے لیے گزریں گی پھر کہیں جا کر ممکن ہے کہ وہ اس گند سے پاک صاف رہیں۔ ابھی وہی نسلیں ہیں جو یقینی طور پر مرزا محمود کے گند سے آشنا ہیں میرا یہ بھی یقین ہے اس خاندان کے وہی افراد اس گند سے محفوظ رہیں گے جو احمدیت سے تائب ہو جائیں گے۔ جیسا کہ شودی[1] ابن محمود اللہ شاہ صاحب[2] ہے۔ جماعت احمدیہ سے الگ ہو چکا ہے اور ایک اچھی زندگی گزار رہا ہے۔

---

1. [illegible] محمود اللہ صاحب کے بیٹے کو شودی شودی کہا جاتا تھا غالباً موصوف کا نام مشہود یا شہود ہے ابھی بقید حیات ہیں۔
2. سالہ مرزا محمود احمد سابق ہیڈ ماسٹر ٹی آئی ہائی سکول۔

عبدالرشید ابن مولوی نذر محمد صاحب کارکن امور عامہ کا بیان

رشید، مولوی نذر محمد صاحب کا بیٹا ہے۔ موٹا تازہ درمیانے قد کا مالک ہے۔ ایک دفعہ اتفاقیہ اس سے ملاقات ہوگئی کم تعلیم کے باوجود ایک اچھی ملازمت پر فائز تھا۔ پوچھا یار! یہ ملازمت کیسے مل گئی۔ کہنے لگا مریم صدیقہ کی بدولت۔ میں نے استفسار کیا۔ تو جواباً کہا۔ مظفر گڑھ میں پیر صلاح الدین صاحب ڈپٹی کمشنر تھے۔ اس پوسٹ کا اشتہار آیا تو میں نے مریم صدیقہ سے کہا پیر صاحب تمہارے رشتے دار ہیں یہ ملازمت ہی دلوا دیں تو کہنے لگا۔ مریم صدیقہ صاحبہ نے رقعہ لکھ کر دیا کہ اس نوجوان کی ہمارے خاندان کے لیے بہت خدمات ہیں اس کو ہر صورت میں پوسٹ ملنی چاہیے اس ملاقات سے پہلے میرا مرزا محمود احمد صاحب کے کردار کے متعلق کشف الغطاء ہو چکا تھا۔ جب میں تفصیل میں گیا تو عبدالرشید نے اپنے دل کا دکھ کہہ سنایا۔ اور اس کا سینہ دکھ کے اظہار کے وقت گرم پانی کی طرح ابل رہا تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ اس کی آنکھوں کے سامنے ماضی کے گناہوں کی فلم چل رہی ہے۔

قارئین کی دلچسپی کے لیے ایک بات عرض کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ ملاقات کے وقت ہم صرف دونوں تھے تیرا خدا۔ اور کوئی شخص نہیں تھا کچھ دیر بعد رشید مجھے ملا تو اس نے کہا یار! عجیب بات ہے تمہارے ساتھ ملاقات کا علم خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) کو ہوگیا ہے تم نے تو خود ہی میری رپورٹ کر دی ہے۔ میں آج تک حیران ہوں ملاقات کا علم مرزا محمود احمد صاحب کو کیسے ہوگیا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ میں نے اس ملاقات کا ذکر کسی سے کیا ہو جس نے "دربار خلافت" میں لکھ دیا ہو۔

عبدالمجید صاحب اسلحے والے کا بیان

"کتابچہ پڑھ کر دیکھنے لگا ہوں کہ میرے علم میں بھی کچھ اضافہ ہوا ہے۔"

عبدالمجید صاحب قادیان میں بندوقوں کی مرمت وغیرہ کا کام کیا کرتے تھے بہت ہی معمولی سے آدمی تھے۔ لیکن مرزا محمود احمد کے خاندان سے بہت ہی قریبی تعلقات تھے۔ ان کے ساتھ شکار کے لیے بھی جایا کرتے تھے۔ تقسیم ہند کے بعد کسی بڑے احمدی افسر کی سفارش پر نیلا گنبد میں اسلحہ کی ایک دکان الاٹ ہوگئی امیر بن گئے۔

مجید صاحب مرزا محمود کے خاندان سے قریبی تعلق کی وجہ سے مرزا محمود احمد کی گندی زندگی سے بخوبی آگاہ تھے 1956ء میں حقیقت پسند پارٹی کے نوجوان جماعت احمدیہ سے الگ

ہوئے اور مرزا محمود احمد کی زندگی پر اخبارات رسالہ جات اور کتابچوں میں لکھنے لگے۔ تو مجید صاحب لٹریچر کی اشاعت میں کافی مدد کیا کرتے تھے ایک دفعہ حقیقت پسند پارٹی کا ایک ممبر کتابچہ دینے آیا تو مجید صاحب کہنے لگے۔ یار! دیکھنے لگا ہوں کہ میرے علم میں کوئی اضافہ ہوا ہے۔''

اس فقرے کا کہنے کا مطلب یہ تھا کہ میرے سینے میں اتنے راز پوشیدہ ہیں کیا کوئی مزید راز بھی میرے علم میں اضافے کا موجب بنتا ہے یا نہیں۔

قارئین ذرا خیال کریں مجید صاحب قادیان میں مرزا محمود احمد صاحب کی پر معصیت زندگی سے خوب واقف ہیں۔ ایسے معاشرتی اور دنیاوی امور سامنے ہیں۔ قادیان کو چھوڑ کر کہیں نہیں جا رہے اور کس طرح برائی سے مفاہمت کی ہوئی تھی۔ تقسیم ہند کے بعد آزاد فضا میں آئے۔ تو وہی مجبور آدمی مرزا محمود احمد صاحب کی پر معائب زندگی کو احمدیوں تک پہنچانے میں نوجوانوں کی مدد کر رہا ہے یہ بھی ایک عجیب بات ہے مجید صاحب نے کھل کر مرزا محمود احمد کی بدکاری کا اظہار تو کیا کہ وہ بڑا بدکار تھا لیکن واقعاتی حقائق پر پردہ ہی ڈالے رکھا۔ اس طرح نہ معلوم کتنے حقائق لوگوں کے سینوں میں زیر مٹی چلے گئے۔ اور صفحہ قرطاس پر نہیں آ سکے۔ میں تو یہ کہتا کہ اگر تمام حقائق سامنے آ جاتے تو تمام زمین کا حسین چہرہ سیاہ ہو جاتا۔ ان پوشیدہ حقائق میں سے کچھ لوگوں کے سامنے آئے ہیں۔ ان کو پڑھ کر قاری کا جسم کانپنے لگ جاتا ہے اور اس وہم میں ڈوب جاتا ہے معلوم نہیں کہ لکھنے والے نے کہیں محض دشمنی کی وجہ سے تو نہیں لکھ دیئے کون سلیم طبع آدمی یہ یقین کر سکتا ہے بیوی پر کوئی غیر آدمی چڑھا ہوا ہو اس آدمی پر مرزا محمود احمد خود سوار ہو جائے اور پاس لڑکی رقص کر رہی ہو، یا رفو کے ساتھ ہم بستری کی تو اپنی لڑکی کو پاس بٹھا لیا۔

مرزا محمد حسین صاحب کہا کرتے تھے۔ اس ظالم نے معصیت پر پردہ معصیت سے ڈالا۔ وہ اس طرح کہ رفو کے ساتھ ہم بستری کرنے لگا ہے تو اس معصیت پر دوسری معصیت کے ساتھ یوں پردہ ڈالا کہ لڑکی پاس بٹھالی۔ اگر رفو باہر جا کر حال بیان کرے گی تو اس معصیت کا بھی ذکر کرے گی کہ زنا کے وقت اپنی لڑکی کو بھی پاس بٹھا لیا تھا۔ تو اس کے بیان کو کون سچا مانے گا۔

ایک دفعہ میری عطاء اللہ صاحب بخاری سے ملاقات ہوئی تو رفو کا چکر چل پڑا تو کہنے لگے جب رفو قادیان سے لاہور دوبارہ آئی تو مولویوں نے اس کو گھیر لیا اور مقدمہ کرنے لگے جب میں نے اصل قصہ سنا تو کہنے لگے کہ میں نے مولویوں سے کہا او مولویو! مقدمہ نہ کرنا جو قصہ یہ بیان کر رہی ہے یہ جج نہیں تسلیم کرے گا اس طرح یہ بدکار، عدالت سے اپنی بریت کی سند لے لے گا۔ اس طرح اس کی بدکاری کی سنگینی کی وجہ سے عدالت کا دروازہ نہ کھٹکا سکے۔ یہ ہے معصیت پر پردہ

معصیت کے ساتھ۔

رفیق احمد صاحب لاہوری بی اے ایل ایل بی کا بیان

"میں تو قادیان سے "خلیفہ" کی برائیوں سے واقف تھا۔"

رفیق احمد صاحب کے والد صاحب آسٹریلیا میں کاروبار کے لیے چلے گئے تھے۔ ان کی زوجہ محترمہ اقبال بیگم قادیان میں ہی مقیم تھیں اقبال بیگم یہ وہی خاتون ہیں جب اُمّ طاہر سوزاک اور آتش کی موذی بیماری میں مبتلا ہو کر میو ہسپتال میں داخل ہوئیں تو امّ طاہر کے کہنے پر اقبال بیگم نے بیماری کے ایام میں خدمت سرانجام دی اور جب امّ طاہر فوت ہوگئیں تو مرزا محمود احمد صاحب نے اقبال بیگم کی خدمات کی بہت تعریف کی۔ اور اس کے بچوں کے لیے بہت دعائیں دیں۔ ان کی دعاؤں کا یہ اثر نکلا رفیق احمد صاحب بھی بغیر اولاد انگلستان میں فوت ہوگئے اور ان کے بھائی وحید نے شادی کی ایک بچی پیدا ہوئی تو وحید صاحب اس دنیا سے رخصت ہوگئے۔ اس مختصر تمہید سے یہ بیان کرنا مطلوب ہے اس خاندان کا ام طاہر صاحب سے کتنے قریبی تعلقات تھے۔ انہی تعلقات کی وجہ سے رفیق صاحب کو بھی سوزاک ہوگئی تھی۔ رفیق احمد صاحب کو کبڈی کا بہت شوق تھا۔ اچھا خاصا جسیم تھا بہت جلد ہی قادیان کو چھوڑ کر لاہور آ گیا۔ اپنی تعلیم مکمل کرنے کے لیے اسلامیہ کالج ریلوے روڈ میں داخل ہوگیا اور اسی کی وجہ سے اسلامیہ کالج کبڈی کی ٹرافی جیتا کرتا تھا۔ جب تقسیم ہند کے بعد تعلیم الاسلام کالج لاہور منتقل ہوا۔ رفیق صاحب نے تعلیم الاسلام میں داخلہ لے لیا۔ رفیق احمد صاحب صرف کالج کی سطح کے کبڈی کے کھلاڑی نہ تھے بلکہ پنجاب کی سطح کے جانے پہچانے کھلاڑی تھے۔

لاہور میں ایک دفعہ میرا (مؤلف کتاب ہذا) ان سے ٹاکرا ہوگیا میں اس وقت خلیفہ صاحب کی کرتوتوں سے واقف ہو چکا تھا۔ دوران گفتگو خلیفہ صاحب کی بدکاریوں کا ذکر چل پڑا۔ تو میں حلفاً کہتا ہوں کہ رفیق احمد صاحب نے کہا میں تو قادیان سے ہی سب کچھ جانتا تھا میں نے کہا یار! وہاں تو آپ نے کبھی بھی اشارۃً کنایۃً اس کا ذکر تک نہیں کیا تھا۔ کہنے لگے ذکر کر کے مرنا تھا۔ خلیفہ کی بدکاریوں کا ذکر کر کے کوئی شخص قادیان میں رہ سکتا تھا۔ قادیان میں ہمارا مکان تھا باپ باہر گیا ہوا تھا۔ والدہ صاحبہ رہتی تھیں کیا ہم خلیفہ کی دشمنی مول لے کر قادیان میں رہ سکتے تھے۔

بے وضو نماز پڑھانا "تو اڈی نمازاں نے یہ ماریا اے"

مرزا محمود احمد صاحب کا بے وضو نماز پڑھانے پر تمام اہل محفل بتاں" متفق ہیں۔ خواہ

مولوی عبدالوہاب صاحب ہوں، خواہ نذیر ریاض ہو خواہ عبدالسلام اختر ہو، خواہ یوسف ناز ہوں، خواہ مبارک شاہ۔ سب کا یہی متفقہ بیان ہے کہ مرزا محمود احمد صاحب جنابت کی حالت میں نماز پڑھا دیا کرتے تھے۔ ڈاکٹر محمد احمد صاحب حامی (ڈاکٹر مرزا محمود احمد صاحب کی رنگین محفل کے رکن نہیں تھے) بیان کرتے ہیں مجھ سے مبارک شاہ صاحب نے بیان کیا ایک دن مرزا محمود احمد ''محفل بتان'' میں بیٹھا ہوا تھا خوش گپیاں چل رہی تھیں اتنے میں موذن آیا اور اس نے آواز دی ''حضور نماز کا وقت ہوگیا ہے'' آواز سنتے ہی بے ساختہ کہا ''تواڈی نمازاں نے ئیہ ماریا اے'' بے وضو حالت میں گیا اور مسجد مبارک میں نماز پڑھا دی۔ پھر واپس آ کر ''بتوں'' سے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی۔ سب کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ مرزا محمود احمد نے کبھی روزہ نہیں رکھا تھا۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ وہ حسین عورت کی صحبت کے بغیر رہ ہی نہیں سکتا تھا۔ اس طرح شعائر اللہ کا قطعاً احترام نہ کرتا تھا۔ یہ شخص عجیب شخصیت کا مالک تھا۔ نجی محفل میں ایک شیطان کے روپ میں ہوتا تھا۔ جب باہر مریدوں میں آتا کسی نماز جمعہ یا جلسہ سالانہ کے موقع پر تو یوں ظاہر کرتا کہ اس سے بڑھ کر خدا کا کوئی پیارا نہیں۔ خدا اس کے وجود میں حلول کر آیا ہے اس سے وابستہ رہنے سے ہی خدا کی رضا حاصل ہوتی ہے اس کو چھوڑنے سے انسان دہریہ ہو جاتا ہے اور آخرت میں وقود نار بنتا ہے مرید بیچارے اپنی اندھی عقیدت کی جہالت سے یہی سمجھتے ہیں کہ ان کی نجات محمود کا منور چہرہ دیکھنے میں ہی ہے۔

اس کے دیدار سے تمام گناہوں کے دھبے دھل جاتے ہیں۔ اگر کوئی خلیفہ صاحب کی برائی کا ذکر کر دے تو بڑی معصومیت سے کہہ دیتے ہیں کہ یہ احراریوں کی شرارت ہے یا پیغامیوں (لاہوری احمدیوں کو مرزا محمود احمد حقارت کی وجہ سے ان کے اخبار پیغام خلیفہ کی طرف نسبت کر کے پیغامی کہا کرتا تھا) کی طرف منسوب کر دیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ مرزا محمود احمد صاحب کا وجود جاہل احمدیوں کے نزدیک رب من دون اللہ ہے۔ یہ ہے وہ دجال جس کا ذکر حدیث میں آیا ہے۔

دوسری شہادت فتح محمد المعروف ''فتا شیر'' کی

میں حلفاً کہتا ہوں کہ ''ایک مرتبہ مرزا محمود احمد نے محفل رنگ و شباب سجائی ہوئی تھی کہ موذن نے آ کر روایتی انداز میں آواز لگائی ''حضور نماز کے لیے'' یعنی نماز کا وقت ہوگیا ہے تو حضور نے جو بڑے موڈ میں تھے، کہا:

''اک تے تہاڈیاں نمازاں نے ئیہ ماریا اے''

یہ جملہ کمرہ خاص میں بیٹھے ہوئے تمام مصاحبین نے سنا اور کھلکھلا کر ہنس پڑے اور پھر

موذن کو کہہ دیا گیا کہ نماز ''پڑھا دی جائے''۔ تقسیم ہند کے بعد فتح محمد نے ایسی توبہ کی کہ پھر ربوہ کا رخ تک نہ کیا اور بدحالی کی زندگی میں اس دنیا سے گزر گئے۔

چودھری فتح محمد صاحب نے خلیفہ کے اندرون خانہ کہانی سے تقسیم ہند کے بعد پردہ اٹھایا تھا۔ چودھری صاحب موصوف میرے قریبی دوستوں میں سے تھے۔ قادیان میں اشارۃً کنایۃً تک بات بیان نہیں کی تھی۔ جب موصوف نے تقسیم ہند کے بعد ربوہ جماعت سے عملاً لاتعلق کر لی تو پھر دریافت کرنے پر پھٹ پڑے اور خلیفہ مرزا محمود کی چشم دید بدکاریوں کا ذکر کیا۔ ان میں سے ایک مذکورہ قصہ ''نماز کی بے حرمتی'' کا ہے۔

ایک احمدی خاتون عائشہ بنت شیخ نورالدین کا بیان

مذکورہ بالا عنوان کے تحت ایک مظلوم خاتون کا بیان اخبار ''مباہلہ'' قادیان میں اشاعت پذیر ہوا تھا، گو اس وقت یہ چیلنج بھی دے دیا گیا تھا کہ اگر ''خلیفہ صاحب'' مباہلہ کے لیے آمادہ ہوں تو نام کے اظہار میں کوئی ادنیٰ تامل بھی نہیں ہوگا۔ مگر چونکہ خلیفہ مباہلہ کے لیے تیار نہیں ہوا تھا۔ اس لیے نام کا اظہار نہیں کیا گیا تھا۔ اب ہم ریکارڈ درست رکھنے کی خاطر یہ درج کر رہے ہیں کہ وہ خاتون قادیان کے دکاندار شیخ نورالدین صاحب کی صاحبزادی عائشہ تھیں۔ ان کے بھائی شیخ عبداللہ المعروف عبداللہ سوداگر آج کل ساہیوال میں مقیم ہیں۔ عائشہ بیگم تھوڑا عرصہ ہوا، انتقال کر گئی ہیں، اب ہم وہ بیان درج کرتے ہیں۔ www.KitaboSunnat.com

''میں میاں صاحب کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتی ہوں اور لوگوں میں ظاہر کر دینا چاہتی ہوں کہ وہ کیسی روحانیت رکھتے ہیں؟ میں اکثر اپنی سہیلیوں سے سنا کرتی تھی کہ وہ بڑے زانی شخص ہیں مگر اعتبار نہیں آتا تھا کیونکہ ان کی مومنانہ صورت اور نیچی شرمیلی آنکھیں ہرگز یہ اجازت نہ دیتی تھیں کہ ان پر ایسا الزام لگایا جا سکے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ میرے والد صاحب نے، جو ہر کام کے لیے حضور سے اجازت حاصل کیا کرتے تھے اور بہت مخلص احمدی تھے، ایک رقعہ حضرت صاحب کو پہنچانے کے لیے دیا، جس میں اپنے کام کے لیے اجازت مانگی تھی۔ خیر میں یہ رقعہ لے کر گئی۔ اس وقت میاں صاحب نئے مکان (قصر خلافت) میں مقیم تھے۔ میں نے اپنے ہمراہ ایک لڑکی لی جو وہاں تک میرے ساتھ گئی اور ساتھ ہی واپس آ گئی۔ چند دن بعد مجھے پھر ایک رقعہ لے کر جانا پڑا۔ اس وقت بھی وہی لڑکی میرے ہمراہ تھی۔ جونہی ہم دونوں میاں صاحب کی نشست گاہ میں پہنچیں تو اس لڑکی کو کسی نے پیچھے سے آواز دی۔ میں اکیلی رہ گئی۔ میں نے رقعہ پیش کیا اور جواب کے لیے

عرض کیا، مگر انہوں نے فرمایا کہ میں تم کو جواب دے دوں گا، گھبراؤ مت۔ باہر ایک دو آدمی میرا انتظار کر رہے ہیں، ان سے مل آؤں۔ مجھے یہ کہہ کر، اس کمرے کے باہر کی طرف چلے گئے اور چند منٹ بعد پیچھے کے تمام کمروں کو قفل لگا کر اندر داخل ہوئے اور اس کا بھی باہر والا دروازہ بند کر دیا اور چٹخنیاں لگا دیں۔ جس کمرے میں بیٹھی تھی، وہ اندر کا چوتھا کمرہ تھا۔ میں یہ حالت دیکھ کر سخت گھبرائی اور طرح طرح کے خیال دل میں آتے لگے۔ آخر میاں صاحب نے مجھ سے چھیڑ چھاڑ شروع کی اور مجھ سے برا فعل کروانے کو کہا۔ میں نے انکار کیا۔ آخر زبردستی انہوں نے مجھے پلنگ پر گرا کر میری عزت برباد کر دی اور ان کے منہ سے اس قدر بو آ رہی تھی کہ مجھ کو چکر آ گیا اور وہ گفتگو بھی ایسی کرتے تھے کہ بازاری آدمی بھی ایسی نہیں کرتے۔ ممکن ہے جسے لوگ شراب کہتے ہیں، انہوں نے پی ہو کیونکہ ان کے ہوش و حواس بھی درست نہیں تھے۔ مجھ کو دھمکایا کہ اگر کسی سے ذکر کیا تو تمہاری بدنامی ہوگی، مجھ پر کوئی شک بھی نہ کرے گا۔"

مولانا محمد اسماعیل غزنوی مرحوم کی تحقیق (غیر از جماعت)

ایک دفعہ خاکسار مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا تو مرزا محمود کے متعلق یہ دو واقعے سنائے مولانا محمد اسماعیل صاحب غزنوی حکیم نورالدین صاحب کے نواسے تھے اور مرزا محمود سے ان کی خاصی بے تکلفی تھی۔ انہوں نے بتایا کہ "مرزا محمود احمد ایک عورت کو شب باشی کا پانچ صد روپیہ ادا کرتا تھا۔" مجھے علم ہوا تو میں نے کھوج لگانا شروع کیا اور بالآخر اسے ڈھونڈ نکالا اور پوچھا تم کیسے مرزا محمود سے پانچ سو روپیہ فی رات وصول کر لیتی ہو۔ اس عورت نے بے باکانہ جواب دیا:

"مولوی توں راتیں میرے نال سوں، جے صبح توں مینوں پنج سو روپیہ نہ دتے تے میں تینوں ہزار روپیہ دیواں گی۔"

مولوی صاحب یہ جواب سن کر حیران رہ گئے۔ ملک عزیز الرحمٰن صاحب کا کہنا ہے کہ یہ بیگم عثمانی تھیں اور اس کا بیٹا سعود عثمانی بھی مرزا محمود کی رنگین محفل کا ممبر تھا۔

قادیان کا راجہ اندر...... عریاں عورتوں کے جھرمٹ میں

مولانا نے بتایا کہ مرزا محمود دریائے بیاس کے کنارے پھیرو چچی میں پکنک منایا کرتا تھا اور ایسے موقع پر وہاں متعدد خیمے لگائے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ وہاں ڈاک بنگلہ تعمیر کرنے کا پروگرام بھی بنا تھا۔ ایک موقع پر مجھے دریائے بیاس پر پکنک منانے کی دعوت دی تو میں جب وہاں پہنچا تو دربان نے انہیں روک لیا۔ ازاں بعد خلیفہ جی کو اطلاع دی گئی اور مجھے اندر بلا لیا گیا اور وہ یہ دیکھ کر

حیران رہ گئے کہ مرزا محمود پندرہ بیس بالکل عریاں لڑکیوں کے جھرمٹ میں بیٹھا ہے اور اس کے اپنے جسم پر بھی کوئی کپڑا نہیں۔ میں اس منظر کی تاب نہ لا سکا اور نگاہیں نیچی کر لیں تو مرزا محمود نے نہایت اوباشانہ طریقے سے پوچھا: ''مولانا کیا ہوا ہے۔''

مولوی ظفر محمد صاحب ظفر کا مقاطعہ کیوں؟

مولوی ظفر محمد صاحب ظفر ڈیرہ غازی کے رہنے والے تھے۔ مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ عربی زبان کا اعلیٰ ذوق رکھنے کی وجہ سے جامعہ احمدیہ میں ادب کے استاد مقرر کر دیئے گئے۔ عربی اور اردو ہر دو زبانوں میں شعر بھی کہتے تھے کہ ایک مرتبہ خلیفہ مرزا محمود نے ان کا سوشل بائیکاٹ کر دیا اور پھر بڑی مدت کے بعد ان کی جان چھوٹی۔ وہ کہا کرتے تھے کہ:

''جن باتوں کا مجھے علم ہے اگر میں تمہیں بتا دوں تو تم مرتد ہو جاؤ۔''

مولوی صاحب کا سوشل مقاطعہ خلیفہ صاحب کی جنسی انارکی کا علم ہو جانے کی وجہ سے ہوا تھا۔

1- مولوی ظفر محمد صاحب (نظارت امور عامہ) میں ملازم تھے اور مولوی فرزند علی ان کے افسر اعلیٰ۔ یہ ان دنوں کا تذکرہ ہے جب مصری صاحب اور فخر الدین ملتانی شہید خلیفہ محمود کی بدکاریوں کو اجاگر کر رہے تھے۔ مرزا محمود نے کارکنان نظارت امور عامہ کو حکم دیا کہ مصری صاحب کی لڑکی امتہ الرحمان صاحبہ کو اغوا کر لیا جائے کسی محافظ نے مولوی ظفر صاحب کو بتایا کہ:

''حضرت صاحب نے حکم دیا ہے کہ مصری صاحب کی بیٹی امتہ الرحمان کو اغوا کر لیا جائے۔''

مولوی صاحب موصوف کو یقین نہ آیا کہ ''ہمارے حضرت صاحب یہ کام بھی کرتے ہیں۔'' انہوں نے اپنی اس بے یقینی کا ذکر اپنے افسر مولوی فرزند علی سے کیا اور اس نے فوراً مولوی ظفر محمد کی اس ''ایمانی کمزوری'' کی رپورٹ خلیفہ صاحب کو پہنچا دی اور اس طرح اپنی ملازمت سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

2- جرم بہرحال جرم ہے، خواہ وہ کھلے بندوں کیا جائے یا تقدس کے جعلی پردوں میں لپٹ کر۔ جب خلیفہ صاحب کی بدکاریوں کا چرچا بڑھنے لگا تو مولوی ظفر صاحب نے اپنے طور پر لڑکوں اور لڑکیوں کے بیانات لے کر انہیں ایک کاپی میں محفوظ کرنا شروع کر دیا۔ ایک دن وہ کاپی دفتر میں بھول گئے اور مولوی تاج دین نے یہ کاپی اٹھا کر خلیفہ صاحب کو پہنچا دی تو مرزا محمود نے

مولوی صاحب کا مقاطعہ کر دیا۔

اب یہ بھی شبہ ہوا کہ کہیں انہوں نے کچھ ریکارڈ گھر میں نہ چھپا رکھا ہو۔ اس شک کو دور کرنے کے لیے امور عامہ کے ذریعے مولوی صاحب کے گھر میں چوری کروائی گئی اور معمولی معمولی چیزیں بھی اٹھوا لی گئیں۔ انہی چیزوں میں سے مولوی صاحب کے بیٹے ناصر احمد ظفر کے بچپن کا ایک فریم شدہ فوٹو بھی تھا، جو اب کچھ عرصہ ہوا مرزا ناصر احمد نے ناصر احمد ظفر کو واپس کیا ہے۔ سوال صرف یہ ہے ناصر احمد ظفر کا فوٹو مرزا محمود کے گھر کیسے چلا گیا۔

ڈاکٹر اللہ بخش صاحب سابق جنرل سیکرٹری احمدیہ کا بیان

ڈاکٹر صاحب نے ایک مرتبہ بیان کیا کہ ایک مرتبہ وہ مرزا محمود کو ملنے کے لیے گئے تو مرزا محمود کے منہ سے شراب کی بو آ رہی تھی۔ کیمیکل ایگزامینر ہونے کی وجہ سے انہوں نے فوراً ہی پتہ لگا لیا کہ یہ بو شراب کی ہے۔

عبدالعزیز نومسلم کی صاحبزادی ربوائی راسپوٹین کے چنگل

عبدالعزیز صاحب نومسلم کی صاحبزادی ایک مرتبہ بدقسمتی سے ''قصر خلافت'' میں چلی گئیں۔ تو مرزا محمود نے اس پر مجرمانہ حملہ کر کے اس کی عصمت چاک چاک کر دی۔ لڑکی نے سارا ماجرہ اپنے والد کو سنایا۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا، وہ خود عبدالعزیز مذکور کی تحریر میں پڑھیے۔ ''مجھے ایک روز ولی اللہ شاہ (سالا خلیفہ قادیان) نے اپنے دفتر میں بلایا اور کہا کہ تمہارے متعلق جو افواہ فضل کریم عبدالکریم صاحبان نے پھیلائی ہے، اس کے متعلق تم ایک تحریر لکھ دو کہ وہ سراسر غلط ہے۔ میں نے بہت ٹالنے کی کوشش کی مگر انہوں نے ایک مسودہ لکھ کر میرے سامنے رکھ دیا اور کہا کہ دستخط کر دو۔ میں نے جواب دیا کہ میں غلط بات پر کیوں دستخط کر دوں۔ انہوں نے جواب دیا کہ بات تو دراصل تمہاری ٹھیک ہے مگر سلسلہ کی بدنامی ہوتی ہے، اس لیے تم دستخط کر دو۔ میں نے پھر جواب دیا کہ میں سچی بات سے کیسے انکار کروں اور خواہ مخواہ آپ تنگ نہ کریں ورنہ اصل حقیقت آپ کو سناؤں تو خلیفہ صاحب کی پردہ دری ہوگی۔ جب انہوں نے دیکھا کہ میں کسی طرح راضی نہیں ہوتا تو دھمکانا شروع کیا کہ تمہارا وظیفہ بند ہو جائے گا اور تم قادیان سے نکالے جاؤ گے۔

(عبدالعزیز نومسلم رسالہ ''مباہلہ'' 1929ء ص 20)

حکیم عبدالعزیز (سابق پریذیڈنٹ انجمن انصار احمدیہ قادیان پنجاب) کا مرزا محمود کے سامنے مسجد اقصیٰ میں اعلان حق

حکیم عبدالعزیز صاحب نے خلیفہ محمود احمد کی بدچلنی کے متعلق جبکہ مسجد اقصیٰ میں تقریر کر رہے تھے علی الاعلان لکھ کر دیا کہ آپ زنا کار اور بدچلن ہیں۔ اس لیے میں آپ کی بیعت سے الگ ہوتا ہوں آپ پر بھی 1937ء میں حملہ کروایا گیا۔ آپ نے مرزا محمود احمد صاحب کو ایک خط لکھا جس میں آپ نے تحریر کیا کہ "سنا ہے کہ آپ نے چار گواہوں کا ذکر لوگوں سے کیا ہے۔ اگرچہ ہم سے تو نہیں کہا۔ اگر یہ بات درست ہے تو پھر آپ اسی کے لیے تیاری فرمالیں ہم صرف چار ہی نہیں بلکہ بہت سی شہادیں علاوہ عورتوں لڑکیوں اور لڑکوں کی شہادت کے خود جناب والا کی اپنی شہادت بھی پیش کریں گے اگر ہم ثبوت نہ دے سکے تو آپ کی بریت ہو جائے گی اور ہم ہمیشہ کے لیے ذلیل ہونے کے علاوہ ہر قسم کی سزا بھگتنے کے لیے تیار ہیں۔ (تاریخ محمودیت ص 44)

حکیم صاحب کا جماعت سے علیحدگی کا حلفیہ بیان:

"میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر اس کی قسم کھا کر جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے یہ تحریر کرتا ہوں کہ میں مرزا محمود احمد صاحب کی بیعت سے اس لیے علیحدہ ہوا تھا کہ میرے پاس ان کے خلاف احمدی لڑکوں لڑکیوں اور عورتوں کے صحیح واقعات پہنچے تھے جن کے ساتھ مرزا محمود احمد نے بدکاری کی تھی۔ اسی بنیاد پر میں نے مرزا محمود احمد صاحب کو لکھا تھا کہ آپ کے خلاف احمدی لڑکے لڑکیاں اور عورتیں ایسے بیان کرتی ہیں ایسی صورت میں آپ یا جماعتی کمیشن کے سامنے معاملہ پیش ہونے دیں یا مباہلہ کے لیے تیار ہوں یا حلف موکد بعذاب اٹھائیں۔ یا ہمیں موقعہ دیں کہ ہم تمام واقعات پیش کر کے جلسہ سالانہ کے موقع پر تمام احمدیوں کی موجودگی میں آپ کے سامنے حلف موکد بعذاب اٹھائیں تاکہ روز بروز کا جھگڑا ختم ہو کر حق کا بول بالا ہو۔ لیکن مرزا محمود احمد صاحب کو کسی طریق پر بھی عملی پیرا ہونے کی جرأت نہیں ہوئی۔ سوائے کفار والا حربہ بائیکاٹ مقاطع استعمال کرنے کے 1937ء سے لے کر آج تک میں اسی عقیدہ پر علیٰ وجہ البصیرت قائم ہوں کہ میاں محمود احمد ایک زانی اور بدچلن انسان ہے جس کو خدا رسول اور اس کے خام حضرت مسیح موعود سے کسی قسم کی کوئی نسبت نہیں۔ اگر میں اپنے اسی عقیدہ میں باطل ہوں تو اللہ تعالیٰ کی مجھ پر لعنت ہو۔"

حکیم عبدالعزیز سابق پریذیڈنٹ انجمن انصار احمدیہ (قادیان)

حکیم صاحب کو میں ذاتی طور پر جانتا تھا۔ بڑا سچا اور دیانتدار شخص تھا، موصوف کو جماعت سے علیحدگی کی وجہ سے مالی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ پیپلز پارٹی سے تعلق تھا۔ غالباً ایک بیٹی کی شادی شیخ رشید احمد سابق ''وزیر کے بیٹے سے ہوئی تھی۔ تمام عمر مرزا محمود احمد صاحب کی سیاہ کاریوں کو لوگوں تک پہنچاتے رہے جب مرزا محمود کا ذکر موصوف کی زبان پر آتا تو غصہ اور نفرت کی آگ برسانا شروع کر دیتے تھے۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ موصوف کسی ذہنی کربناک اذیت میں مبتلا ہیں۔ (مؤلف)

شیخ مشتاق احمد مالک احمدیہ دواگھر کا بیان

''میں ہی نہیں بلکہ قادیان کی نوے فیصد آبادی مقدسین قادیان کی سیہ کاریوں اور خفیہ عیاشیوں سے آگاہ ہے، اس لیے میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ اخبار ''مباہلہ'' نے میری معلومات میں اضافہ کیا، ہاں یہ کہہ سکتا ہوں کہ میں اخبار ''مباہلہ'' کے بیان کردہ واقعات کی تائید اور تصدیق کرتا ہوں۔

خاکسار پرانا قادیانی ہے اور قادیان کا ہر فرد و بشر مجھے خوب جانتا ہے۔ ہجرت کا شوق مجھے بھی دامن گیر ہوا اور میں قادیان ہجرت کر آیا۔ قادیان میں سکونت اختیار کی۔ خلیفہ قادیان کے محکمہ قضا میں بھی کچھ عرصہ کام کیا مگر دل میں آرزو آزاد روزگار کی تھی اور اخلاص مجبور کرتا تھا کہ اپنا کاروبار شروع کر کے خدمت دین بجالاؤں، چنانچہ خاکسار نے احمدیہ دواگھر کے نام سے ایک دواخانہ کھولا جس کے اشتہارات عموماً اخبار ''الفضل'' میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ اگر میں یہ کہوں تو بجا ہوگا کہ قادیان کی رہائش ہی میری عقیدت زائل کرنے کا باعث ہوئی، ورنہ اگر میں قادیانی بھائیوں کی طرح دور دور ہی رہتا تو آج مجھے اس تجارتی کمپنی کے ایکٹروں کے سربستہ رازوں کا انکشاف نہ ہوتا یا اگر میں خاص قادیان میں اپنا مکان بنالیتا یا خلیفہ قادیان کا ملازم ہو جاتا تو بھی مجھے آج اس اعلان کی ہرگز جرأت نہ ہوتی۔ مختصراً یہ کہ آج میں اس قابل ہوں کہ اس دجالی فرقہ سے توبہ کروں۔ میری دعا ہے اور برادران اسلام سے بھی درخواست دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ قادیان کے واقف حال لوگوں کو سچی گواہی دینے کی جرأت عطا فرمائے اور ان کو توفیق دے کہ وہ سچائی کے مقابلہ میں کسی تکلیف کو روک نہ سمجھیں۔'' (خاکسار شیخ مشتاق احمد ''احمدیہ دواگھر'' قادیان، اخبار ''مباہلہ'' دسمبر 1929ء)

ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب آنکھوں کا ہسپتال قادیان (حال فیصل آباد) کا بیان

ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب آنکھوں کے معالج تھے۔ بہت متقی، پرہیزگار، صادق القول اور نڈر قسم کے آدمی تھے تمام قادیان والے خلیفہ صاحب سے مخالفت کے باوجود ڈاکٹر صاحب کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے موصوف دکھی انسانوں کے ہمدرد اور غمگسار تھے۔ قادیان سے آکر فیصل آباد میں مقیم ہوئے۔ اور وہیں وفات پائی۔ بیان کرتے ہیں ''میں خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر اسی کی قسم کھا کر جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے۔ یہ شہادت دیتا ہوں کہ میں اس ایمان اور یقین پر ہوں کہ موجودہ خلیفہ مرزا محمود احمد دنیادار، بدچلن اور عیش پرست انسان ہے میں ان کی بدچلنی کے متعلق خانہ خدا خواہ وہ مسجد ہو یا بیت اللہ شریف یا کوئی اور مقدس مقام ہو میں حلف موکدہ بعذاب اٹھانے کے لیے ہر وقت تیار ہوں۔ اگر خلیفہ صاحب مباہلہ کے لیے نکلیں تو میں مباہلہ کے لیے حاضر ہوں۔''

یہ الفاظ میں نے دلی ارادہ سے لکھ دیئے ہیں تا کہ دوسروں کے لیے ان کی حقیقت کا انکشاف ہو سکے۔ والسلام (ڈاکٹر محمد عبداللہ آنکھوں کا ہسپتال قادیان حال لائل پور)

مرزا محمد حسین صاحب اتالیق خاندان مرزا محمود احمد کی کہانی

مرزا محمد حسین صاحب 44-اے، آریہ نگر، سمن آباد، لاہور مرزا محمود کے خاندان کی مستورات کے اتالیق رہے تھے۔ علم دوست ہونے کے باوصف لاہور کے علمی و ادبی حلقوں میں خاصے معروف تھے۔ آغا شورش کاشمیری مرحوم نے اپنی کتاب ''نورتن'' میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ وہ اکثر قادیانیت سے اپنی علیحدگی کی داستان اپنے رفقاء کو سناتے رہتے تھے۔ مجھے بھی موصوف کی صحبتوں میں بیٹھنے کے مواقع میسر آئے تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں:

''میرا بچپن غربت، جوانی علالت اور بڑھاپا کتابوں میں گزرا ہے۔ میں قادیان میں مرزا محمود احمد کے گھر میں مستورات کا اتالیق رہا ہوں اور کسی (Closed Society) میں رہتے ہوئے وہاں کے سربراہ کی خواتین کا استاد ہونا اس معاشرے کے لحاظ سے خاصی فخر کی بات ہوتی ہے۔ اگر میں مرزا محمود احمد اور اس کے جلو میں رہنے والے افراد کی بدچلنی کے بارہ میں حق الیقین کے مقام تک نہ پہنچتا تو نہ قادیان کو چھوڑتا اور نہ قادیانیت کو ترک کرتا۔''

اس کے بعد اپنی دکھ بھری کہانی بیان کرتے ہوئے یوں گویا ہوئے:

''مستورات کا استاد ہونے کی وجہ سے مجھے خلیفہ جی کی مختلف بیویوں کی باہمی چپقلش

اور سوقیانہ طعنے بازی کا علم تو ہوتا رہتا تھا مگر میں اسے زیادہ اہمیت نہ دیتا تھا۔ رفتہ رفتہ مجھے ڈاکٹر احسان علی[1] مصلح الدین سعدی اور پھر نذیر ڈرائیور سے بڑے تواتر کے ساتھ یہ معلوم ہونا شروع ہوا کہ ''قصر خلافت'' میں جنسی عصیان کا ناپاک دھندہ ہوتا ہے۔ میں اپنی طبیعت اور مزاج کے اعتبار سے ان باتوں کو تسلیم کرنے کے لیے قطعاً تیار نہ تھا، گو حقائق اور واقعات دن بدن نکھر کر سامنے آ رہے تھے۔ میں یہ سوچ کر دل کو تسلی دیتا رہا کہ ''خلیفہ صاحب'' کے اردگرد رہنے والے لوگ بدمعاش ہیں مگر خود ان کے بارے میں کوئی ایسی بات میرے حاشیہ خیال میں بھی نہ تھی۔ آخر میں نے اس امر کا ارادہ کرلیا کہ ان افراد میں سے کسی کو اعتماد میں لوں اور پھر ''خلیفہ صاحب'' کو ان لوگوں کی خباثتوں سے مکمل طور پر آگاہ کردوں تاکہ اس ذہنی خلجان سے نجات پاؤں، جس سے میں گزر رہا تھا۔ میں نے اپنے اس ارادہ کا مصلح الدین سعدی سے ذکر کیا تو اس نے کہا: پہلے ''حضرت صاحب'' سے اجازت لے لیں۔ بعدازاں مجھے بتایا گیا کہ ''حضرت صاحب'' تمہارے متعلق سن کر حیران تو ہوئے مگر اب انہوں نے اجازت دے دی ہے۔ میں اس وقت بھی اس یقین سے معمور تھا کہ یہ جھوٹ بول رہا ہے۔ تھوڑے وقفے کے بعد جب مجھے کوکین والا پان لا کر دیا گیا اور ساتھ ہی یہ ہدایت نامہ بھی کہ مریم کے پاس مت جانا، اسے مطمئن کرنا تمہارے لیے ممکن نہ ہوگا۔ قمی (امتہ القیوم بنت مرزا محمود) کے پاس جانا، وہ تمہاری شاگرد ہے اور شاگرد ویسے بھی استاد سے دبتا ہے، اس لیے تم اس سے خوب نپٹ لوگے، اسی دوران مجھے نذیر ڈرائیور سے یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ مرزا محمود بہت خوش ہے کہ میں بھی زیر دام آ گیا ہوں اور اس نے کہا: ''یہ اب پھنسا ہے۔''

گو اب میرا یقین تو ڈانواں ڈول ہو رہا تھا، لیکن پھر بھی میں نے اتمام حجت کی خاطر مزید آگے جانے کا تہیہ کرلیا اور مصلح الدین سعدی کی معیت میں کمرۂ خاص کی طرف روانہ ہوا۔ میرا ''راہبر'' بھی سوچ رہا ہوگا۔

کارواں غولان صحرائی کو رہبر مان کر
ہو چکا گمراہ گمراہی کو منزل جان کر

ابھی کچھ زینے باقی تھے کہ میرے گائیڈ نے مجھے کہا کہ ''حضرت صاحب'' کو کچھ لوگ ملنے آ گئے ہیں، تھوڑی دیر ٹھہر جائیں۔ اتنا کہہ کر وہ اوپر چلا گیا اور میں ڈاکٹر حشمت اللہ کے کمرہ میں بیٹھ گیا۔ قریباً نصف گھنٹے کے بعد مصلح الدین سعدی واپس لوٹا تو اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ

---

[1] قادیان کا سانڈ۔

رہی تھیں۔ اس نے آتے ہی مجھ سے کہا "ماسٹر صاحب، آپ اس سلسلہ میں اور لوگوں سے بھی باتیں کرتے رہے ہیں، اب انجام کے لیے تیار ہو جائیں۔"

تب یہ عقدہ کھلا کہ اس خلوت کدہ میں جانے کے لیے ایک ہی Source استعمال ہو سکتا تھا کیونکہ مختلف ذرائع استعمال کرنے سے راز کھل جانے کا اندیشہ بھی تھا اور یہ فکر بھی کہ یہ لوگ کہیں اس عشرت کدے سے باہر بھی اپنا تعلق قائم نہ کرلیں۔

اس کے ساتھ ہی "واقفان سرخلافت" کی گفتگو میں سرد مہری اور تہدید غالب آ گئی۔ ہسپتال میں مرزا محمود کے حکم پر میری پٹی، بند کر دی گئی تا کہ میں T.B of the Spine سے صحت یاب نہ ہوں اور مر جاؤں اور اس راز کو افشا نہ کرسکوں۔ اس طرح مجھے مرزا محمود کو اس کے "حواریوں" کی بدمعاشی سے آگاہ کرنے کی حسرت ہی رہی، البتہ خود مذہب کے پردہ میں ہونے والی جنسی یورشوں اور ان میں مرزا محمود اور اس کے خاندان اور ساتھیوں کے ملوث ہونے کا ایسا قطعی علم ہوا کہ میرے لیے اس فضا میں رہنا دوبھر ہوگیا۔ واپس گھر آیا تو دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا۔ اعتقادات کی عمارتیں زمین بوس ہو چکی تھیں۔ جس شخص کے لیے مسلسل پانچ سال تک تہجد میں دعائیں کرتا رہا، اسے فداہ ابی وامی کہتا رہا، وہ اس قدر بدکردار نکلا کہ اس کا مثیل تلاش کرنے نکلیں تو صدیوں بھٹکتے رہیں۔ اس بے قراری، بے چینی، بے کلی اور اضطراب کے عالم میں لیٹا تو خوفناک بخار نے آلیا۔ ساری رات انگاروں پر جلتے ہوئے کاٹی۔ صبح ہوش آیا تو دیکھا کہ سر کے سارے بال ایک ہی رات میں جھڑ چکے تھے۔ اب میں دہریت کے بدترین ریلے کی زد میں تھا۔ میں نے قرآن پاک کو اٹھا کر گندگی میں پھینک دیا۔ (استغفراللہ) چند دن یہی حالت رہی۔ مگر پھر اللہ تعالیٰ نے دستگیری فرمائی اور مجھے اس دوسری گمراہی سے بھی نکالا اور میں نے دوبارہ نمازیں شروع کر دیں۔

اس کے کچھ عرصہ بعد کمالیہ میں ایک ماہر طبیب سے ملاقات ہوئی، تو انہوں نے مجھے بالکل "فارغ البال" دیکھ کر کہا: اس عمر میں بالوں کی جڑیں تو رہتی ہیں، آپ کے بالوں کی تو جڑیں ہی جل چکی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے آپ کو کوئی شدید صدمہ پہنچا ہے۔ اس پر میں نے اس واقعہ کا مختصراً ذکر کیا تو وہ کہنے لگے: مرزا صاحب خدا کا شکر ادا کریں کہ آپ پر اس Shock کا سب سے ہلکا اثر ہوا ہے کیونکہ اکثر اوقات ایسے مواقع پر فالج ہو جاتا ہے یا دانت گر جاتے ہیں اور کمترین اثر یہ ہوتا ہے کہ بال گر جاتے ہیں۔"

مشہور کالم نگار احمد بشیر (غیر از جماعت) کا بیان سدومیت اور امرود کھانا

مشہور کالم نگار احمد بشیر نے مرزا محمود احمد کے عشرت کدہ خلافت سے آگاہی رکھنے والے اپنے ایک قادیانی دوست کے حوالے سے بتایا کہ مرزا محمود احمد کو سدومیت کی عادت بھی تھی اور ایک مرتبہ وہ بقول اس قادیانی دوست کے اس عمل سے بھی گزر رہے تھے اور ساتھ ساتھ امرود بھی کھاتے جا رہے تھے۔

میں کہاں آ نکلا (ثاقب زیروی)

جناب محمد صدیق ثاقب زیروی خوش گلو شاعر تھے۔ قادیان میں ام طاہر کے پاس آنا جانا تھا خلیفہ صاحب کی جنسی بے راہروی سے واقف تھے اپنی قلبی اور ذہنی اذیت کو اپنی اس نظم میں بیان کیا ہے؟

"ایک پیر خانقاہ کی لادینی سرگرمیوں سے متاثر ہو کر"

شورش زہد بپا ہے میں کہاں آ نکلا
ہر طرف مکر و ریا ہے میں کہاں آ نکلا
نہ محبت میں حلاوت نہ عداوت میں خلوص
نہ تو ظلمت نہ ضیا ہے میں کہاں آ نکلا
چشم خود بیں میں نہاں حرص زرد گوہر کی
کذب کے لب پہ دعا ہے میں کہاں آ نکلا
راستی لحظہ بہ لحظہ ہے رواں سوئے دروغ
صدق پابند جفا ہے میں کہاں آ نکلا
دن دہاڑے ہی دکانوں پہ خدا بکتا ہے
نہ حجاب اور حیا ہے میں کہاں آ نکلا
یاں لیا جاتا ہے بالجبر عقیدت کا خراج
کیسی بے درد فضا ہے میں کہاں آ نکلا
خندق زن ہے سفلگی اس کی ہر اک سلوٹ میں
یہ جو سرسبز قبا ہے میں کہاں آ نکلا
دلنوازی کے پھریروں کی ہواؤں کے تلے

جانے کیا رینگ رہا ہے میں کہاں آنکلا
عجز سے کھلتی سمٹتی ہوئی باچھوں پہ نہ جا
ان کے سینوں میں دغا ہے میں کہاں آنکلا
یہ ہے مجبور مریدوں کی ارادت کا خمار
یہ جو آنکھوں میں جلا میں کہاں آنکلا
قلب مومن پہ سیاہی کی تہیں اتنی دبیز
ناطقہ سہم گیا ہے میں کہاں آنکلا
الغرض یہ وہ تماشا ہے جہاں خوف خدا
چوکڑی بھول گیا ہے میں کہاں آنکلا

مولوی عبدالستار نیازی اور دیوان سنگھ مفتون (غیر از جماعت)

مولانا عبدالستار صاحب نیازی نے امیر الدین صاحب سیمنٹ بلڈنگ تھارنٹن روڈ لاہور کے سامنے بیان کیا کہ:

''ایوب حکومت میں جب دیوان سنگھ مفتون پاکستان آئے تو مجھے ملنے کے لیے بھی تشریف لائے۔ دوران گفتگو انہوں نے بڑی حیرانگی سے کہا: میں عرصہ دراز کے بعد ربوہ میں مرزا محمود سے ملا ہوں، خیال تھا کہ وہ کام کی بات کریں گے مگر میں جتنا عرصہ وہاں بیٹھا رہا، وہ یہی کہتے رہے کہ فلاں لڑکی سے تعلقات استوار کیے تو اتنا مزہ آیا، فلاں سے کیے تو اتنا!''

مرزا محمود احمد کی ایک بیوی کا خط دیوان سنگھ مفتون کے نام

حکیم عبدالوہاب عمر بیان کرتے ہیں کہ مرزا محمود خلیفہ ربوہ کی ایک بیوی نے ایک مرتبہ ایڈیٹر ''ریاست'' سردار دیوان سنگھ مفتون کو خط لکھا کہ تم راجوں مہاراجوں کے خلاف لکھتے ہو، ہمیں بھی اس ظالم کے تشدد سے نجات دلاؤ جو ہمیں بدکاری پر مجبور کرتا ہے۔ ایڈیٹر مذکور نے ظفر اللہ خاں وغیرہ قادیانیوں سے تعلق کی وجہ سے کوئی جرات مندانہ اقدام تو نہ کیا، البتہ ''ریاست'' میں خلیفہ جی کی معزولی کے بارہ میں ایک نوٹ تحریر کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ جس شخص پر اہل خانہ تک جنسی بے راہروی کے الزامات لگا رہے ہوں، اسے اس قسم کے عہدہ سے چمٹا رہنا سخت ناعاقبت اندیشانہ فعل ہے۔ قادیانی ''رائل پارک فیملی'' کے قریبی حلقوں کا کہنا ہے کہ یہ بیوی مولوی نورالدین جانشین اول جماعت قادیان کی صاحبزادی امۃ الحی بیگم تھیں۔

راجہ بشیر احمد رازی کی ہڈبیتی

راجہ بشیر احمد رازی حال مشن روڈ بالمقابل ناز سینما لاہور، راجہ علی محمد صاحب کے صاحبزادے اور راجہ غالب احمد صاحب کے بڑے بھائی اور عبدالرحمان خادم کے بہنوئی ہیں۔ 1945ء میں زندگی وقف کرنے کے بعد ربوہ چلے گئے اور صدر انجمن احمدیہ ربوہ میں نائب آڈیٹر کے عہدے پر کام کیا۔ اسی دوران ان کے تعلقات شیخ نورالحق ''احمدیہ سنڈیکیٹ'' اور ڈاکٹر نذیر احمد ریاض سے ہو گئے جو مرزا محمود احمد کی خلوتوں سے پوری طرح آشنا تھے۔ راجہ صاحب ایک قادیانی گھرانے میں پلے تھے، اس لیے متعدد مرتبہ سننے کے باوجود انہیں اس بات کا یقین نہیں آتا تھا کہ انہوں نے ڈاکٹر نذیر ریاض صاحب سے کہا کہ ''میں تو اس وقت تک تمہاری باتوں کو ماننے کے لیے تیار نہیں، جب تک خود اس ساری صورتحال کو دیکھ نہ لوں۔'' ڈاکٹر صاحب مذکور نے ان سے پختہ عہد لینے کے بعد ان کو بتایا کہ محاسب کا گھڑیال ہمارے لیے سٹینڈرڈ ٹائم کی حیثیت رکھتا ہے، جب اس پر 9 بجیں تو آ جانا۔ مقررہ وقت پر راجہ صاحب ڈاکٹر نذیر کی معیت میں ''قصر خلافت'' پہنچے تو خلاف توقع دروازہ کھلا تھا۔ راجہ صاحب کچھ ٹھٹکے کہ یہ کیا معاملہ ہے، کہیں ڈاکٹر سچ ہی نہ کہہ رہا ہو، پھر انہیں یہ بھی خیال آیا کہ کہیں انہیں قتل کروانے یا پٹوانے کا تو کوئی پروگرام نہیں، مگر انہوں نے حوصلہ نہ چھوڑا اور ڈاکٹر نذیر کے پیچھے چلتے گئے۔ جب اوپر پہنچے تو ڈاکٹر نے انہیں ایک کمرہ میں جانے کا اشارہ کیا اور خود کسی اور کمرہ میں چلے گئے۔ راجہ صاحب نے پردہ ہٹا کر دروازے کے اندر قدم رکھا تو عطر کی لپٹوں نے انہیں مسحور کر دیا اور انہوں نے دیکھا کہ چھوٹی مریم آراستہ و پیراستہ بیٹھی ہے اور انگریزی کے ایک مشہور جنسی ناول ''فینی ہل'' کا مطالعہ کر رہی ہے۔ راجہ صاحب کہتے ہیں کہ:

''یہ منظر دیکھ کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور میری سوچ کے دھاروں میں تلاطم برپا ہو گیا۔ میں نے چشم تصور سے اپنے والد محترم کو دیکھا اور کہا تم اس کام کے لیے چندہ دیتے رہے ہو، پھر مجھے اپنی والدہ محترمہ کا خیال آیا جو انڈے بیچ کر بھی چندہ کے طور پر ربوہ بھجوا دیا کرتی تھیں، اسی حالت میں آگے بڑھا اور پلنگ پر بیٹھ گیا۔ وہاں تو دعوت عام تھی، مگر میں سعی لاحاصل میں مصروف تھا اور مجھے ڈاکٹر اقبال کا یہ مصرعہ یاد آ رہا تھا۔

یہ ناداں گر گئے سجدے میں جب وقت قیام آیا

اصل میں مجھے اس قدر **Shock** ہوا تھا کہ میں کسی قابل ہی نہ رہا تھا، اس لیے میں نے

بہانہ کیا کہ میں کھانا کھا کر آیا ہوں۔ مجھے پتہ نہیں تھا کہ مجھے یہ فریضہ سرانجام دینا ہے اور اگر شکم سیری کی حالت میں، میں یہ کام کروں تو مجھے اپنڈیکس کی تکلیف ہو جاتی ہے، اس طرح معرکہ اوّل میں ناکام واپس لوٹا اور آتے ہوئے مریم نے مجھے کہا: ''کل اکیلے ہی آ جانا، یہ ڈاکٹر نذیر بڑا بدنام آدمی ہے، اس کے ساتھ نہ آنا۔'' دوسرے دن ڈاکٹر صاحب سے ملاقات ہوئی تو وہ کہنے لگے کہ تمہاری شکایت ہوئی ہے کہ ''یہ کون ہیجڑہ سالے آئے تھے۔'' دوسرے دن میں ذہنی طور پر تیار ہو کر گیا اور گزشتہ شکایت کا ہی ازالہ نہ ہوا، میرے اعتقادات، نظریات اور خلیفہ جی اور ان کے خاندان کے بارہ میں میرا مریدانہ حسن ظن بھی حقائق کی چٹان سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گیا اور میں نے واپس آ کر سب سے پہلا کام یہ کیا کہ ملازمت سے مستعفی ہو گیا۔ ازاں بعد مجھے رشوت کے طور پر لنڈن بھیجنے کی پیشکش ہوئی، مگر میں نے سب چیزوں پر لات مار دی۔''

اب آپ ''کمالات محمدیہ'' ص 55 سے ان کی تحریر کا متعلقہ حصہ ملاحظہ فرمائیں۔

''یہ ان دنوں کی بات ہے جب ہم ربوہ کے کچے کوارٹروں میں، خلیفہ صاحب ربوہ کے کچے ''قصر خلافت'' کے سامنے رہائش پذیر تھے۔ قرب مکانی کے سبب شیخ نور الحق ''احمدیہ سنڈیکیٹ'' سے راہ و رسم بڑھی تو انہوں نے خلیفہ صاحب کی زندگی کے ایسے مشاغل کا تذکرہ کیا، جن کی روشنی میں ہمارا وقف کار احمقاں نظر آنے لگا۔ اتنے بڑے دعوے کے لیے شیخ صاحب کی روایت کافی نہ تھی۔ خدا بھلا کرے ڈاکٹر نذیر احمد ریاض صاحب کا، جن کی ہمرکابی میں مجھے خلیفہ صاحب کے ایک ذیلی عشرت کدہ میں چند ایسی ساعتیں گزارنے کا موقع ہاتھ آیا، جس کے بعد میرے لیے خلیفہ صاحب ربوہ کی پاک دامنی کی کوئی سی بھی تاویل و تعریف کافی نہ تھی اور اب میں بفضل ایزدی علیٰ وجہ البصیرت خلیفہ صاحب ربوہ کی بداعمالیوں پر شاہد ناطق ہو گیا ہوں۔ میں صاحب تجربہ ہوں کہ یہ سب بداعمالیاں ایک سوچی سمجھی ہوئی سکیم کے تحت وقوع پذیر ہوتی ہیں اور ان میں اتفاق اور بھول کا دخل نہیں۔ محاسب کا گھڑیال (نوٹ: محاسب کے گھڑیال سے مراد یہ ہے کہ اگر ایک شخص کو رات نو بجے کا وقت، عشرت کدے کے لیے دیا گیا ہے تو اس کی گھڑی میں بے شک 9 بج چکے ہوں، جب تک محاسب کا گھڑیال 9 نہ بجائے، اس وقت تک وہ شخص اندر نہیں آ سکتا۔) ان رنگین مجالس کے لیے سٹینڈرڈ ٹائم (Standard Time) کی حیثیت رکھتا تھا، اب نہ جانے کون سا طریقہ رائج ہے۔ میرے اس بیان کو اگر کوئی صاحب چیلنج کریں تو میں حلف مؤکد بعذاب اٹھانے کو تیار ہوں۔'' والسلام (بشیر رازی سابق نائب ایڈیٹر، صدر انجمن احمد، ربوہ)

محمد یوسف ناز کا لرزا دینے والا حلفیہ بیان

''ایک مرتبہ، جبکہ میاں صاحب چاقو لگنے کی وجہ سے شدید زخمی ہو گئے تھے، اس کے چند دن بعد مجھے ربوہ جانے کا اتفاق ہوا۔ میں نے دیکھا دفتر پرائیویٹ سیکرٹری کے سامنے مرزا صاحب کے مریدان باصفا کا ایک جم غفیر ہے۔ ہر شخص کے چہرے پر اضطراب کی جھلکیاں صاف دکھائی دے رہی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اپنے پیر کے دیدار کی ایک معمولی سی جھلک ان کے دل ناصبور کو اطمینان بخش دے گی۔

پرائیویٹ سیکرٹری کے حکم کے مطابق کچھ احتیاطی تدابیر اختیار کی گئی تھیں، یعنی ہر شخص کی الگ الگ چار جگہوں پر جامہ تلاشی لی جاتی تھی اور اس امر کی تاکید کی جاتی تھی کہ ''حضرت اقدس کے قریب پہنچ کر نہایت آہستگی سے السلام علیکم کہا جائے اور پھر یہ کہ اس کے جواب کا منتظر نہ رہا جائے، بلکہ فوراً دوسرے دروازے سے نکل کر باہر آ جایا جائے۔ میں خود ملاقات کی غرض سے حاضر ہوا تھا۔ گراں بندشوں نے کچھ آزردہ سا کر دیا اور میں واپس چلا گیا۔ چنانچہ پھر دو بجے بعد از دوپہر دوبارہ حاضر ہوا۔ شیخ نورالحق صاحب، جو ان کے ذاتی دفتر کا ایک رکن ہے، اس سے اطلاع کے لیے کہا۔ ''حضرت اقدس'' نے خاکسار کو شرف باریابی بخشا۔ اس وقت کی گفتگو جو ایک مرید (میرے) اور ایک پیر (مرزا صاحب) کے درمیان تھی، ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔

میں نے نہایت بے تکلفی سے کام لیتے ہوئے حضور سے دریافت کیا کہ ''آج کل تو آپ سے ملنا بھی کارے دارد ہے۔''

فرمایا: ''وہ کیسے؟''

عرض کیا کہ ''چار چار جگہ جامہ تلاشی لی جاتی ہے تب جا کر آپ تک رسائی ہوتی ہے۔''

جواباً انہوں نے میرے ''عمود لحمی'' کو پکڑ کر ارشاد فرمایا کہ:

''جامہ تلاشی کہاں ہوئی ہے کہ جس مخصوص ہتھیار سے تمہیں کام لینا ہے وہ تو تمام احتیاطی تدابیر کے باوجود اپنے ساتھ اندر لے آئے ہو۔''

اس حاضر جوابی کا بھلا میرے پاس کیا جواب ہو سکتا تھا۔ میں خاموش ہو گیا مگر ایک بات جو میرے لیے معمہ بن گئی، وہ یہ تھی کہ سنا تو یہ تھا کہ چارپائی سے ہل نہیں سکتے، حتیٰ کہ سلام کا جواب بھی نہیں دے سکتے تھے مگر وہ میرے سامنے اس طرح کھڑے تھے جیسے انہیں قطعی کوئی تکلیف نہیں تھی۔

میں میاں صاحب کی خدمت میں التماس کروں گا کہ اگر وہ اس بات کو جھٹلانے کی ہمت رکھتے ہیں تو حلف موکد بعذاب اٹھائیں اور میں بھی اٹھاتا ہوں۔'' ایم یوسف ناز، کراچی، حال مقیم لاہور۔

یوسف ناز کا دوسرا حلفیہ بیان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ

واشھد ان محمد عبدہ و رسولہ

میں اقرار کرتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ خدا کے نبی اور خاتم النبیین ہیں اور اسلام سچا مذہب ہے۔ میں احمدیت کو برحق سمجھتا ہوں اور حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کے دعوے پر ایمان رکھتا ہوں اور ان کو مسیح موعود مانتا ہوں اور اس کے بعد میں موکد بعذاب حلف اٹھاتا ہوں۔

میں اپنے علم، مشاہدہ اور رویت عینی اور آنکھوں دیکھی بات کی بنا پر خدا کو حاضر و ناظر جان کر اس پاک ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ:

''مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفہ ربوہ نے خود اپنے سامنے اپنی بیوی کے ساتھ غیر مرد سے زنا کروایا۔''

اگر میں اس حلف میں جھوٹا ہوں تو خدا کی لعنت اور عذاب مجھ پر نازل ہو۔ میں اس پر مرزا بشیر الدین محمود احمد کے ساتھ بالمقابل حلف اٹھانے کو تیار ہوں۔

محمد یوسف ناز معرفت عبدالقادر

تیرتھ سنگھ، جے بلوائی روڈ، عقب شالیمار ہوٹل، کراچی

محمد عبداللہ احمد کا بیان

مصری عبدالرحمٰن صاحب کے بڑے لڑکے حافظ بشیر احمد نے میرے سامنے ہاتھ میں قرآن شریف لے کر یہ لفظ کہے، خدا تعالیٰ مجھے پارہ پارہ کر دے اگر میں جھوٹ بولتا ہوں کہ موجودہ خلیفہ صاحب نے میرے ساتھ بدفعلی کی ہے۔ میں خدا کی قسم کھا کر یہ واقعہ لکھ رہا ہوں۔

بقلم خود محمد عبداللہ احمدی

سیمنٹ فرنیچر ہاؤس، مسلم ٹاؤن، لاہور

منیر احمد کا بیان

''میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر، جس کی جھوٹی قسم کھانا کبیرہ گناہ ہے، یہ تحریر کرتا ہوں کہ میں نے حضرت مرزا محمود احمد صاحب قادیان کو اپنی آنکھ سے زنا کرتے دیکھا ہے۔ اور میں اقرار کرتا ہوں کہ اس نے میرے ساتھ بھی بدفعلی کی ہے۔ اگر میں جھوٹ بولوں تو مجھ پر خدا کی لعنت ہو۔ میں بچپن سے وہیں رہتا تھا۔'' (منیر احمد)

سیدہ امّ صالحہ کا حلفیہ بیان

مرزا گل محمد صاحب مرحوم (آپ قادیان کے رئیس اعظم تھے اور وہاں بڑی جائیداد کے مالک تھے) مرزا غلام احمد صاحب کے خاندان کے رکن تھے۔ ان کی دوسری بیوہ (چھوٹی بیگم) نے مجھے بیان کیا کہ خلیفہ صاحب کو میں نے اپنی آنکھوں سے ان کی صاحبزادی اور بعض دوسری عورتوں کے ساتھ زنا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ میں نے خلیفہ صاحب سے ایک دفعہ عرض کی، حضور یہ کیا معاملہ ہے؟

آپ نے فرمایا کہ:

''قرآن و حدیث میں اس کی اجازت ہے، البتہ اس کو عوام میں پھیلانے کی ممانعت ہے۔'' نعوذ باللہ من ذالک۔

میں خداوند تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر حلفیہ تحریر کر رہی ہوں۔ شاید میری مسلمان بہنیں اور بھائی اس سے کوئی سبق حاصل کریں۔ فقط

(سیدہ ام صالحہ بنت سید ابرار حسین، سمن آباد، لاہور)

قاضی خلیل احمد صدیقی کا اعلان

قاضی خلیل احمد صدیقی خوبرو اور وجیہہ ہیں۔ میٹرک کے بعد آپ ''جامعہ احمدیہ'' میں داخل ہوئے۔ وہ خود بھی اس وقت قیامت تھے مگر ان پر کئی اور قیامتیں ٹوٹ پڑیں، جس کی تفصیل کچھ عرصہ بعد انہوں نے اپنے ٹریکٹ ''میں نے مرزائیت کیوں چھوڑی'' میں دی۔ ملاحظہ فرمائیں

''میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے، حلف موکد بعذاب شہادت دیتا ہوں کہ میں نے خلیفہ صاحب ربوہ کے صاحبزادے مرزا نعیم احمد کے ایماء پر زنا کرنے میں شرکت کی۔ مرزا نعیم احمد نے اپنے گھر کی کوئی نوکرانی و مہترانی (جو کہ مسلمان

ہیں) کو زنا کیے بغیر نہیں چھوڑا، نیز ایک واقعہ پر مرزا نعیم احمد نے مجھے خلیفہ صاحب کی بیوی (مہر آپا بنت سید عزیز اللہ شاہ) کے ساتھ برا کام (زنا) کرنے کو کہا۔ میں نے مرزا نعیم احمد صاحب کو جواباً کہا کہ میاں صاحب، وہ تو ہماری ماں ہیں اور آپ کی بھی ماں ہیں ...... یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ والدہ کے ساتھ برا کام کیا جائے؟ کچھ تو خدا کا خوف کرو اور حضور کی عزت کی طرف دیکھو۔ تو مرزا نعیم نے جواب دیا ''بھائی ماں واں مت سمجھو، جو بات میں نے تم سے کہی ہے، یہ مہر آپا کے فرمان کے مطابق کہی ہے۔ تمہیں ان کا حکم ٹالنے کی اجازت نہیں۔''

میں آج تک یہی سمجھ رہا تھا کہ مرزا نعیم احمد نوجوان ہے۔ اگر وہ کسی بدی کا ارتکاب کرتا ہے یا کرواتا ہے تو عجوبہ کی بات نہیں۔ اس کے ذاتی چال چلن سے جماعت احمدیہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا، لیکن مہر آپا کے متعلق جب مرزا نعیم نے بات کی تو بے اختیار میرے منہ سے نکل گیا......

ایں خانہ ہمہ آفتاب است

واقعات اور حقائق مخفی در مخفی تو بہت سے ہیں، لیکن مذکورہ بالا واقعہ کے بعد مجھے اچھی طرح علم ہوگیا کہ ''احمدیت'' کی آڑ لے کر شہوت پرستی کی تعلیم دی جاتی ہے اور نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں وغیرہ کی عصمتوں سے جو ہولی کھیلی جاتی ہے، وہ ناقابل بیان ہے۔

تقدس و خلافت کے پردے میں عیاشیوں کا ایک وسیع جال بچھا ہوا ہے، جس میں بھولے بھالے لڑکوں و لڑکیوں کو مذہب کے نام پر قابو کیا ہے۔ چنانچہ ان حالات کی وجہ سے میں ''ان'' سے بہت متنفر ہوگیا اور میں نے اب صدق دل سے اس ناپاک (Society) جماعت سے اپنا قطع تعلق کرلیا ہے اور توبہ کرکے صحیح معنوں میں مسلمان ہوگیا ہوں۔

یاد رہے کہ میں ربوہ کے قصر خلافت میں عرصہ چھ ماہ تک آتا جاتا رہا ہوں اور مجھ سے کوئی پردہ وغیرہ نہیں کیا جاتا تھا۔ نیز مجھے معلوم ہے کہ علاوہ قصر خلافت کے ''خاندان نبوت'' میں کیسے کیسے رنگین اور سنگین حالات رونما ہوتے ہیں جو وقت آنے پر بتلائے جاسکتے ہیں۔ اگر میرے مذکورہ بالا بیان کی صحت پر نعیم کو کوئی اعتراض ہو تو میں بروقت ان کے بالمقابل مباہلہ کرنے کے لیے تیار ہوں۔'' راقم الحروف۔ خلیل احمد، سابقہ متعلم جامعہ احمدیہ، ربوہ 27-11-1961

راحت ملک کا چیلنج خلیفہ ربوہ کے نام

جناب عطاء الرحمٰن راحت ملک برکت علی کے بیٹے اور ملک عبدالرحمان خادم کے بھائی ہیں۔ موصوف نے ''دور حاضر کا مذہبی آمر'' کے نام سے ایک کتاب شائع کی۔ غالباً حقیقت پسند

پارٹی کی سٹیج سے پہلی اس قسم کی کتاب لکھی گئی۔ جس میں خلیفہ ربوہ کے دعویٰ الہام کی قلعی کھولے ہوئے لکھا ہے۔

جس کی آغوش میں ہر شب ہے نئی مہ لقا
اس سے خدا بولتا ہے مجھ کو یہ معلوم نہ تھا

اسی دور میں انہوں نے خلیفہ ربوہ کو ایک کھلی چٹھی لکھی تھی جو درج ذیل ہے:

مکرمی میاں صاحب! سلام مسنون!

آپ کا دعویٰ ہے کہ خدا آپ سے خلوت اور جلوت میں باتیں کرتا ہے اور نیز یہ کہ آپ صاحب الہام ہیں۔ علاوہ ازیں آپ کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ آپ خدا کے محبوب ہیں۔ خدا آپ پر عاشق ہے اور ہر لحہ آپ سے مکالمہ ومخاطبہ کرتا ہے۔ اگر آپ کے مندرجہ بالا دعاوی درست ہیں تو میں یہ دریافت کرنے کی جسارت کروں گا کہ:

1- کیا خدا کا محبوب ہونے کا مدعی لوگوں کو اس قسم کی گالیاں دے سکتا ہے مثلاً خبیث، کمینہ صفت، کتے، مسیلمہ کذاب، بکواسی، لومڑی وغیرہ؟

2- کیا خدا کے محبوب ہونے کا دعویٰ کرنے والا زنا کرسکتا ہے؟

3- کیا تاریخ اسلام سے ایک مثال بھی ایسی دی جاسکتی ہے کہ کسی خلیفہ نے اپنے مریدوں میں سے بعض کو محض اس لیے خارج کر دیا ہو کہ وہ اس خلیفہ پر تنقید کرتے تھے؟

4- کیا آپ میرے ساتھ اس بات پر مباہلہ کرنے کو تیار ہیں کہ آپ نے کبھی اپنے بڑے صاحبزادے کو جانشین بنانے کی دل میں آرزو نہیں کی اور موجودہ تحریک اپنے صاحبزادے مرزا ناصر احمد کے لیے زمین ہموار کرنے کی غرض سے نہیں چلائی؟

5- کیا آپ میرے ساتھ اس موضوع پر مباہلہ کرنے کو تیار ہیں کہ ''آپ زانی نہیں ہیں؟''

6- کیا آپ میرے ساتھ اس بات پر مباہلہ کریں گے کہ آپ نے لوگوں کے چندوں سے اپنے عزیز واقربا کو فائدہ نہیں پہنچایا اور نیز یہ کہ آپ چھ ہزار روپیہ سالانہ انجمن سے نہیں لے رہے؟

7- کیا آپ میرے ساتھ اس موضوع پر مباہلہ کرنے کو تیار ہیں کہ آپ نے ربوہ میں ناجائز اسلحہ زیر زمین نہیں رکھا ہوا اور نہ ہی آپ کو اس کا علم ہے؟

8- کیا آپ میرے ساتھ اس بات پر مباہلہ کریں گے کہ بچپن میں آپ پر عالم مفعولیت طاری نہیں رہا؟

9- کیا آپ میرے ساتھ مباہلہ کرنے کو تیار ہیں کہ انجمن کے حسابات میں گڑبڑ نہیں ہے اور اس گڑبڑ کا آپ کو کوئی علم نہیں یا یہ گڑبڑ آپ کے ایماء پر نہیں ہو رہی ہے؟

10- کیا آپ میرے ساتھ اس موضوع پر مباہلہ کرنے کو تیار ہیں کہ جن لوگوں کو جماعت سے خارج کیا گیا ہے، ان کا قصور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ وہ آپ کی بدعنوانیوں پر تنقید کرتے ہیں؟

11- کیا آپ اس بات پر مباہلہ کرنے کو تیار ہیں کہ آپ کے دل میں خلیفہ مولوی نورالدین کی قدر و منزلت اور احترام ہے؟

مندرجہ بالا گیارہ شقوں کے علاوہ اور بھی بہت سے امور ہیں لیکن فی الحال میں آپ کی توجہ ان امور کی طرف مبذول کرانے کے بعد آپ کو مباہلے کی دعوت دیتا ہوں۔ اگر آپ خود کو خدا کا محبوب کہتے ہیں تو آیئے فیصلہ انہی امور پر ہو جائے۔ یقیناً خدا فیصلہ کرے گا اور ہم میں سے جو بھی جھوٹا ہوگا، وہ ڈاکٹر ڈوئی کی طرح فالج کی موت مرے گا۔ اگر آپ اپنے دعاوی میں سچے ہیں تو آیئے اس چیلنج کو منظور فرمایئے اور فیصلہ خدا کے ہاتھ میں چھوڑ دیجئے، لیکن میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ آپ ان امور پر کبھی مباہلہ کے لیے تیار نہیں ہو سکتے کیونکہ آپ اپنے اعمال سے بخوبی واقف ہیں اور ڈاکٹر ڈوئی کی موت مرنا پسند نہیں کریں گے۔

مولوی عمر الدین صاحب شملوی مبلغ جماعت قادیان کی روایات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

''میں آج بتاریخ 29 مئی 1940ء کو خانہ خدا مسجد میں بیٹھ کر خدا کو حاضر و ناظر جان کر اور اس کی قسم کھا کر اختصار کے ساتھ مندرجہ ذیل بیان دیتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اے خدا، اگر میں نے اس کے بیان کرنے میں افترا پردازی کی ہو، تو تیری ذا[ت] جو علیم خبیر ہے، مجھے اس افترا پردازی کی سخت سزا دے۔

1- 1916ء کے قریب کا واقعہ ہے کہ میاں محمود احمد صاحب نے، جبکہ میں ان کا مخلص مرید تھا، میرے پاس میاں عبدالسلام خلف حضرت مولانا نورالدین اعظم کو شملہ، گرمیوں کے موسم میں بھیجا تو میاں عبدالسلام صاحب نے مجھے بتایا کہ میاں محمود احمد صاحب کا چال چلن خراب ہے، اس لیے تم اس کو مصلح موعود نہ ثابت کیا کرو اور میں اس کا عینی شاہد

ہوں۔ جب میں بڑا ہوں گا تو میاں محمود احمد سے مباہلہ کروں گا تا کہ دنیا کو ثابت ہو جائے کہ:

''میں میاں محمود احمد پر بدچلنی کا الزام لگانے میں سچا ہوں اور میاں محمود احمد بدچلن ہے۔''

میں نے یہ واقعہ انہی دنوں تحریراً میاں محمود احمد کو لکھ کر بھیج دیا تھا، جس کے جواب میں میاں صاحب نے کہا کہ عبدالسلام کی ماں کی شرارت ہے۔

-2 ایک دفعہ میں ایک تبلیغی دورہ کے لیے حافظ جمال احمد کے ساتھ پنجاب میں بھیجا گیا تو اس وقت میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر ''فاروق'' قادیان سے، نوشہرہ میں دریافت کیا کہ یہ کیا بات ہے، قادیان میں میاں محمود احمد کے خلاف گندے پوسٹر، جن پر زنا کی تصویریں بنائی ہوئی ہیں، لگائے جاتے ہیں۔ یہ کون لوگ ہیں جو حضرت پر اتنا بڑا الزام لگاتے ہیں۔ میر قاسم علی صاحب نے بجائے ان لوگوں کا کچھ ذکر کرنے کے فرمایا:

اگر میاں صاحب کے متعلق، میں تمہیں اصل بات بتا دوں تو تم ابھی مرتد ہو جاؤ گے۔ تم تو ایک میاں کا ذکر کرتے ہو، یہاں تند نہیں تانی ہی ٹوٹی ہوئی ہے اور ساتھ ہی یہ فرمایا: اگر تم اس امر کا میاں صاحب سے میرے نام پر ذکر کرو گے تو میں صاف انکار کر دوں گا۔ میں نے قادیان جا کر یہ سب باتیں میاں صاحب کو بتا دیں تو انہوں نے فرمایا کہ ''سب میر قاسم علی کی بیوی کی شرارت ہے۔''

-3 میاں صاحب جب خلیفہ ہوئے تو میں نے ایک شخص کو، جو اس وقت شملہ کے وٹرنری ہسپتال میں ملازم تھے اور بیعت نہ کرتے تھے، بیعت کے لیے بہت مجبور کیا تو انہوں نے انکار کر دیا اور پورے وثوق سے کہا کہ میں محمود احمد کو خوب جانتا ہوں اور میں قادیان میں ہی پڑھا ہوں۔ میاں تو لواطت (یہاں عبارت کی عریانی کا ازالہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے) کا رسیا ہے اور یہ وبا آج کل عام ہے اور میاں اس کا شکار ہے۔ تب میں نے اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیا لیکن پھر بھی اس کو تاکید کی کہ وہ جماعت میں ضرور شامل ہو جائے۔

1927ء کا واقعہ ہے کہ جناب میاں صاحب بھی شملہ میں تھے اور مولوی عبدالکریم اور ان کی ہمشیرہ سکینہ بی بی اور ان کے بھائی محمد زاہد نے میرے داماد بابو عبدالحمید صاحب کو بتایا کہ میاں محمود احمد سخت زناکار ہے اور قوم کی عصمت سے کھیلتا ہے اور اس پر زاہد نے اپنی ذاتی شہادت

دی اور ان کی ہمشیرہ سکینہ بی بی نے بھی اپنی ذاتی شہادت پیش کی اور کہا کہ ہم اپنی ذاتی شہادت کی بنا پر کہتے ہیں کہ میاں محمود احمد سخت بدچلن ہے۔ میں نے اس کو زنا کرتے دیکھا تھا اور اس پر میں نے جرح کر کے بیان کی تغلیط کی کوشش کی لیکن وہ اپنے بیان پر پوری طرح قائم رہے تو میں حیرت میں پڑ گیا اور میاں صاحب کو ایک لمبی چٹھی لکھی، جس میں محمد زاہد اور سکینہ بی بی کے بیان کردہ واقعات کو پوری تفصیل سے لکھا گیا۔

میں، ان تمام واقعات کو سننے کے باوجود میاں صاحب کا دل سے مرید تھا، اس لیے میں نے میاں صاحب سے مرتد ہونے والے اپنے داماد اور ایک شخص کو زور سے نصیحت کی۔

میرا داماد بابو عبدالحمید، جو مخلص احمدی اور بہت صالح نوجوان ہے، اس نے میاں محمود احمد کو انہیں دنوں تمام حالات لکھ کر مباہلہ کا مطالبہ کیا اور میاں صاحب سے علیحدہ ہو گیا۔ مگر میں نے اسے بہت سمجھایا کہ جب تک شریعت کے مطابق چار گواہ الزام زنا کے ثبوت میں پیش نہیں ہوتے، ملزم کو بری ہی سمجھنا چاہیے۔ پھر ساتھ ہی حضرت مسیح موعود کا واسطہ دے کر اسے دوبارہ بیعت کی رغبت دی تو اس نے پھر بیعت کر لی مگر جب وہ کچھ عرصہ قادیان، خلیفہ صاحب سے ملنے کے لیے گیا تو خلیفہ صاحب نے بہت محبت سے پرخلوص استقبال کیا اور اکیلے کمرہ میں بہت دیر تک باتیں ہوتی رہیں اور جب خلیفہ صاحب نے یہ دیکھ لیا کہ مرید واقعی اب بہت اخلاص رکھتا ہے تو اس سے کہا کہ عبدالحمید تمہاری وجہ سے سلسلہ کی بدنامی ہوئی۔ یعنی نہ تم میرے متعلق الزام زنا کو مشتہر کرتے اور نہ یہ رسوائیاں ہوتیں، اس لیے اب تم کو کفارہ اس طرح ادا کرنا چاہیے کہ کسی طرح سکینہ سے یہ تحریر لکھوا کر مجھے لا دو کہ میں نے کسی شخص کو نہیں کہا کہ میاں صاحب نے میرے ساتھ زنا کیا ہے، لوگ یونہی میرے نام سے میاں صاحب کو بدنام کر رہے ہیں۔

اس پر مخلص مرید مذکو کو دل میں سخت شک پڑ گیا کیونکہ وہ یہ جانتا تھا کہ یہ سب کچھ، جو اب کرنے کرانے کی تعلیم دے رہے ہیں، یہ بالکل جعلسازی ہے۔ خلیفہ صاحب کو خوب علم ہے کہ وہ لڑکی (سکینہ) ان پر الزام لگاتی ہے اور اس نے اپنے شوہر (عبدالحق مرزا) کو بھی، جو میاں صاحب کا مخلص مرید ہے، بتا دیا تھا اور وہ خود اس کا معترف ہے، پھر ایسی تحریر لکھوانا جعلسازی کے سوا کچھ نہیں۔ ان حالات میں اس مخلص مرید کو بالآخر میاں صاحب کی بیعت سے علیحدہ ہونا پڑا۔

مباہلہ والوں کا تمام و کمال واقعہ میرے سامنے ہے۔ وہ میرے قریبی رشتہ دار ہیں اور میں نے ان سب کے بیانات خود لیے ہیں اور خوب ٹھوک بجا کر ان بیانات کی پرکھ کی اور میاں صاحب کو تمام مباہلہ سے مطلع کیا۔ ان حالات کے علاوہ شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری کا مطالبہ بھی

ہے اور مولوی فخر الدین صاحب ملتانی جیسے مخلص احمدی کا، محض اس لیے قتل کروایا جانا ہے کہ وہ حقیقت کو طشت ازبام کرنے کے لیے خلیفہ صاحب کے ظلم وتشدد کے باوجود پیچھے نہ ہٹتے تھے، معاملہ کو بالکل واضح کر دیتا ہے۔

چودھری غلام رسول صاحب کا اعلان حق

نوٹ: چودھری صاحب موصوف محکمہ تعلیم میں ملازم تھے اب ملازمت سے سبکدوش ہو چکے ہیں۔

''میرا خلیفہ صاحب کی بیعت سے علیحدگی کا سبب خلیفہ کی بدچلنی، بدکرداری، زناکاری اور غیر فطری افعال کا ارتکاب ہے۔ یہ الزام خلیفہ صاحب ربوہ کی ذات پر متواتر نصف صدی سے لگ رہے ہیں۔ اب خلیفہ صاحب اپنی بدکاریوں اور بدکرداریوں کی وجہ سے جنون کے ابتدائی دور سے گزر رہے ہیں اور مفلوج اور پیری کا شکار ہونے کی وجہ سے مضمحل الاعضا اور مخبوط الحواس ہیں۔ اس وجہ سے الزامات کی تردید کے لیے ان سے مخاطب نہیں ہوتا بلکہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے، مرزا شریف احمد صاحب (دونوں خلیفہ صاحب کے بھائی ہیں) نواب مبارکہ بیگم صاحبہ، امۃ الحفیظ صاحبہ (دونوں خلیفہ صاحب کی ہمشیرگان ہیں) مرزا ناصر احمد ایم۔ اے آکسن، مرزا مبارک احمد بی۔ اے، ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب ایم۔ بی۔ بی۔ ایس اور دیگر خلیفہ کے صاحبزادگان وصاحبزادیاں اور خلیفہ کی ازواج اور خلیفہ کے مخلص مرید چودھری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب جج عالمی عدالت، سید نعیم احمد بن سید عزیز اللہ شاہ (خلیفہ صاحب کے نسبتی بھائی ہیں) اور مولوی عبدالمنان صاحب عمر ایم۔ اے سے کہتا ہوں اگر وہ خلیفہ صاحب کو نیک چلن، خدا رسیدہ اور مرزا غلام احمد صاحب کی پیش گوئی مصلح موعود کا حقیقی مصداق سمجھتے ہیں تو خلیفہ صاحب پر عائد کردہ الزامات کی بالمقابل حلف موکد بعذاب قسم کھا کر تردید کریں۔

میں قارئین سے کہوں گا کہ یہ لوگ خلیفہ صاحب ربوہ کی سیاہ بداعمالیوں سے پوری طرح واقف ہیں، اس لیے یہ کبھی ان کی پاکیزگی کا حلف موکد بعذاب اٹھانے کے لیے تیار نہ ہوں گے۔''

عبدالرب خاں صاحب برہم کا حلفیہ بیان

خان عبدالرب خاں صاحب برہم صدر انجمن کے دفتر بیت المال میں کام کرتے تھے۔ آپ نے ایک مخلص قادیانی دوست کو مرزا محمود احمد خلیفہ قادیان کی نجی زندگی کے واقعات سنائے۔

اس پر اس ''مخلص'' قادیانی دوست نے مرزا محمود احمد کو لکھ بھیجا کہ خان صاحب موصوف نے آپ کی بدچلنی کے واقعات سنا کر مجھے محو حیرت کر دیا ہے اور دلائل بھی ایسے دیئے ہیں جو میرے دل و دماغ پر اثر انداز ہو رہے ہیں۔ اس شکایت کے چند گھنٹے بعد مرزا بشیر احمد ایم۔اے نے خان صاحب موصوف کو بلا کر سمجھایا کہ اگر حضور کچھ باتیں دریافت کریں تو اس سے لاعلمی کا اظہار کر دینا۔ آپ خاموش ہو گئے۔ مرزا بشیر احمد صاحب کو یقین ہو گیا کہ ان ہدایت کے مطابق برہم صاحب خاموش رہیں گے۔

اس کے ایک آدھ گھنٹہ بعد برہم صاحب کو ''قصر خلافت'' میں مرزا محمود احمد نے بلایا۔ جب آپ وہاں گئے تو وہ مخلص احمدی دوست بھی موجود تھا اور خان صاحب موصوف کے والد محترم بھی وہیں تھے اور دو تین تنخواہ دار غنڈے بھی تھے اور سب کو اکٹھے کرنے کا مطلب یہ تھا تا کہ رعب ڈال کر حق کو بدلا جا سکے۔ خلیفہ صاحب نے جب خان صاحب موصوف سے دریافت کیا تو اس نے بے دھڑک جواب دیا کہ ''جو کچھ میں نے آپ کی بدچلنی کے متعلق ان صاحب سے کہا وہ حرف بحرف درست ہے۔'' آخر جب کام نہ بنا تو کھڑے ہو کر خلیفہ صاحب نے احسان گنوانے شروع کر دیئے اور ساتھ ہی یہ کہا کہ تم نے میری ہمشیرہ کا دودھ پیا ہوا ہے۔ خان صاحب موصوف نے کہا، ''یہ درست ہے لیکن یہ حق کا معاملہ ہے۔ دنیاداری کے مقابلہ میں حق مقدم ہے۔ اور اس حق کے لیے ہی اس جماعت میں شامل تھے۔'' خان صاحب موصوف نے ملاقات کے فوراً بعد دلیرانہ اقدام یہ کیا کہ ''قصر خلافت'' سے آ کر از خود بیعت سے علیحدگی کا اعلان کر دیا۔ آپ نے ایک کتاب ''بلائے دمشق'' بھی لکھی ہے۔ خان صاحب کا حلفیہ بیان درج ذیل ہے:

''میں شرعی طور پر پورا پورا اطمینان حاصل کرنے کے بعد خدا کو حاضر و ناظر جان کر یہ کہتا ہوں کہ موجودہ خلیفہ صاحب یعنی مرزا محمود احمد کا چال چلن نہایت خراب ہے۔ اگر وہ مباہلہ کے لیے آمادگی کا اظہار کریں تو میں خدا کے فضل سے ان کے مدمقابل مباہلہ کے لیے ہر وقت تیار ہوں۔''

آغا سیف اللہ کا بیان ''مہر آپا کا رحم نہیں''

آغا سیف اللہ قادیانی اخبار ''الفضل'' کے پبلشر ہیں انہوں نے شفیق مرزا مصنف شہر سدوم کو بتایا کہ ان کی بیوی کا میل ملاپ مرزا محمود احمد کی زوجہ بشریٰ ''مہر آپا'' سے ہو گیا۔ تو ایک دفعہ دوران گفتگو بیان کیا کہ ان کا رحم ہی نہیں مہر آپا کی شادی ام طاہر کی وفات کے بعد مرزا محمود احمد سے ہوئی تھی۔ مرزا محمود احمد نے شادی سے پہلے اپنا ایک رویا بیان کیا کہ وہ شتر مرغ پر سوار

ہیں۔ خود ہی اس کی یہ تعبیر بیان کی کہ ایک ایسی لڑکی سے شادی ہوگی جس کے ہاں اولاد نہ ہوگی۔ مرزا محمود کو تو پہلے علم تھا کہ بشریٰ سے اولاد پیدا نہیں ہوگی کیونکہ زیادہ ذرخیزی کی وجہ سے بشریٰ کو جلد حمل ہو جاتا تھا حمل بار بار گرانے کی نوبت آتی تھی۔ اس وجہ سے مرزا محمود نے اس کا رحم ہی نکلوا دیا تھا۔

مظہر الدین ملتانی مرحوم کی ایک حیران کن روایت

مظہر ملتانی مرحوم نے جن کے والد فخر الدین ملتانی کو قادیان میں مرزا محمود احمد کی ناگفتہ بہ حرکات کو منظر عام پر لانے کے لیے پوسٹر لگانے کی پاداش میں قتل کر دیا گیا تھا، مجھے (مؤلف کتاب ہذا) بتایا ایک مرتبہ ان کے والد محترم اپنے ایک دوست سے گفتگو کرتے ہوئے انہیں مرزا غلام احمد کے داماد نواب محمد علی آف مالیر کوٹلہ کے بارے میں یہ بتا رہے تھے کہ انہیں اواخر عمر میں کوئی ایسا عارضہ لاحق ہو گیا تھا کہ وہ اپنی کوٹھی کی سیڑھیاں نا کتخدا لڑکیوں کو اہرام سینہ سے پکڑ کر چڑھتے تھے لیکن اپنے خاندان کی خواتین کو سخت ترین پردے میں رکھتے تھے اور انہیں پالکیوں میں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتے تھے۔ یاد رہے کہ جب مرزا غلام احمد صاحب نے ان سے اپنی نوجوان بیٹی مبارکہ بیگم بیاہی تو ان کی عمر ستاون سال تھی اور حق مہر بھی ستاون ہزار ہی رکھا گیا تھا اور نواب مالیر کوٹلہ کو اپنے تفصیلی عقائد کو بھی برقرار رکھنے کی اجازت دے دی گئی تھی۔

شہر سدوم کا نوحہ

عمر علوی ایڈووکیٹ

پتھروں کی برستی ہوئی چھاؤں میں کون ستائے گا
ایک قصہ سنانے کی خاطر
ان راہروں کا
جو چلے شہر امید کو
اور صحرا میں بھٹکے ہوئے پھر رہے ہیں
جن کے اونٹوں کے کوہان سب گل چکے
اور محمل نشینوں کے ننگے بدن
باد صرصر کا ایندھن ہوئے
پتھروں کی برستی ہوئی چھاؤں میں کون سا اجنبی آ گیا۔

ایک قصہ سنانے کی خاطر
ان طلسمات کا
خواہشوں سے سلگتے ہوئے
شہزادوں کے دھڑ جن میں پتھر ہوئے

(ماخوذ از شہر سدوم) مولفہ شفیق مرزا

ماسٹر محمد عبداللہ صاحب سابق ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول لاہور

ربوہ میں مقیم ہونے کا خیال اس طرح پیدا ہوا ہیڈ ماسٹر صاحب جب اپنی ملازمت سے سبکدوش ہوئے تو مرزا محمد حسین بی کام سے تعلقات کی بنیاد پر موصوف کے پاس گئے اور کہا۔ مرزا صاحب! میں سبکدوش ہو گیا ہوں کہاں رہائش اختیار کروں۔ لاہور، آبائی وطن سیالکوٹ یا ربوہ۔ مرزا صاحب کو علم تھا یہ شخص برائی سے مفاہمت کرنے والا یہ نہیں ربوہ میں مستقل رہائش پذیر ہونے کی وجہ سے عقیدت کے تمام حجاب اٹھ جائیں گے اور جماعت سے الگ ہو جائے گا۔ ممکن ہے عبداللہ صاحب کا ربوہ میں مقیم ہونے کا ارادہ بھی ہو۔ بہر حال ربوہ چلے گئے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں ہیڈ ماسٹر صاحب کو ربوہ میں صدر عمومی بنا دیا گیا۔ دیکھا ''شاہی خاندان'' کے افراد نماز تک نہیں پڑھتے اور بدکردار ہیں۔ رپورٹ کرتے ہیں تو کوئی شنوائی نہیں۔ یہ پردہ بھی اٹھ گیا کہ مرزا محمود خود ایک بدکردار اور بے نمازی ہے۔ آخرکار رات کے اندھیرے میں لطیف غزنوی کی راہنمائی میں ربوہ کو چھوڑنا پڑا۔ راجہ بشیر احمد رازی کی ملاقات مال روڈ پر ہوگئی۔ راجہ صاحب نے حال احوال پوچھا تو جماعت کو چھوڑنے کو کہا۔ تو اس موقع پر کہا ''فیر چندہ کتھے دیاں گے۔''

عبدالمجید صاحب اکبر کا حلفیہ بیان

عبدالمجید صاحب اکبر کی شناسائی 1956ء سے ہوئی ہے جب حقیقت پسند پارٹی اخبار نوائے پاکستان کی معرفت خلیفہ مرزا محمود پر سنگین الزامات کی بوچھاڑ کر رہی تھی۔ اکبر صاحب کشمیری خاندان سے تعلق رکھتے تھے بڑے بے باک نڈر اور سچار تھے۔ بغیر کسی لگی لپٹی کے بات کرنے کے عادی تھے۔ غالباً محمد یوسف صاحب ناز کے رشتہ دار تھے۔ جناب محمد یوسف ناز کا مشہور زمانہ بیان ان کی ہی معرفت ہوا تھا۔ مدت ہوئی اکبر سے کبھی علیک سلیک نہیں ہوئی۔ زندگی موت کا علم نہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں ''قسم ہے مجھ کو خدا تعالیٰ کی وحدانیت کی، قسم ہے مجھ کو قرآن پاک کی سچائی کی، قسم ہے مجھ کو حبیب کبریا کی معصومیت کی کہ میں اپنے قطعی علم کی بناء پر جناب مرزا بشیر الدین محمود

احمد صاحب خلیفہ ربوہ کو ایک ناپاک انسان سمجھنے میں حق الیقین پر قائم ہوں۔ نیز مجھے اس بات پر بھی شرح صدر ہے کہ آپ جیسے شعلہ بیان یعنی (سلطان البیان) مقرر سے قوت بیان کا چھن جانا اور دیگر بہت سے امراض کا شکار ہونا مثلاً نسیان، فالج وغیرہ یقیناً خدائی عذاب ہیں جو کہ خدائے عزیز کی طرف سے اس کی قدیم سنت کے مطابق مفتریاں کے لیے مقرر کیے گئے ہیں۔

علاوہ دیگر واسطوں کے آپ کے مخلص ترین مریدوں کی زبانی وقتاً فوقتاً آپ کے گھناؤنے کردار کے بارہ میں عجیب وغریب انکشافات اس عاجز پر ہوئے مثال کے طور پر آپ کے ایک مخلص مرید جناب محمد صدیق صاحب شمس نے بارہا میرے سامنے جناب خلیفہ صاحب کے چال چلن اور غیر شرعی افعال کے مرتکب ہونے کے بارہ میں بہت سے دلائل اور ثبوت اور خلیفہ صاحب کے پرائیویٹ خط پیش کیے۔

اس جگہ میں احتیاطاً یہ لکھ دینا ضروری خیال کرتا ہوں کہ اگر محترم صدیق صاحب کو میرے بیان بالا کی صحت کے بارہ میں کوئی اعتراض ہو تو میں ہر دم ان کے ساتھ اپنے اس بیان کی صداقت پر مباہلہ کے لیے تیار ہوں۔" احقر العباد۔عبدالمجید اکبر مکان نمبر 5 بلاک D ٹمپل روڈ، لاہور

عتیق احمد فاروقی مبلغ کا حلفیہ بیان

"میری قادیانی جماعت سے علیحدگی کی وجوہات منجملہ دیگر دلائل و براہین کے ایک وجہ اعظم جناب خلیفہ صاحب کی سیاہ کاریاں اور بدکاریاں ہیں یہ حقیقت ہے کہ خلیفہ صاحب مقدس اور پاکیزہ انسان نہیں بلکہ نہایت ہی سیاہ کار اور بدکار ہے۔

اگر خلیفہ صاحب اس امر کے تصفیہ کے لیے مباہلہ کرنا چاہیں تو میں بطیب خاطر میدان مباہلہ میں آنے کے لیے تیار ہوں۔" فقط (خاکسار عتیق احمد فاروقی سابق مبلغ جماعت احمدیہ قادیان)

علی حسین کی شہادت

علی حسین بیان کرتے ہیں "میں خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر اس کی قسم کھا کر جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے مندرجہ ذیل شہادت لکھتا ہوں: بیان کیا مجھے میری والدہ صاحبہ نے کہ میں حضرت خلیفہ مرزا محمود احمد صاحب کے رہا کرتی تھی۔ میں نے دیکھا کہ حضرت صاحب جوان محرم لڑکیوں پر عمل مسمریزم کر کے انہیں سلا دیا کرتے تھے پھر آپ ان کو کوئی جگہ سے ہاتھ سے کاٹتے تب بھی انہیں ہوش نہ ہوتی تھی۔

2-ایک دفعہ حضرت صاحب کے گھر میں سیڑھیاں چڑھ رہی تھی کہ اوپر سے حضرت

صاحب سیڑھیوں پر اترتے آ رہے تھے جب میرے مقابل پہنچے تو انہوں نے میری چھاتی پکڑی۔ میں نے زور سے چھڑائی۔ (ماخوذ از تاریخ محمودیت ص 36) خاکسار علی حسین۔

میاں محمد زاہد (مباہلہ والا) کا اعلان مباہلہ

میاں زاہد میاں عبدالکریم کے چھوٹے بھائی تھے خوب رو جسیم، پرکشش شخصیت کے مالک تھے۔ مرزا عبدالحق کے سالے اور طاہر احمد کے ماموں تھے۔ اپنی پرکشش شخصیت کی وجہ سے مرزا محمود کی محفل کے ''نورتنوں'' میں تھے۔ انہی کی ہمشیرہ سکینہ تھیں جن پر مرزا محمود احمد نے مجرمانہ حملہ کیا تھا۔ اسی بناء پر ''فتنہ مباہلہ والوں'' کا آغاز ہوا۔ میاں صاحب بیان کرتے ہیں:

''خاکسار اپنے فرض سے سبکدوش ہونے کے لیے اور دنیا پر حقیقت کو بے نقاب اور جملہ برادران اسلامی کی آگاہی کے لیے بذریعہ اشتہار ھذا اس امر کی اطلاع دیتا ہوں کہ یہ عاجز بھی عرصہ سے خلافت مآب کو یہی چیلنج دے رہا ہے کہ اگر ان کی ذات پر عائد کردہ الزامات غلط ہیں تو میدان مباہلہ میں آ کر اپنی روحانیت، صداقت کا ثبوت دیں مگر خلافت مآب سے آج تک اس چیلنج کو قبول ہی نہیں کیا۔ آج پھر اتمام حجت بذریعہ اعلان ہذا میں خلیفہ قادیان کو چیلنج دیتا ہوں کہ ان کے دعاوی میں ذرہ بھر بھی صداقت ہے تو اپنے چال چلن پر الزامات کے خلاف دعا مباہلہ کریں تا کہ فریقین میں سے جو جھوٹا اور کاذب ہو وہ سچے کی زندگی میں ہلاک ہو جائے اور دنیا میں اس مباہلہ کے نتیجے میں حق و باطل میں فیصلہ کر سکے۔

کیا میں امید کروں کہ آنحضرت ﷺ کی مماثلت کا دعویٰ کر کے اہل اسلام کے دلوں کو مجروح کرنے والا اور تمام انبیاء کی پیش گوئیوں کے مصداق ہونے کا دعویدار اس دعوت مباہلہ کو قبول کر کے اپنی صداقت کا ثبوت دے گا۔

ذیل میں یہ عاجز اس ہستی کا فتویٰ درج کرتا ہے جس کے قائم مقام ہونے کا خلافت مآب کو دعویٰ ہے جس کو آپ بعد آنحضرت ﷺ حقیقی نبی تسلیم کرتے ہیں تا کہ خلیفہ صاحب یہ کہنے کی جرأت نہ کر سکیں کہ ایسا مباہلہ جائز نہیں۔

''مباہلہ ایسے لوگوں سے ہوتا ہے جو اپنے قول کی قطع اور تعین پر بنیاد رکھ کر دوسرے کو مفتری اور زانی قرار دیتے ہیں۔'' (اخبار الحکم) (خاکسار خلیفہ قادیان کا ایک سابق مرید محمد زاہد اخبار مباہلہ قادیان)

حافظ عبدالسلام کی حلفیہ شہادت

حافظ عبدالسلام تقسیم ہند سے قبل ہی قادیان کو چھوڑ آئے تھے۔ بائیں بازو کی مشہور شخصیت تھے۔ قادیان سے آنے کے بعد مزدور راہنما بنے کئی دفعہ جیل میں گئے۔ اپنے موقف پر مستقل مزاجی سے قائم رہے جب فیض احمد فیض روس گئے۔ تو سلام صاحب بحیثیت سیکرٹری کے ساتھ گئے تھے اوکاڑہ کی ملوں میں مزدوروں کی قیادت کی۔ اس قسم کا انقلابی شخص کسی پر غلط بہتان نہیں باندھ سکتا۔ مرزا محمود احمد کے بیٹے مرزا خلیل احمد صاحب کے ساتھ بہت گہرے مراسم تھے۔ ان کی شہادت پڑھیے:

''میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جو جبار اور قہار ہے جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتی اور مردود کا کام ہے حسب ذیل شہادت دیتا ہوں۔

میں 1932ء سے لے کر 1936ء تک مرزا گل محمد صاحب رئیس قادیان کے گھر میں رہا اس دوران میں کئی مرتبہ مسماۃ عزیزہ بیگم صاحبہ کے خطوط خفیہ طریقے سے ان کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے کہ ''ان خطوں کا کسی سے بھی ذکر نہ کرنا خلیفہ محمود کے پاس لے جاتا رہا۔ خلیفہ مذکور بھی اس طریقہ سے اور ''ہدایت بالا'' کو دہراتے ہوئے جواب دیتا رہا۔ خطوط انگریزی میں تھے۔ اس کے علاوہ اس عورت کو رات کے دس بجے بیرونی راستے سے لے جاتا رہا جبکہ اس کا خاوند کہیں باہر ہوتا۔ عورت غیر معمولی بناؤ سنگھار کر کے خلیفہ کے دفتر میں آجاتی تھی۔ میں بموجب ہدایت اسے گھنٹہ یا دو گھنٹہ بعد لے آتا تھا۔''

''ان واقعات کے علاوہ بعض اور واقعات سے اس نتیجے پر پہنچا ہوں۔ کہ خلیفہ صاحب کا چال چلن خراب ہے اور میں ہر وقت ان سے مباہلہ کرنے کے لیے تیار ہوں۔''

حافظ عبدالسلام پسر حافظ سلطان حامد خان صاحب استاد میاں ناصر احمد۔

غلام حسین احمدی کا حلفیہ بیان

''میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر اور اس کی قسم کھاتا ہوں کہ میں نے اپنی آنکھوں سے حضرت صاحب (یعنی مرزا محمود احمد) کو صادقہ کے ساتھ زنا کرتے دیکھا۔ اگر میں جھوٹ لکھ رہا ہوں تو اللہ تعالیٰ کی مجھ پر لعنت ہو۔'' (غلام حسین احمدی)

شیخ بشیر احمد مصری کی شہادت

شیخ بشیر احمد صاحب مصری، عبدالرحمان مصری کے صاحبزادے تھے۔ خوبصورت، وجیہہ اور مردانہ حسن کے مالک تھے۔ انہی کی معرفت عبدالرحمان مصری کو مرزا محمود احمد کے کردار کا علم ہوا تھا۔ ان کی ہمشیرہ امۃ الرحمان صاحبہ جو محکمہ تعلیم سے ایک اعلیٰ عہدے سے سبکدوش ہوئی تھیں بھی مرزا محمود احمد کی سیہ کاری میں پھنسی ہوئی تھیں۔ ساری عمر شادی نہ کی، زندہ ہیں۔ بشیر احمد صاحب کو انجمن احمدیہ اشاعت لاہور (لاہوری جماعت) نے ووکنگ کی مسجد کا امام بنایا۔ 1974ء میں احمدیوں کو اقلیت قرار دینے کی وجہ سے بشیر صاحب نے وکنگ مشن مسلمانوں کے حوالے کر دیا۔

جب مرزا طاہر احمد صاحب پاکستان سے بھاگ کر انگلستان گئے تھے تو بشیر صاحب نے مرزا طاہر کو مباہلہ کا چیلنج دیا تھا۔ مرزا طاہر مباہلہ سے بھاگ گئے تھے۔ بشیر صاحب نے تمام واقعات کے بچشم خویش گواہ ہیں۔ بشیر صاحب کے والد عبدالرحمان مصری کے تاریخی خطوط اس کتاب میں پڑھیں گے۔ یہی خطوط احمدیوں کے لیے اتمام حجت ہیں اب شہادت پڑھیے:

''میں خداوند تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر بیان کرتا ہوں کہ میں نے مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کو بچشم خود زنا کرتے ہوئے دیکھا ہے اگر میں جھوٹ بولوں تو مجھ پر خدا کی لعنت ہو۔''

(شیخ بشیر احمد مصری)

ثریا بنت شیخ عبدالحمید کا بیان

حکیم عبدالوہاب صاحب بیان کرتے ہیں کہ شیخ عبدالحمید ایڈیٹر ریلوے کی بیٹی اور عبدالباری سابق ناظر بیت المال قادیان کی ہمشیرہ ثریا اور مرزا محمود کی بیٹی ناصرہ بیگم آپس میں سہیلیاں تھیں۔ ثریا ایک دن اپنی سہیلی کو ملنے ''قصر خلافت'' گئی تو رات کو وہیں سوگئی۔ مرزا محمود نے بیٹی کی موجودگی ہی میں اس سے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی۔ ثریا نے باقاعدہ مقابلہ کیا تو مرزا محمود نے بہانہ بناتے ہوئے کہا ''مجھے غلط فہمی ہوئی ہے، میں سمجھا میری اہلیہ ہیں۔'' ثریا نے جواب دیا ''سہیلیاں تو اکٹھی سو جاتی ہیں مگر وہ بیوی، جس کی باری چوتھے دن آتی ہے کس طرح یہ پسند کر سکتی ہے کہ وہ اپنی بیٹی کے پاس جا کر سو جائے، پھر بیٹی کی موجودگی میں ایسا کرنا شرافت کی کون سی علامت تھی۔'' ثریا نے واپس آ کر اپنی والدہ کو تمام واقعات سے آگاہ کر دیا۔ تو اس کے بعد ثریا کے والد شیخ عبدالحمید نے اپنی وصیت منسوخ کر دی اور قادیان آنا جانا ترک کر دیا۔ تقریباً چار سال بعد ~~پھر آنا جانا شروع کر دیا۔~~ کسی نے پوچھا: ''شیخ صاحب کون سی نئی بات وقوع پذیر ہوئی ہے جو آپ

نے آنا جانا شروع کر دیا ہے۔'' شیخ صاحب نے جواب دیا: ''ساری دنیا چھوڑ کر ہم یہاں آئے تھے، اب کہاں جائیں، اپنا مردہ کون خراب کرے۔ اس لیے ظاہراً میں نے تعلقات بحال کر لیے ہیں۔''

زکوٰۃ فنڈ اور بدچلنی

عرصہ ہوا ''حقیقت پسند پارٹی'' کی طرف سے مرزا محمود کی مالی بے اعتدالیوں کے متعلق ایک حیرت انگیز ٹریکٹ شائع ہوا تھا، جس کے ایک لفظ کی بھی تردید کرنے کی قادیانی امت کو ہمت نہیں ہوئی۔ اس میں مرزا محمود کے اس فرمان کو بھی ہدف تنقید بنایا گیا ہے کہ زکوٰۃ براہ راست ''خلیفہ'' کے نام آنی چاہیے کیونکہ یہ خاص حق خلافت ہے۔ اسی ٹریکٹ میں مرقوم ہے۔

''ہم اپنے قطعی اور یقینی علم کی بنا پر جانتے ہیں کہ خلیفہ صاحب کی بہت سی بدکاریوں کا موجب یہ طریق عمل ہوا ہے۔ وہ زکوٰۃ کے روپیہ سے ان عورتوں اور لڑکیوں کی مالی امداد کرتے ہیں، جن سے بدکاری کرتے اور کرواتے ہیں۔''

(''خلیفہ ربوہ مرزا محمود کی مالی بے اعتدالیاں'' ص 38)

مبلغین کو شادی کے فوراً بعد بیرون ملک بھیجنے کا ''فلسفہ''

''اس (مرزا محمود) نے اپنے جنون زوج کی تسکین کے لیے اپنی ''عبقریت'' کو اپنی کوریت میں غرق کر کے عصمت اور حیا کے تصور کے استیصال کے لیے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ وہ قادیان میں اپنے پرچارکوں کو شادی کے بعد معاً دور دراز ملکوں میں بھیج دیتا تھا۔ اس طرح ان کی معلقہ بیویاں اس کے لیے کال گرلز (Call Girls) بن جاتیں۔ اس طرح یہ بھی ہوا کہ ان مظلوم عورتوں کو اپنے خاوندوں کی غیر موجودگی میں بچوں کی مائیں بننا پڑا۔ اسی طرح نائجیریا کے ایک ''مبلغ'' اور واقف زندگی کی بیوی کو یہی سانحہ الیہ پیش آیا۔ ذرا سی لہر اٹھی مگر جہاں جنسی معصیت کا دور دورہ تھا، وہاں یہ الم ناک حادثہ دب کر رہ گیا۔''

(''فتنہ انکار ختم نبوت'' مولفہ مرزا محمد حسین بی کام، ص 45)

باب 5

خطوط

شیخ عبدالرحمان صاحب مصری کے خطوط

شیخ عبدالرحمان مصری 25 ئی گلبرگ لاہور میں مقیم تھے۔ 1905ء میں انہوں نے بانی قادیانیت کے ہاتھ پر ہندومت ترک کر کے احمدیت قبول کیا۔ مولانا حکیم نورالدین صاحب کے سربراہ جماعت ہونے کے بعد، وہ عربی کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے مصر چلے گئے۔ واپس آ کر مدرسہ احمدیہ قادیان کے ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔ 1924ء میں جب مرزا محمود انگلستان یاترا کے لیے روانہ ہوئے تو شیخ صاحب بھی ان کے ساتھ تھے۔ یوں سمجھئے کہ مرزا محمود کے دور خلافت میں آپ صف اول کے لوگوں میں شامل تھے۔ نقائص سے مبرا تو کوئی انسان نہیں ہوتا، نہ شیخ صاحب کو اس کا دعویٰ ہے، مگر واقعہ یہ ہے کہ مرزا محمود اپنی تمام ریشہ دوانیوں کے باوجود ان پر جنسی یا مالی بددیانتی کا کوئی الزام نہ لگا سکا۔ ابتداء میں جب انہیں اپنے بیٹے کے ذریعے مرزا محمود کی بدکرداری کا علم ہوا، تو انہوں نے اپنے بیٹے کو عاق کرنے کا فیصلہ کر لیا، مگر حقائق اپنا آپ منوا لیتے ہیں۔ جب انہوں نے تحقیقات شروع کی تو عقیدت کی دھند چھٹنی شروع ہوئی اور وہ حیران رہ گئے کہ ''قصر خلافت'' میں ان کی اولاد ہی جنسی معصیت میں پھنسی ہوئی نہیں بلکہ ہر گھر میں ڈاکہ پڑ رہا ہے۔ اور مرزا محمود کی جنسی ہوس کی تسکین کے لیے عورتوں کا ایک گروہ سرگرم عمل ہے اس پر انہوں نے مرزا محمود کو تین پرائیویٹ خطوط لکھے۔ یہ مکاتیب پڑھنے سے پیشتر یہ جاننا ضروری ہے کہ یہ خطوط ایسے شخص نے لکھے ہیں جو ہندو معاشرہ سے تعلقات منقطع کر کے ایک نئے قادیانی ماحول میں آیا تھا اور ایک لمبے عرصہ کے بعد جب اسے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی عزت، معاش، اولاد، کوئی چیز اس آمرانہ نظام میں محفوظ نہیں ہے تو وہ اضطراب اور کرب کی جس کیفیت سے گزر رہا ہوگا، اس کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ وہ ''خلیفہ'' کو بدکار اور زانی سمجھتے ہوئے بھی اسے ''سیدنا'' کے لفظ سے خطاب کرتا ہے۔ وہ بعض تحفظات کے وعدہ پر اس ''ریاست'' میں اپنی بقیہ زندگی یہ سمجھ کر

بھی گزار لینے پر آمادہ ہے کہ "میں ایک ایسی ریاست میں رہ رہا ہوں جس کا والی بدچلن ہے۔"

یہ بات ظاہر کرتی ہے کہ ایک مخصوص ماحول میں رہتے ہوئے سماجی ومعاشی رشتے انسانی ذہن کی ساخت ایسی بنا دیتے ہیں کہ وہ ان علائق کے ٹوٹنے کے خوف سے غیر شعوری طور پر اپنے آپ کو ایسے "دلائل" سے مطمئن کرنے کی کوشش کرتا ہے، جن کی حیثیت تارعنکبوت ایسی بھی نہیں ہوتی۔ مرزا محمود سے توبہ کا مطالبہ یا بدکاری کے جواز پر کسی سند کا مانگنا اسی قبیل کی چیزیں ہیں۔ آمرانہ نظام کے معروف طریقوں کے مطابق مرزا محمود نے ان کے خلاف اپنے تنخواہ دار ملاؤں سے پروپیگنڈا شروع کروا دیا، انہیں قتل کرنے کی دھمکیاں دیں اور مریدوں کی توجہ اپنی زناکاری سے ہٹانے کے لیے اس امر کی تشہیر کی گئی کہ شیخ صاحب موصوف اپنی صاحبزادی کا رشتہ اسے دینا چاہتے تھے مگر جب اس میں ناکام ہوئے تو الزامات لگانے شروع کر دیئے۔ شیخ صاحب کو جب "اصلاح" کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو انہیں سمجھ آگئی کہ معیشت، ماحول اور لایعنی عقائد کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے مجبور مریدوں سے سچ بولنے اور صداقت کی حمایت کرنے کی توقع کرنا حماقت ہے۔ اس پر انہوں نے چوبیس گھنٹے کا نوٹس دے کر "خلیفہ" سے علیحدگی اختیار کر لی۔ اب آپ وہ خطوط ملاحظہ فرمائیں:

نقل خط نمبر 1

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسول الکریم

الفتنة نائمة لعن الله من ایقظها

سیدنا، السلام علیکم ورحمۃ و برکاتہ!

میں ذیل کے چند الفاظ محض آپ کی خیر خواہی اور سلسلہ کی خیر خواہی کو مدنظر رکھتے ہوئے لکھ رہا ہوں۔ مدت سے میں چاہتا تھا کہ آپ سے دو ٹوک بات کروں مگر جن باتوں کا درمیان میں ذکر آنا لازمی تھا، وہ جیسا کہ آپ اچھی طرح جانتے ہیں، ایسی تھیں کہ ان کے ذکر سے آپ کو سخت شرمندگی لاحق ہونی لازمی تھی اور جن کے نتیجہ میں آپ میرے سامنے منہ دکھانے کے قابل نہیں رہ سکتے تھے اور ادھر چونکہ سلسلہ کے کاموں کی وجہ سے اکثر ہمیں آپس میں ملنے کی ضرورت پیش آتی تھی، میری فطرتی شرافت اس بات کو گوارا نہیں کر سکتی تھی کہ آپ ہمیشہ کے لیے میرے سامنے شرمندگی کی حالت میں آئیں، اس لیے میں اس وقت تک آپ کے ساتھ فیصلہ کن بات کرنے

سے رکا رہا ہوں، لیکن اب حالات نے مجبور کر دیا ہے کہ میں آپ کے سامنے آپ کی اصل (Situation) رکھ دوں اور آپ کو بتا دوں کہ جس طرف آپ جا رہے ہیں، وہ راہ آپ کے لیے اور سلسلہ کے لیے کیسی پر از خطرات ہے۔ یہ سچ ہے کہ سلسلہ خدا کا ہے اور خدا خود اس کی حفاظت کرے گا اور خدا تعالیٰ کے فرشتے لوگوں کے دلوں کو خود اس طرف کھینچ کر لائیں گے، لیکن آپ اپنی غلط پالیسی کے نتیجہ میں ہر طرح سے لوگوں کو اس سے دور پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ میں نے تو مظلوم ہو کر بھی (جس کو شریعت نے بھی ظالم کے ظلم کے علی الاعلان اظہار کی اجازت دی ہے) اس بات میں شرم محسوس کرتا رہا کہ آپ کے سامنے بالمشافہ یا تحریر کے ذریعہ آپ کی بعض خاص راز کی باتوں کا ذکر لاؤں لیکن آپ جو ظالم تھے اور ایسے افعال شنیعہ کے مرتکب تھے، جن کے سننے سے بھی ایک مومن چھوڑ، معمولی شریف آدمی کی روح کانپتی ہے۔ اس آدمی کو جس کا قصور اور جرم صرف اسی قدر تھا کہ بدقسمتی سے اس کو آپ کے افعال شنیع کا علم ہو گیا اور آپ کو یہ علم ہو گیا کہ اسے علم ہو گیا ہے، دکھ دینے اور قسم قسم کے مصائب کا، اسے نشانہ بنانے اور اس کو جماعت کی نظر میں گرانے کے لیے طرح طرح کے بہتان اس پر باندھنے اور ان بہتانوں کو ہاتھ میں لے کر اس کے خلاف جماعت میں جھوٹا پراپیگنڈہ کرنے کی لگاتار ان تھک کوشش کرنے میں ذرا شرم محسوس نہیں کی اور یہ سب کچھ اس لیے کیا گیا کہ آپ کا (Guilty Conscious) (مجرم ضمیر) ہر وقت آپ کو اس بے شر اور بے ضرر انسان کے متعلق، اندر سے یہی آواز دیتا رہا کہ اگر اس شخص نے میری ان کارروائیوں کا، جو میں اندر خانہ کر رہا ہوں، جماعت کو علم دے دیا تو میرا سارا کاروبار بگڑ جائے گا اور میں شہرت سے گر کر قعر مذلت میں جا پڑوں گا کیونکہ آپ اچھی طرح سے جانتے تھے کہ اس شخص کو جماعت میں عزت حاصل ہے، مستریوں کے متعلق تو اس قسم کے عذر گھڑ لیے گئے تھے کہ ان کے خلاف مقدمہ کیا تھا یا ان کی لڑکی پر سوتن لگانے کا مشورہ دیا تھا، مگر یہاں اس قسم کا کوئی بھی عذر نہیں چل سکتا۔ اس کی بات کو جماعت مستریوں کی طرح رد نہیں کرے گی بلکہ اس پر اسے کان دھرنا پڑے گا اور وہ ضرور دھرے گی، اس لیے آپ نے اسی میں اپنی خیر سمجھی کہ آہستہ آہستہ اندر ہی اندر اس شخص کو جھوٹے پراپیگنڈہ کے ذریعہ جماعت کی نظر سے گرا دیا جائے اور اس کو اس مقام پر لے آیا جائے کہ اگر یہ میرے اس گندے راز کو فاش کرے تو جماعت توجہ نہ کرے اور اس کی بات کو بھی اس طرف منسوب کرنے لگ پڑے کہ اس شخص کو بھی کچھ ذاتی اغراض و خواہشات تھیں، جن کو چونکہ پورا نہیں کیا گیا، اس لیے یہ بھی ایسا کہنے لگ پڑے ہیں اور ادھر سے آپ شدید حملے شروع کر دیں کہ دیکھا، میں نہیں کہتا تھا کہ یہ اندر سے مستریوں یا پیغامیوں یا

احراریوں سے ملے ہوئے ہیں اور ایسے لوگوں کا منہ بند کرنے کے لیے، جن کو آپ کے ان گندے رازوں کا علم ہو جاتا ہے، آپ کے پاس زیادہ تر یہی ایک حربہ ہے۔ یہ آپ مت خیال کریں کہ جو کچھ آپ میرے خلاف کر رہے ہیں، اس کا مجھے علم نہیں ہوتا، مجھے آپ کی ہر کارروائی کا علم ہوتا رہا ہے، میں بھی آپ کے اس اشتعال انگیز طریق سے متاثر ہو کر جلد بازی سے کام لیتا اور ابتداء میں ہی اپنا مبنی بر حقیقت بیان شائع کر دیتا اور جو تقدس کا بناوٹی پردہ اپنے اوپر ڈالا ہوا ہے، اس کو اٹھا کر آپ کی اصل شکل دنیا کے سامنے ظاہر کر دیتا تو آج نہ معلوم آپ کا کیا حشر ہوتا یعنی محض اللہ تعالیٰ کے لیے صبر سے کام لیا۔ آپ کے ظلم پر ظلم دیکھے اور اف تک نہیں کی۔ میں نے سمجھا تھا کہ میری خاموشی سے آخر آپ سبق حاصل کریں گے اور سمجھ لیں گے کہ یہ شخص اس راز کو فاش کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا اور کچھ عرصہ تک میرے رویہ کو دیکھ کر، خود بخود اپنی غلطی محسوس کر کے، نادم ہو کر، اپنی ان ناجائز اور ظالمانہ کارروائیوں اور جھوٹے پراپیگنڈہ سے باز آجائیں گے، لیکن آپ کا (Guilty Conscious) (مجرم ضمیر) آپ کو کب آرام سے بیٹھنے دے سکتا تھا اور آپ کا اضطراب اور گھبراہٹ سے بھرا ہوا دل اس وقت تک، کب آپ کو چین کی نیند لینے دے سکتا تھا، جب تک آپ اس شخص کو اپنی راہ سے دور نہ کر لیں، جس سے آپ کو ذرا سا بھی خطرہ، خواہ وہم ہی کیوں نہ ہو، محسوس ہو رہا ہو۔ آپ غالباً اس وقت تک اس غلط فہمی کا شکار ہو رہے ہیں۔ کیا اس وقت تک جو خاموش رہا ہے، اپنی ملازمت کے چلے جانے کے ڈر سے رہا ہے، اس غلط فہمی کو جتنی جلدی بھی ہو سکے، اپنے دل سے نکال دیں اور آپ کو دلیری بھی زیادہ تر اسی وجہ سے ہے کہ آپ سمجھتے ہیں کہ لوگوں کی روزی میرے قبضہ میں ہے مگر میں خدا کے فضل سے مشرک نہیں ہوں کہ ایک سیکنڈ کے لیے بھی اس بات کا خیال کرنا تو کجا، اس کو وہم میں بھی لاسکوں۔ پس یہ آپ کو یاد رہے کہ میں جو اس وقت تک باوجود آپ کی غلط کاریوں کا علم ہو جانے اور اپنے خلاف غلط کارروائیوں کو دیکھنے کے خاموش چلا آرہا ہوں، اس کی وجہ کسی قسم کے مالی، جانی نقصان کا ڈر نہ تھا کیونکہ علماء ربانی، حق گوئی کے مقابلہ میں کسی نقصان سے، خواہ وہ کتنا بڑا ہی کیوں نہ ہو، نہیں ڈرا کرتے لیکن وہ جہاں لایخافون لومۃ لائم کا مصداق ہوتے ہیں، وہاں وہ حق گوئی کا محل اور موقع بھی دیکھتے ہیں اور اس کے اظہار اور عدم اظہار میں موازنہ بھی کرتے ہیں۔ اپنے ذاتی نفع نقصان کو مدنظر رکھ کر نہیں بلکہ وہ یہ دیکھتے ہیں کہ اسلام اور سلسلہ حقہ کے حق میں ضرہ اکبر من نفعہ یا نفعہ اکبر من ضرہ اس لیے میں اگر خاموش تھا اور ہوں تو محض اس لیے کہ میں اس کے اظہار کو سلسلہ کے لیے مضر یقین کرتا تھا، نہ صرف کرتا تھا بلکہ اب بھی کرتا ہوں۔ دوسری بات جو اس گندے اظہار کے لیے میرے لیے

مانع تھی اور ہے، وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فداہ روحی وجسمی کے بے انتہا احسانات تھے، جن کے نیچے سے ہماری گردنیں کبھی نکل ہی نہیں سکتیں۔ پس ان احسانات کو دیکھتے ہوئے طبیعت اس بات کو قطعاً گوارا نہیں کرسکتی کہ حضور علیہ السلام کی اولاد کا مقابلہ کیا جائے یا انہیں بدنام کیا جائے۔ تیسری بات جو میرے لیے مانع تھی، وہ آپ سے دیرینہ تعلقات اور ایک حد تک آپ کے احسانات تھے۔ گو جو ظلم آپ نے میری اولاد کو اپنے گندا نمونہ کے ذریعہ سے اور سلسلہ حقہ سے منحرف کرنے اور ان کو دہریہ بنانے کی کوشش میں کیا، وہ اتنا بڑا ہے کہ وہ احسانات اس کے مقابلہ میں بالکل ہیچ ہیں اور قطعاً قابل ذکر نہیں رہے۔ تعجب ہے، مجھے تو ان دیرینہ تعلقات کا اس قدر پاس ہو کہ آپ کے گندے افعال کا ذکر آپ کے سامنے کرنے سے بھی شرم محسوس کروں اور محض اس خیال سے کہ میرے سامنے آنے سے آپ کو شرم محسوس ہوگی، آپ کے سامنے آنے سے حتیٰ الوسع اجتناب کرتا رہا ہوں، لیکن ان تعلقات کا آپ کو اتنا بھی پاس نہ ہوا جتنا کہ ایک معمولی قماش کے بدچلن انسان کو ہوتا ہے۔ میں نے سنا ہے کہ بدچلن سے بدچلن آدمی بھی اپنے دوستوں کی اولاد پر ہاتھ ڈالنے سے احتراز کرتے ہیں، لیکن افسوس آپ نے اتنا بھی نہ کیا اور اپنے ان مخلص دوستوں کی اولاد پر ہی ہاتھ صاف کرنا چاہا جو آپ کے لیے اور آپ کے خاندان کے لیے جانیں تک قربان کردینا بھی معمولی قربانی سمجھتے تھے۔ میرے اخلاص کا تو یہ عالم تھا کہ جس وقت فضل داد سے اجمالی علم ہوا اور پھر بشیر احمد نے اس کی تفصیلی تصدیق کی تو میرا یہی فیصلہ تھا کہ بشیر احمد کو گھر سے نکال دوں اور ہمیشہ کے لیے اس سے تعلقات منقطع کردوں مگر میں نے اس سے نرمی اس لیے کی کہ اس کے ذریعہ سے اب میں اس سازش کا پتہ لگانے میں کامیاب ہو جاؤں گا، جس کے متعلق میں پہلے یقین کیے بیٹھا تھا کہ آپ کے چال چلن کو بدنام کرنے کے لیے اپنا کام کررہی ہے۔ مجھے اس وقت یہی خیال غالب تھا کہ بشیر احمد بدقسمتی سے ان لوگوں کے ہاتھ پڑ گیا ہے جو اس سازش کے بانی مبانی ہیں کیونکہ یہ مجھے اچھی طرح علم تھا کہ اس کو، آپ کے اور آپ کے خاندان کے ساتھ بڑا اخلاص تھا اور اس اخلاص کی موجودگی میں وہ کبھی بھی جھوٹے الزام آپ پر نہیں لگا سکتا تھا، پس ایسی حالت میں میرے نزدیک دو ہی صورتیں ہوسکتی تھیں، یا یہ الزامات سچے ہیں یا یہ کہ بشیر احمد بعض ایسے آدمیوں کے ہاتھ پڑ گیا ہے اور انہوں نے اس کو قتل وغیرہ کی دھمکیاں دے کر اس سے یہ کہلوایا ہے۔ مجھے یقین تھا کہ میں بشیر احمد سے اس سازش کا پتہ لگانے میں کامیاب ہو جاؤں گا، چنانچہ اس بناء پر اول میں نے بشیر احمد کے ساتھ مختلف رنگوں میں انتہائی کوشش کی کہ وہ ان باتوں کے غلط ہونے کا اقرار کرے مگر قطعاً کامیابی نہ ہوئی اور کامیابی ہوتی کس طرح اور کسی سازش کا پتہ

لگتا کس طرح؟ جبکہ کسی سازش کا نام ونشان ہی نہ تھا بلکہ برخلاف اس کے، اس نے بعض ایسے دلائل پیش کیے جو ایک حد تک قائل کر دینے والے تھے، ان میں قطعاً بناوٹ نہ معلوم ہوتی تھی۔

دوسری طرف میں حیران تھا کہ وہ سب باتیں، ان باتوں سے پوری پوری مطابقت کھاتی ہیں جو سکینہ اور زاہد کہہ چکے تھے، پس جب میں ادھر سے اپنے مقصد میں ناکام رہا تو میں نے اپنی تحقیق کا رخ دوسری طرف پھیرا اور میں نے لوگوں میں زیادہ ملنا جلنا شروع کیا اور اس وقت تک میری یہی نیت تھی کہ میں سازش کا سراغ لگاؤں۔ اس نے گہری سازش کا سراغ تو کیا بتانا تھا، الٹا چاروں طرف سے واقعات اور حقائق کا طومار میرے سامنے لا کھڑا کیا، جو بشیر احمد کے بیان کے لفظ لفظ کی تصدیق کر نے والے تھے۔ پس اس وقت میں نے بشیر احمد کو معذور سمجھ کر اس کی سزا دہی کا خیال چھوڑا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس بے گناہ بچے کو اتنے بڑے ظلم سے، جو میں اس پر، آپ کے ساتھ اپنے فرط محبت اور فرط اخلاص کی وجہ سے کرنے لگا تھا، یعنی ساری عمر کے لیے اس کو تباہ و برباد کرنے کا جو تہیہ کر لیا تھا، اس سے بچانے کے لیے یہ سامان پیدا کر دیے کہ کئی جگہوں سے اس کے بیان کی تصدیق ہوتی چلی گئی اور ایسی ایسی جگہوں سے ہوئی، جن کے متعلق وہم بھی نہیں کیا جاسکتا کہ وہ کوئی شرارت کریں یا کسی شریر کی سازش کا شکار ہوں یا خود سازش کے بانی ہوں، جو ان کا پتہ بتا دیوے، کیونکہ آپ تو اچھی طرح سے واقف ہیں کہ اشارہ آپ کو فوراً اصل مشار الیہ کا پتہ دے گا اور میں کسی مصالحت سے اپنی تحریر کو دلائل سے خالی رکھنا چاہتا ہوں، غرضیکہ میرے پاس ان باتوں کے اثبات کے لیے دلائل کا ایک ذخیرہ جمع ہو گیا ہے جو اگر ضرورت پڑی تو پبلک میں ظاہر کیا جائے گا۔ خدا کرے کہ ان کے پیش کرنے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے۔ تب مجھے یقین ہو گیا کہ بشیر احمد سچا ہے اور یہ سب افعال، جو اس نے بیان کیے ہیں، آپ سے سرزد ہوتے رہتے ہیں مگر باوجود ان تمام باتوں کا علم ہو جانے کے، جو میرے اور میری بیوی کے لیے سخت دکھ کا موجب تھیں، اور جنہوں نے ہم دونوں کی صحت پر اتنا گہرا اثر کیا کہ آج تک بھی ہم اپنی صحت (Recover) نہیں کر سکے۔ کافی عرصہ تک ہم دونوں کمرہ میں اکیلے دروازہ بند کر کے روتے رہتے تھے۔ بچے بھی ہماری حالت دیکھ کر سخت پریشان تھے مگر ان کو کوئی علم نہیں کہ کیا معاملہ ہے؟ وہ ہماری آنکھیں سرخ دیکھتے اور سہم جاتے مگر ادب کی وجہ سے دریافت نہ کرتے، باوجود اس قدر شدید صدمہ کے، پھر بھی میں نے اس قدر شرافت سے کام لیا اور اپنے نفس پر اس قدر قابو رکھا کہ کسی کے سامنے ان باتوں کا اظہار نہیں کیا۔ یہاں تک کہ جن لوگوں سے مجھے مختلف واقعات کا علم ہوتا رہا، ان سے بھی صرف واقعات سنتا رہا اور یہاں تک احتیاط سے کام لیا کہ کسی ایک کو بھی کسی دوسرے کے بتائے ہوئے

واقعات کا علم نہ ہونے دیا، اس کا علم صرف اس کے بتائے ہوئے واقعات تک ہی محدود رہنے دیا اور ادھر بشیر احمد کو یہ سمجھایا کہ ان الحسنت یذھبن السیئات کے ماتحت ممکن ہے، اللہ تعالیٰ معاف کر دے اور اسے تاکید کہ کسی کے سامنے اب ان باتوں کو دہرانا نہیں، حتیٰ کہ اگر کوئی پوچھے بھی تو صاف انکار کر دینا کیونکہ یہ ہمارا فرض ہے کہ حضرت مسیح موعود کی اولاد کی پردہ پوشی کریں۔
بشیر احمد نے جب دیکھا کہ آپ میرے خلاف پروپیگنڈہ کر کے مجھے جماعت میں گرانے کی کوشش کر رہے ہیں اور ادھر اس کو بھی گرانے کے درپے ہیں تو اس نے کئی دفعہ مجھ پر زور دیا کہ میں اعلان کر دوں لیکن میں نے اس کو ہمیشہ صبر کی تلقین کی۔ آخر تنگ آ کر اس نے خود اعلان کا فیصلہ کر لیا اور ایک اعلان لکھ کر میری طرف بھیج دیا، چنانچہ اسے بجنسہ اس خط کے ساتھ ارسال کر رہا ہوں۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے اجازت کے بغیر شائع نہیں کر دیا ورنہ سبق الصیت القول والی مثل صادق آ جاتی اور پھر چھٹا ہوا تیر واپس لانا مشکل ہو جاتا لیکن میں اسے ہمیشہ روکتا رہا اور اس اعلان کو بھی روک لیا اور ہمیشہ اسے یہی تلقین کی کہ خواہ وہ کتنا ہی ہم کو بدنام کر لیں اور کتنی ہی کوشش ہمیں جماعت کی نظر میں گرانے کی کر لیں، ہم نے ابتداء نہیں کرنی اور ہماری طرف سے یہی کوشش رہے گی کہ ہم صبر سے برداشت کرتے چلے جائیں، حتیٰ کہ وقت آ جائے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک جوابی طور پر اپنا بیان شائع کرنے پر مجبور سمجھے جائیں، تو جب کسی سے مقابلہ آ پڑے تو مقابلہ میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے جو نقطہ نگاہ ہوتا ہے، اس کے لحاظ سے (Defence) بہت بعد از وقت ہوگا لیکن اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اس میں ہے، چنانچہ اس وقت تک میں کاربند رہا ہوں اور اب جو میں یہ تحریر لکھ رہا ہوں، وہ بھی اسی لیے کہ آپ پر آخری دفعہ حجت پوری کر دوں اور آپ کو متنبہ کر دوں کہ کہیں آپ مجھے اپنا (Defence) پیش کرنے پر مجبور نہ کر دیں، چنانچہ اگر آپ نے اس قسم کا قدم اٹھانے کی غلطی کی تو میں مجبور ہوں گا کہ اصل واقعات کو روشنی میں لاؤں اور جو اخفاء کا پردہ آج تک ان واقعات پر پڑا آ رہا ہے، اسے اٹھا دوں کیونکہ یہ میں قطعاً برداشت نہیں کر سکتا کہ خدا تعالیٰ کی مقدس جماعت میں، دائمی طور پر بدنامی کے ساتھ یاد کیا جاؤں۔ پس اگر میں آپ کے افعال مذمومہ کے اظہار پر مجبور ہوا تو پھر اس کی ساری ذمہ داری آپ پر ہوگی اور سمجھ لیں کہ الفتنة نائمة لعن الله من ایقظها کا کون مصداق بنے گا۔ میں نے آپ کے ظلم پر ظلم دیکھے اور صبر سے کام لیا لیکن آپ باز آنے میں ہی نہیں آتے اور اپنے مظالم میں حد سے بڑھتے چلے جاتے ہیں، پس اب میرے صبر کا پیمانہ بھی لبریز ہو چکا ہے، اس لیے انجام کو آپ اچھی طرح سے سوچ لیں۔ اگر آپ اس تحریر کے بعد رک گئے تو میں بھی جس طرح خاموشی

سے وقت گزار رہا ہوں، گزارتا چلا جاؤں گا کیونکہ ہر حق کا اظہار ضروری نہیں ہوتا۔ میں جانتا ہوں کہ اس حق کے اظہار کی وجہ سے چند عورتوں وغیرہ کی عصمتیں تو محفوظ ہو جائیں گی اور چند نوجوان دہریہ بننے سے بچ جائیں گے، لیکن ہزاروں روحیں، جو اس کے عدم علم کی وجہ سے ہدایت کے قریب آرہی ہیں اور بہت سی ان میں بھی جو پا چکی ہیں، ہدایت سے ہمیشہ کے لیے محروم ہو جائیں گی اور یہ اتنا بڑا نقصان ہے جس کے خیال سے بھی میری روح کانپتی ہے اور یہ اتنا بھاری بوجھ ہے، جس کے اٹھانے کے لیے میری پیٹھ بہت کمزور ہے، پس اگر یہ وقوع میں آ گیا تو اس کی ذمہ داری آپ پر آئے گی۔ میں تو، آپ یاد رکھیں، اب تنگ آ چکا ہوں اور اگر آپ نے مجبور ہی کیا تو میں نے مقابلہ کے لیے مصمم ارادہ کر لیا ہے اور جب تک میری جان میں جان ہے، انشاء اللہ آپ کا مقابلہ کروں گا اور آپ کے تمام دجل وفریب کو انشاء اللہ آشکارا کر کے چھوڑوں گا۔ وما توفیقی الا باللہ مجھے اس بات کی پرواہ نہیں کہ اس مقابلہ میں میری جان جائے یا مجھے مالی نقصان ہو، میں خاموش ہوں تو خدا تعالیٰ کے لیے اور اگر اٹھوں گا تو محض خدا تعالیٰ کے لیے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ:

''ایک طرف تو آپ نے اپنی عیاشی کو انتہا تک پہنچایا ہوا ہے۔ جس لڑکی کو چاہا اپنی عجیب وغریب عیاری سے بلایا اور اس کی عصمت دری کر دی اور پھر ایک طرف اس کی طبعی شرم وحیا سے ناجائز فائدہ اٹھالیا اور دوسری طرف دھمکی دے دی کہ اگر تو نے کسی کو بتایا تو تیری بات کون مانے گا، تجھے ہی لوگ پاگل اور منافق کہیں گے۔ میرے متعلق تو کوئی یقین نہیں کرے گا۔''

اور اگر کسی نے جرأت کا اظہار کر دیا تو مختلف بہانوں سے ان کے خاوندوں یا والدین کو ٹال دیا مگر آپ یہ یاد رکھیں کہ آپ کا یہ طلسم صرف اس لیے، ان پر چل جاتا ہے کہ وہ اپنے معاملہ کو انفرادی معاملہ سمجھتے ہیں لیکن جس وقت ان کے سامنے تمام واقعات مجموعی حیثیت سے آئے تو پھر ان کو بھی پتہ لگ جائے گا کہ یہ سب دھوکہ ہی تھا جو ہمیں دیا جا رہا تھا۔ لڑکوں اور لڑکیوں کو پھنسانے کے لیے جو جال آپ نے ایجنٹ مردوں اور ایجنٹ عورتوں کا بچھایا ہوا ہے، اس کا راز جب فاش کیا جائے گا تو لوگوں کو پتہ چلے گا کہ کس طرح ان کے گھروں پر ڈاکہ پڑتا ہے۔ مخلص جو آپ کے ساتھ اور آپ کے خاندان کے ساتھ تعلق پیدا کرنا فخر سمجھتے تھے، ان کے گھروں میں سب سے زیادہ ماتم پڑے گا۔ دوسری طرف جن لوگوں کو آپ کی غلط کاریوں کا علم ہو جاتا ہے یا وہ کسی کے سامنے اظہار کر بیٹھتے ہیں اور آپ کو اس کا علم ہو جائے تو پھر آپ اسے کچلنے کے درپے ہو جاتے ہیں اور اس کچلنے میں، رحم آپ کے نزدیک تک نہیں پھٹکتا اور پتھر سے بھی زیادہ سخت دل کے ساتھ اس پر گرتے ہیں اور آپ کی سزا ہی میں اصلاحی پہلو بالکل مفقود اور انتقامی پہلو نمایاں ہوتا ہے، چنانچہ

مثال کے طور پر سکینہ بیگم زوجہ مرزا عبدالحق صاحب کو ہی لے لو، کس قدر ظلم اس پر آپ کی طرف سے کیا جاتا رہا ہے۔ جو کچھ اس نے کہا تھا، اس کی سچائی تو اب بالکل ثابت ہو چکی ہے لیکن وہ بے چاری باوجود سچی ہونے کے، قیدیوں سے بدتر زندگی بسر کر رہی ہے۔ اس کی صحت تباہ ہو چکی ہے۔ اب تازہ مثال فخرالدین صاحب کی ہے، اس کو بھی آپ نے اس وجہ سے سزا دی ہے کہ اس کو آپ کی غلط کاریوں کا علم ہو چکا ہے اور آپ پر یہ خوف غالب تھا کہ یہ مجھے بدنام کرے گا، حالانکہ یہ آپ کا وہم ہی تھا، وہ بھی سلسلہ کی بدنامی کے خوف سے ہمیشہ آپ کی پردہ پوشی ہی کرتا رہا، چنانچہ اس وہم کی ہی بناء پر، آپ مدت سے اس کے پیچھے لگے ہوئے تھے کہ کبھی کوئی موقع ہاتھ آئے تو اسے جماعت سے نکال دیا جائے تاکہ یہ روٹی سے تنگ آ کر ذلیل ہو کر معافی مانگے تاکہ پھر ساری عمر آپ کی سیاہ کاریوں کے متعلق ایک لفظ بھی منہ سے نہ نکال سکے اور آپ اطمینان سے اپنی عیاشیوں میں مشغول رہیں، جیسا کہ آپ پہلے اس طریق سے بعض ایسے آدمیوں کو چپ کرا چکے ہیں۔ قاضی اکمل صاحب پر جو ظلم کیا گیا، اس کی تہہ میں بھی یہی مقصد آپ کا کام کر رہا تھا، اس طرح اور بہت سی مثالیں ہیں، جن کو وقت آنے پر پیش کیا جائے گا اور ان تمام مظالم کی داستانیں، جو تقدس کے پردہ میں آپ کر رہے ہیں، وقت آنے پر کھول کھول کر لوگوں کو بتائی جائیں گی۔ ان تمام مظالم کو ڈھانے میں آپ کو جرأت ایک تو اس وجہ سے ہو رہی ہے کہ آپ نے لمبے عرصے تک مختلف رنگوں میں کوشش کر کے لوگوں کو یہ بات ذہن نشین کر دی ہے کہ آپ ایک مقدس انسان ہیں، کہیں اپنے آپ کو مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق بتایا ہے، کہیں موعود خلیفہ۔ لیکن یاد رکھیں کہ یہ طلسم آپ کا بہت جلد ٹوٹ جائے گا، لوگ آپ کے اس طلسم کے نیچے صرف اس وقت تک ہی ہیں، جب تک ان کو آپ کے چال چلن کا صحیح علم نہیں ہوتا اور ان کو پتہ نہیں لگتا کہ جس قدر دلائل آپ کو مصلح موعود بنانے کے لیے دیئے گئے ہیں، وہ سب غلط ہیں اور یہ کہ مصلح موعود کی پیش گوئی کے مصداق آپ ہو ہی نہیں سکتے۔ حضرت مسیح موعود کا ایک اور خواب ہے جس میں آپ کی گندی زندگی کا نقشہ کھینچا گیا ہے، اس کے آپ مصداق ہیں۔ مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق کوئی اور آنے والا ہے۔ میں نے خدا کے فضل سے اس پیشگوئی کا گہرا مطالعہ کیا ہے اور یقینی دلائل سے یہ ثابت کر سکتا ہوں کہ آپ مصلح موعود نہیں ہو سکتے، پس ایک طرف تو آپ کو اس وجہ سے جرأت ہے کہ لوگوں کے دلوں میں غلط طور پر آپ کا تقدس بٹھلا دیا گیا ہے، جس کی وجہ سے لوگ آپ کی بات کو خدائی بات سمجھ بیٹھے ہیں۔ دوسری طرف آپ کو اپنی طاقت اور اقتدار کا گھمنڈ ہے، جو اول بالفکر ذریعہ سے آپ نے حاصل کیا ہوا ہے۔ تیسرے اس وجہ سے آپ نے یہ چال چلی ہوئی ہے کہ

لوگوں کو ایک دوسرے سے ملنے نہ دیا جائے اور منافقوں سے بچو۔ منافقوں سے بچو کے شور سے لوگوں کو خوفزدہ کیا ہوا ہے اور ہر ایک دوسرے پر بدظن کر دیا ہوا ہے، اب ہر شخص ڈرتا ہے کہ میرا مخاطب کہیں میری رپورٹ ہی نہ کر دے اور پھر فوراً مجھ پر منافق کا فتویٰ لگ کر جماعت سے اخراج کا اعلان کر دیا جائے گا اور یہ سب کچھ آپ نے اس لیے کیا ہوا ہے کہ آپ کی سیاہ کاریوں کا لوگوں کو علم نہ ہو سکے، لیکن یہ آپ کا غلط خیال ہے۔

قادیان میں بھی اور باہر بھی ایک بڑی تعداد ہے جو آپ کی سیاہ کاریوں سے واقف ہے اور دن بدن یہ تعداد بڑھتی جاتی ہے، انشاء اللہ عنقریب یہ پھوٹے گا۔

بہت سے لوگ کسی جرأت کرنے والے کا انتظار کر رہے ہیں اور یہ انسانی فطرت ہے کہ اکثر لوگ خود جرأت نہیں کر سکتے، لیکن جرأت کے ساتھ کسی کو اٹھتا دیکھ کر خود اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ آخری بات، جو آپ کو ان تمام مظالم پر جرأت دلا رہی ہے، وہ بائیکاٹ کا حربہ ہے۔ آپ نے قادیان کے انتظام کو ایسے رنگ میں چلا دیا ہوا ہے کہ تمام کی روزی کو اپنے ہاتھ میں رکھا ہوا ہے اور یہ ایسی چیز ہے جس سے انسان بے بس ہو جاتا ہے۔ بے شک ان باتوں کی وجہ سے جو اقتدار آپ کو حاصل ہو چکا ہے، آپ یقین رکھتے ہیں کہ "میں (آپ) اپنے مدمقابل کا سر ایک آن میں کچل سکتا ہوں۔" اور اب تو آپ فدائیوں کا گروہ بھی بنانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ میں، جو آپ کے مقابلہ کے لیے کھڑا ہونا چاہتا ہوں، ایک نہایت ہی کمزور، بے بس، بے کس، بے مال، بے مددگار ہوں اور جہاں آپ کو اپنی طاقت پر ناز ہے، وہاں مجھے اپنی کمزوری کا اقرار ہے۔ ہاں میں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ حق کی قوت میرے ساتھ ہے اور غلبہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسی کو ہوتا ہے جو حق کی تلوار لے کر کھڑا ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ابتداء میں میری بات کی طرف توجہ نہ کی جائے اور میں اس مقابلہ میں کچلا جاؤں، لیکن حق کی تائید کے لیے اور باطل کا سر کچلنے کی غرض سے کھڑے ہونے والے علماء اس قسم کے انجاموں سے کبھی نہیں ڈرے۔

حضرت ابن زبیر حق کی خاطر باطل کی فوجوں کے مقابل میں اکیلے ہی میدان جنگ میں نکلے اور جان دے دی، لیکن باطل کے سامنے سر نہیں جھکایا۔ حضرت امام حسین چند آدمیوں کے ساتھ باطل کی فوجوں کے سامنے صف آراء ہو گئے اور ایک ایک کر کے جان دے دی، لیکن باطل کی اطاعت نہیں کی۔

نتیجہ یہ ہوا جس بات کو وہ ثابت کرنا چاہتے تھے، آخر ثابت ہو کر رہی۔

پس اس مقابلہ میں مجھے اس بات کی قطعاً کوئی پرواہ نہیں، میرا انجام کیا ہوگا اور میری بات کوئی سنے گا یا نہیں۔ میری تقویت اور ہمت بڑھانے کے لیے صرف یہی کافی ہے کہ میں حق پر ہوں اور آپ باطل پر ہیں اور باطل کا سر کچلتے ہوئے، اگر میں اور میرے اہل و عیال بھی شہید کر دیے گئے، جس کا اقدام بھی اگر کیا گیا تو سخت ناعاقبت اندیشانہ ہوگا اور خطرناک نتائج پیدا کرے گا، ہم کامیاب رہیں گے ناکام نہیں، انشاء اللہ تعالیٰ آپ ہمیں اس مقابلہ پر پیٹھ پھیرتے نہیں دیکھیں گے اور مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ضرور ہماری تائید کرے گا اور اگر آج نہیں تو آئندہ لوگ حقیقت سے آگاہ ہو کر رہیں گے اور ان پر سچائی ظاہر ہو کر رہے گی۔ ہماری قربانیاں رائیگاں نہیں جائیں گی اور آپ کے چال چلن سے واقف ہو کر جماعت، خلافت کے حقیقی مفہوم سے آگاہ ہو گی اور آئندہ اپنے انتظام کی بنیاد مستحکم اصولوں پر رکھے گی اور ان فریب کاریوں سے، جن میں آپ نے قوم کو رکھا ہوا ہے، ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو جائے گی کیونکہ دلائل اور حقائق کا مقابلہ آخر لوگ کب تک کریں گے؟ مجھے اس بات کی بھی بڑی خوشی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی پاک وحی میں، جو اس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر آج سے تیس سال قبل نازل کی، مجھے منافقت جیسے گندے الزام سے پاک قرار دیا ہے اور آپ کو اور آپ کے خاندان کو اس ظلم سے روکا ہے اور بتایا ہے کہ اگر اس ظلم سے باز آئے تو آسمانی تائید تم سے چھن جائے گی۔ اگر چاہیں تو اس کے لیے ''تذکرہ'' کے صفحہ 692 پر 9 فروری 1908ء کے دن سامنے 8 الہامات درج ہیں، ان پر غور کریں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے پانچویں الہام میں متقیوں اور محسنوں کے ساتھ بیعت کا ذکر کیا ہے اور پھر چھٹے الہام میں کس طرح منافقوں کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ وہ کس طرح قتل کے مستحق ہیں، لیکن ساتویں الہام میں لاتقتلوا زینب کہہ کر بتایا ہے کہ دیکھنا کہیں زینب کو قتل نہ کر بیٹھنا۔ اس بات سے ڈرنا کہ کہیں اس کے متعلق بھی منافقت کا الزام تراش کر اس کے قتل کے بھی درپے ہو جاؤ اور پھر آٹھویں الہام میں بھی ان الفاظ ''آسمان ایک مٹھی بھر رہ گیا'' میں متنبہ کیا گیا ہے، اگر ایسا کرو گے تو یاد رکھو کہ آسمانی تائید سکڑ کر مٹھی بھر رہ جائے گی، سبحان اللہ۔ خدا کے نوشتے کس طرح پورے ہو کر رہتے ہیں، کس طرح آج ان الہامات کے تیس سال بعد ان میں بیان کردہ باتیں حرف بحرف پوری ہو رہی ہیں، کس طرح اب زینب کو قتل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے، کس طرح اس کے اور اس کے خاندان کے خلاف منافقت جیسا گندا الزام تراشا جا رہا ہے۔ پہلے اس کی اولاد کے ساتھ جو سلوک کیا، اس نے اسے موت کے دروازہ تک پہنچا دیا، جس سے بصد مشکل وہ بچ سکی اور پھر اب اس پر بزاق بن کر منافق کے دروازے بند کر کے اسے قتل کرنے کی کوشش کی [illegible]۔ میرے

لیے تو یہ تمام واقعات ازدیادِ ایمان کا موجب بن رہے ہیں لیکن آپ کو یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا محافظ ہے۔ اسے بھی آج سے کئی سال قبل، جبکہ ان باتوں کا نام و نشان بھی نہ تھا، اس نے ان الفاظ میں بشارت دی ہوئی ہے کہ:

فان خفتم عيلة فسوف يغنيكم الله من فضله

پس میں خدا تعالیٰ کے فضل پر یقین رکھتا ہوں کہ اگر مقابلہ کی صورت پیدا ہوگئی تو تائید الٰہی انشاء اللہ ہمارے ساتھ ہوگی اور آپ جو بے گناہ لوگوں پر ظلم دکھا رہے ہیں، خصوصاً مجھ جیسے گائے کی مانند بے ضرر انسان (آپ مجھے ایک خطبہ میں گائے سے مشابہت دے چکے ہیں) کو دکھ دینے پر تلے ہوئے ہیں، یقیناً یقیناً تائید الٰہی سے محروم رہیں گے۔ کس قدر ظلم ہے کہ جس شخص کے متعلق یہ یقین ہو جاتا ہے کہ اس کو آپ کی بدچلنی کا علم ہوگیا ہے، اس کے پیچھے جاسوس لگوا دیئے جاتے ہیں اور مقرر کرنے سے قبل انہیں یقین دلایا جاتا ہے کہ فلاں شخص منافق ہے۔ اس کے نفاق کو روشنی میں لانا ہے۔ اب وہ یہ سمجھ کر خلیفہ نے بتایا ہے کہ فلاں منافق ہے اگر ہم ایسی رپورٹیں نہ دیں، جو اس کے نفاق کی تائید کرتی ہوں، تو ہم نالائق سمجھے جائیں گے، فوراً اس کی ہر حرکت و نقل، اس کے ہر لفظ و حرف کو اسی رنگ میں ڈھالتے چلے جاتے ہیں اور رپورٹوں پر رپورٹیں بھیجتے چلے جاتے ہیں، جن سے ایک فائل تیار ہوتا رہتا ہے اور اس غریب کو علم بھی نہیں کہ اس کے پکڑنے کے لیے کس کس قسم کے جال بچھائے جا رہے ہیں اور وہ اس میں پھنستا چلا جاتا ہے، حتیٰ کہ وہ وقت آجاتا ہے کہ ایک ذرا سے بہانے پر اس کو پکڑ کر سزا دی جاتی ہے اور گزشتہ تمام رپورٹوں کو بھی دلیل بنالیا جاتا ہے، جنہوں نے اپنی ساری عمر میں تحقیق کی روشنی تک بھی نہیں دیکھی ہوتی۔ کیا آپ پر، جو جماعت کے لیے بطور مصلح ہونے کے مدعی ہیں، یہ فرض نہیں کہ جس شخص کے متعلق پہلی ہی رپورٹ آئے یا آپ کے علم میں اس کے خلاف کوئی بات لائی جائے، جس میں اصلاح کی ضرورت ہو، تو اسے بلا کر سمجھائیں اور اس کو غلطی سے نکال کر اس کی اصلاح کی کوشش کریں اور یقیناً ہے، لیکن آپ کا ایسا نہ کرنا بتاتا ہے کہ آپ اس شخص کی، جس کے خلاف آپ کو رپورٹیں ملتی ہیں، اصلاح نہیں چاہتے بلکہ اس کو تباہی و ہلاکت کے گڑھے میں دھکیلنے کے خواہشمند ہیں اور فخر الدین صاحب کے کیس میں کیا یہی کچھ نہیں ہوا کہ اس کے خلاف دو سال سے آپ رپورٹیں جمع کر رہے تھے لیکن کسی ایک رپورٹ کی بھی تحقیق نہیں کی گئی اور اب انہیں موجودہ کیس میں دلیل بنالیا گیا ہے حالانکہ اگر ابتدائی رپورٹ کی ہی آپ تحقیق کر لیتے تو میرا غالب خیال ہے کہ صفائی ہو جاتی اور آپ کو اسی قدر لمبے عرصہ تک جو تگ و دو کرنی پڑی ہے، نہ کرنی پڑتی چنانچہ تفصیلی حالات

شائع کرنے پڑ گئے، تو آپ کو علم ہو جائے گا کہ اس میں وہ قصور وار نہیں بلکہ قصور کسی اور کا ہے، جس کا ذکر میں ابھی مناسب نہیں سمجھتا۔

میں آپ کی خدمت میں خدا کا واسطہ ڈال کر اور سلسلہ کی عظمت اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ساری عمر کی محنت کا واسطہ ڈال کر، جو آپ نے اس پودا کو لگانے اور اس کی پرورش کرنے میں صرف کی ہے، عرض کرتا ہوں کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ سلسلہ کی عظمت اور اس کی نیک نامی پر کوئی دھبہ نہ لگے اور یہ کہ دشمنوں کو ہنسی کا موقع نہ ملے تو آپ جلد از جلد اپنی سیاہ کاریوں سے توبہ کریں اور یہ مظالم، جو آئے دن آپ سے سرزد ہوتے رہتے ہیں، امید ہے، ان کی ضرورت ہی پیش نہیں آئے گی۔ میں حیران ہوں کہ آپ اتنا بھی نہیں سوچتے کہ جب اس طرح آپ پرانے آدمیوں کو نکالتے چلے جائیں گے تو کیا کبھی بھی لوگوں کی آنکھیں نہیں کھلیں گی اور کبھی بھی ان کو خیال نہیں پیدا ہوگا کہ کیا وجہ ہے کہ:

اتنے پرانے اور مخلص دوست آپ کی ذات پر اتہام لگانے کے جرم میں جماعت سے الگ کیے جاتے ہیں اور ہر چند سالوں کے بعد کوئی نہ کوئی دوست آپ کی ذات پر اتہام لگانے لگ پڑتا ہے۔ یاد رکھیں یہ بات ضرور ان کی توجہ کو تحقیق کی طرف پھیر دے گی اور پھر آپ کی خیر نہیں، اس لیے آپ فوراً ان باتوں سے توبہ کر کے اپنے اوپر اور سلسلہ پر رحم کریں اور اس لڑکے کا وہ قول کہ جو اس نے امام ابو حنیفہ کو کہا تھا کہ ''میں پھسلا تو اکیلا پھسلوں گا لیکن آپ اپنے پھسلنے کی فکر کریں، اگر آپ پھسلے تو کئی آدمیوں کو اپنے ساتھ لے ڈوبیں گے'' ہمیشہ مدنظر رکھیں۔

میں آپ کو صاف بتا دینا چاہتا ہوں کہ فخر الدین صاحب کو نکالنے میں آپ نے سخت غلطی کی ہے اور جلد بازی سے کام لیا ہے۔ اس کو آپ کے چال چلن کے متعلق بہت سے واقعات معلوم ہیں اور اس نے ان کی اشاعت سے باز نہیں آنا۔ صرف واقعات ہی نہیں، بلکہ ان تمام اشخاص کے نام بھی شائع کرے گا، جنہوں نے آپ کی بدچلنی کی نہ صرف شہادتیں دی ہوئی ہیں بلکہ کئی واقعات اپنی تفصیل کے ساتھ بیان کیے ہوئے ہیں۔ ایسے لوگوں کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ وہ نہ صرف آپ کو حیران کر دینے والی ہوگی بلکہ دنیا کو بھی حیرت میں ڈال دے گی اور جماعت میں قیامت خیز زلزلہ پیدا کر دے گی، پھر ان میں سے ایسے لوگ بھی ہیں، جن کو جھٹلانا یا جن کو جماعت سے نکالنا مشکل ہو جائے گا۔ آخر ان لوگوں کو سچی گواہی دینی پڑے گی، خصوصاً جب ان سے ''تریاق القلوب'' والی قسم کا مطالبہ کیا جائے گا۔ اگر چپ رہیں تب مشکل، اگر جھوٹ بولیں تب مشکل۔ غرض ہر حصہ میں ان کی جان پڑ جائے گی۔ آخر وہ مجبور ہوں گے۔ کیا ان واقعات سے انکار

نہیں کر سکیں گے اور اس کے نتیجہ میں جو مشکلات پیدا ہوں گی، ان کا اندازہ آپ خود ہی لگا سکتے ہیں۔ ابھی تو گھر میں ہی بات ہے، اندر ہی اندر بغیر کسی کو علم دیئے دبائی جا سکتی ہے، اگر ایک دفعہ ہاتھ سے نکل گئی تو پھر اس کا دبانا ناممکن ہو جائے گا۔ میں نے آپ کو عین وقت پر بتلا دیا ہے، فقد اعذر من انذر پس آپ وقت ہاتھ سے نکلنے سے قبل اصلاح کر لیں اور اپنی غلطی کو واپس لے لیں ورنہ ''پھر پچھتائے کیا ہوت، جب چڑیاں چگ گئیں کھیت'' کی مثل صادق آئے گی اور بجز کف افسوس ملنے کے کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔

ان تمام باتوں کو خدا کے لیے کسی دھمکی پر محمول نہ کریں بلکہ اسے مخلصانہ نصیحت سمجھیں اور اس رنگ میں اسے پڑھیں۔ ننگے الفاظ میں محض اس لیے بیان کی گئی ہیں کہ اس کے سوا چارہ نہیں۔ میری غرض محض اصلاح ہے اور سلسلہ کو بدنامی سے بچانا ہے۔ میں ہرگز اس بات کو نہیں چاہتا کہ سلسلہ کے نظام کو توڑ دیا جائے یا اس کے نقائص پبلک میں آئیں اور دشمنوں کو خوشی ہو، کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ نئے نظام کے قائم کرنے میں کس قدر مشکلات ہوں گی اور اس کو توڑنے میں کس قدر خطرات پیش آئیں گے، گو آپ اپنی بدچلنی کی وجہ سے معزول ہونے کے قابل ہیں لیکن چونکہ جماعت آپ کے ہاتھ میں اپنے نظام کی باگ ڈور دے چکی ہے، اس لیے یہ آپ کے ہاتھ میں ہی رہے، پس آپ بہت جلد کسی مناسب طریق سے فخر الدین صاحب والے اعلان کو واپس لے لیں اور سلسلہ کو بدنامی سے بچا لیں۔ آپ کی بدچلنی کے متعلق جو کچھ میں نے لکھا ہے، اس کے متعلق ایک بات میرے دل میں کھٹکتی رہتی ہے، اس کا ذکر کر دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں اور وہ یہ کہ ممکن ہے جس چیز کو ہم زنا سمجھتے ہیں، آپ اسے زنا ہی نہ سمجھتے ہوں اور آپ کو چونکہ قرآن شریف کے عارف ہونے کا دعویٰ ہے، اس لیے ممکن ہے آپ کی باریک بین نظر نے شریعت سے ان افعال کے متعلق، جن کے آپ مرتکب ہیں، کوئی جواز کی صورت نکال لی ہو، پس اگر ایسا ہے تو مہربانی فرما کر مجھے سمجھا دیں، اگر میری سمجھ میں آ گئی تو میں اپنے سارے اعتراضات واپس لے لوں گا۔ اسی طرح فخر الدین صاحب کے متعلق بھی اگر آپ مجھے یہ سمجھا دیں کہ وہ فی الحقیقت پیغامیوں اور احراریوں سے ملا ہوا ہے، تو میں اس سے فوراً قطع تعلق کر لوں گا اور اس سے قطعاً کوئی ہمدردی مجھے نہیں رہے گی کیونکہ سلسلہ مجھے سب تعلقات پر مقدم ہے، لیکن اگر آپ اپنی اصلاح بھی نہ کریں اور مجھے بھی نہ سمجھائیں تو پھر میں مجبور ہوں کہ آپ کو ان معنوں میں خلیفہ نہ سمجھوں کہ آپ حضرت مسیح موعود کے، ان کی روحانیت میں نائب ہیں اور اس وقت تک کہ آپ کی اصلاح کا مجھے یقین ہو جائے، میں آپ کے ذاتی چال چلن کے معاملہ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر کے یہ سمجھوں گا کہ میں ایک

ایسی ریاست میں رہ رہا ہوں جس کا والی بدچلن ہے لیکن اس کی بدچلنی سے ہمیں کیا تعلق۔ ریاست کے انتظام کے متعلق جو احکام، والی کی طرف سے صادر ہوں گے، ان کی تعمیل حسب استطاعت کرتے رہیں گے۔ پس ٹھیک اس طرح میں آپ کو جماعت کے نظام کا ہیڈ یعنی افسر بالا سمجھ کر سلسلہ کی خدمت، جو میرے سپرد ہوگی، کما حقہ بجالاؤں گا، بشرطیکہ آپ کی طرف سے اس میں بھی روکیں نہ ڈالی جائیں، جیسا کہ اب آپ ڈال رہے ہیں، چنانچہ آپ نے میرے سٹاف کے ممبروں اور میرے طلباء کو میرے اوپر جاسوس مقرر کیا ہوا ہے اور ایسے آدمیوں کو مجھ پر مسلط کیا ہوا ہے، جن کو انتظامی طور پر مجھ سے تکلیفیں پہنچی ہوئی ہیں اور جو دشمنی اور انتقام کے جذبات اپنے دلوں میں میرے خلاف رکھتے ہیں اور آپ بھی ان کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ ایسی حالت میں قطعاً میرا کوئی رعب سٹاف پر رہ سکتا ہے، نہ طلباء پر۔ اس کام میں نقص لازمی امر ہے اور اس کی ذمہ داری آپ پر ہے، نہ مجھ پر۔ پس اگر آپ چاہتے ہیں کہ سلسلہ کے اس کام میں، جو میرے سپرد ہے، نقص پیدا نہ ہو تو جاسوس دور فرمائیں اور میری (Prestige) کو دوبارہ قائم کریں ورنہ یہ سمجھا جائے گا کہ میرے کام کو آپ خود عمداً خراب کر کے مجھ پر انتظامی رنگ میں گرفت کرنا چاہتے اور یہ سب کچھ اس لیے کہ اصل سبب لوگوں کی نظر سے اوجھل رہے اور اس پر پردہ پڑا رہے۔ یہ راہ بھی میں بطور تنزل اختیار کرنے پر راضی ہوں اور وہ بھی محض اس لیے کہ جماعت کو فتنہ سے بچانے کے لیے میری طرف سے کوئی کوتاہی نہ رہے۔ میں آپ سے آپ کی بدچلنیوں کی وجہ سے الگ ہوسکتا ہوں، لیکن جماعت سے علیحدہ نہیں ہوسکتا، کیونکہ جماعت سے علیحدگی، ہلاکت کا موجب ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے اور چونکہ دنیا میں کوئی ایسی جماعت نہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لائے ہوئے عقائد و تعلیم پر قائم ہو، بجز اس جماعت کے جس نے آپ کو خلیفہ تسلیم کیا ہوا ہے، اس لیے میں دو راہوں سے ایک کو ہی اختیار کرسکتا ہوں، یا تو میں جماعت کو آپ کی صحیح حالت سے آگاہ کر کے آپ کو خلافت سے معزول کرا کے نئے خلیفہ کا انتخاب کراؤں اور یہ راہ پر از خطرات ہے یا جماعت میں آپ کے ساتھ مل کر اس طرح رہوں جس طرح میں نے اوپر بیان کیا ہے۔ اب یہ آپ کی مرضی پر موقوف ہے، آپ مجھ سے شق اول اختیار کروائیں یا دوسری شق اختیار کروانے کی صورت ہو تو اس میں آپ پر یہ فرض ہوگا کہ مجھ پر جو حملے آپ نے کیے ہیں، ان کا ازالہ بھی خود ہی کسی مناسب طریق سے کریں۔ میں اس جگہ اس بات کا اضافہ کر دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ میں آپ کے پیچھے نماز نہیں پڑھ سکتا کیونکہ مجھ مختلف ذرائع سے یہ علم ہو چکا ہے کہ آپ جنبی ہونے کی حالت میں ہی کئی دفعہ نماز پڑھانے آجاتے ہیں، ہاں اگر کسی موقع پر پڑھنی پڑ جائے تو میں فتنہ

نہیں ڈالوں گا، اس وقت پڑھ لوں گا لیکن علیحدگی میں جا کر اسے دہرالوں گا۔

میں اخلاقی مجرم ہوں گا، اگر اس تحریر کے ختم کرنے سے قبل سردار مصباح الدین صاحب کے متعلق آپ کی غلط فہمی دور نہ کردوں۔ میں سنتا ہوں کہ آپ ان سے بھی ناراض ہیں اور ان کے ساتھ بھی فخر الدین صاحب والا معاملہ کرنا چاہتے ہیں لیکن میں دیانت داری کے ساتھ آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ وہ بالکل بے قصور ہیں، ان باتوں سے کوسوں دور ہیں۔ مخلص احمدی ہیں، سلسلہ کا درد ان کے دل میں ہے اور وہ کام کے آدمی ہیں۔ ان سے اگر آپ کام لیں تو وہ آپ کو اخلاص اور دیانتداری کے ساتھ کام دے سکتے ہیں اور بہت مفید کام دے سکتے ہیں۔ اگر ان میں آپ کے نزدیک کوئی نقص ہے تو کون سا آدمی ہے جو نقصوں سے خالی ہوتا ہے، بس ایسے مفید اور مخلص انسانوں کی قدر کریں، یہی لوگ وقت پر آپ کے کام آئیں گے۔

جو لوگ آج کل آپ کے اردگرد ہیں اور جو بدقسمتی سے مخلص سمجھ لیے گئے ہیں، یہ سخت مفسد اور فتنہ ڈلوانے والے لوگ ہیں۔

یہ اتنا بھی نہیں جانتے کہ اخلاص کس بلا کا نام ہے اور جماعت کے اتحاد کی کیا قدر و قیمت ہے۔ ان کو اپنی ذاتی اغراض سے تعلق ہے۔ جب تک وہ پوری ہوتی رہیں گی، وہ سلسلہ کے ساتھ ہیں اور اگر ان کے پورا ہونے میں ادنیٰ سا بھی فرق نظر آیا یا دوسری جگہ سے زیادہ دنیاوی فوائد مل جائیں تو وہ سلسلہ کو فروخت کرکے اپنی اغراض کو پورا کرلیں گے۔ اس قماش کے لوگ ہیں جو آج کل آپ کے معتمد علیہ بنے ہوئے ہیں۔ ان میں سے بعض کے متعلق تو مجھے شبہ ہے، وہ دل میں پیغامی ہیں اور یہاں محض جماعت میں فتنہ ڈلوانے کے لیے رہتے ہیں اور اس مقصد میں وہ کامیاب ہورہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنا رحم کرے اور جماعت کو ہر فتنہ سے محفوظ رکھے۔ آمین

اسی طرح فخر الدین صاحب کے متعلق، میں پھر عرض کروں گا کہ اس کے فیصلہ پر نظر ثانی کریں، وہ بھی مخلص اور کام کا آدمی ہے۔ وہ سلسلہ کا اور آپ کے اہل بیت کا دیرینہ خادم ہے۔ ہر شخص اپنی طرز پر خدمت کرتا ہے، اس نے بھی اپنی طرز پر کبھی کسی خدمت سے منہ نہیں موڑا، اس سے بھی آپ کو غلط طور پر بدظن کیا گیا ہے۔ اس کے معاملہ میں عجیب بات یہ ہے کہ عبدالرحمان برادر احسان علی نے دوران مقدمہ میں کہا تھا کہ میں فخر الدین کو جماعت سے نکلوا کر چھوڑوں گا اور آج وہ بات پوری ہو جاتی ہے۔ آپ حضرت علی اور زبیر کے واقعات کو یاد کریں، کس طرح ان کے اندر اتحاد کی سچی تڑپ تھی اور کس طرح انہوں نے عین میدان جنگ میں سمجھوتہ کرلیا تھا لیکن جو لوگ ان کے اردگرد تھے اور جو اس وقت ان کے معتمد علیہ بنے ہوئے تھے اور بڑے اخلاص کا اظہار

کر رہے تھے اور اپنے آپ کو اسلام کے سچے جانثار ظاہر کر رہے تھے، انہوں نے اپنی خباثت فطرت کا ثبوت دیتے ہوئے دونوں کو آخر لڑوا دیا اور اسلامی اتحاد کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ کر دیا، پس اس وقت بھی بعینہ ایسی ہی حالت سامنے ہے۔ مہربانی فرما کر سوچ سمجھ کر قدم رکھیں، ایسا نہ ہو کہ ایک غلط قدم اصل راستہ سے ہزاروں کوس، جماعت کو دور لے جائے اور اس وقت ہوش آئے جبکہ واپس مڑنا سخت مشکل ہو چکا ہو، پس اللہ تعالیٰ سے عاجزانہ التجا ہے کہ وہ آپ کو ٹھنڈے دل سے اس تحریر پر غور کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ایسی راہ پر گامزن کرے، جس سے جماعت میں فتنوں کا دروازہ نہ کھلے کیونکہ جو دروازہ ایک دفعہ کھلتا ہے وہ بند نہیں ہوا کرتا۔ اے اللہ تو ہمیں فتنوں سے بچا کیونکہ تیرے سوا کوئی بچانے والا نہیں۔ اللھم انت خیر حافظا۔ انت خیر حافظا انت خیر حافظا۔

میں نے جو کچھ عرض کرنا تھا، سچائی اور دیانتداری کے ساتھ، سلسلہ کی اور آپ کی بہتری کو مدنظر رکھ کر عرض کر دیا ہے، اب معاملہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، اس کی جو قضا ہوگی، وہ جاری ہو کر رہے گی۔ ہم راضی ہیں کیونکہ وہ جو کچھ کرے گا، سلسلہ کے لیے بہتر ہی کرے گا۔

وافوض امری الی اللہ واللہ بصیر بالعباد واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین۔

والسلام

عبدالرحمٰن مصری

10-6-37

یہ خط 10 کو لکھا گیا گیارہ کو بھیجا گیا۔

نقل خط نمبر 2

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

سیدنا، السلام علیکم ورحمتہ و برکاتہ

میں ایک عریضہ پہلے ارسال کر چکا ہوں، ابھی تک جناب کی طرف سے کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں (Prestige) (وقار) کا خیال اس مخلصانہ اور ہمدردی سے بھری ہوئی نصیحت کو قبول کرنے سے مانع نہ ہو۔ میں پھر آپ کی خدمت میں دوبارہ عرض کرتا ہوں کہ آپ مجھ پر اعتماد کریں اور یقین کر لیں کہ جو کچھ میں نے عرض کیا ہے:۔

وہ سلسلہ اور آپ کی ذات دونوں کو بدنامی سے بچانے کے لیے عرض کیا ہے اور میں دل سے چاہتا ہوں کہ یہ معاملہ پبلک میں نہ آئے اور انشاء اللہ یہ بہ صیغہ راز ہی رہے گا!

آپ یہ خیال بھی دل میں نہ لائیں کہ آپ کے (Prestige) یعنی وقار کو یا آپ کے مقام کو اس سے کوئی صدمہ پہنچے گا۔ اگر آپ ان باتوں سے توبہ کرلیں اور اپنی اصلاح کرلیں تو آپ ہمیں پہلے سے بھی بڑھ کر مخلص پائیں گے۔

یہ بات آپ سے مخفی نہیں رہ سکتی کہ جماعت کا فرض ہے کہ اپنے اس خلیفہ کے اعمال کی، جو خدا کی طرف سے براہ راست مامور نہیں کیا جاتا، نگہداشت رکھے اور اگر اسے شریعت سے منحرف ہوتے دیکھے تو اس کو شریعت کی اطاعت کی طرف لائے۔ چنانچہ ابوبکر کے خطبہ کے مندرجہ ذیل الفاظ ملاحظہ فرمائیں:

انما انا مثلکم انما انی متبع و لست بمبتدع فان استقمت فتابعونی وان زغت فقومونی الاوان لی شیطاناً یعترینی فاذا اتانی فاجتنبونی

ترجمہ:...... "میں صرف تمہاری مانند امت کا ایک فرد ہوں۔ میں تو مقررہ شریعت کا اتباع کرنے والا ہوں۔ میں اس شریعت میں کوئی نئی چیز داخل نہیں کرسکتا۔ اگر میں سیدھا رہوں تو میری تابعداری کرو، اگر میں شریعت کے احکام سے منحرف ہو جاؤں تو مجھے سیدھا کر دو۔ یہ بھی سن لو کہ میرا بھی شیطان ہے جو مجھے آچمٹتا ہے، پس جب وہ میرے پاس آئے تو مجھ سے الگ ہو جاؤ۔" (زائد عبارت) (یہ ترجمہ خط میں نہیں لکھا گیا۔)

الفاظ واضح ہیں، مجھے آپ کے سامنے کسی قسم کا استدلال کر کے پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔ آپ خود اچھی طرح سے سمجھ سکتے ہیں۔

پس ایسی صورت میں ہمارا فرض ہے کہ ہم آپ کے اعمال میں اگر کوئی خلاف شریعت جزو دیکھیں تو اس سے آپ کو روکنے کی اپنی پوری کوشش کریں۔

اب میرے علم میں جب وہ باتیں آچکی ہیں، جن کا ذکر میں اپنے پہلے عریضہ میں کر چکا ہوں، تو میرا فرض ہے کہ میں آپ کی اصلاح کروں اور اس کے دو ہی طریق ہوسکتے ہیں: اول یہ کہ میں خود بہ صیغہ راز آپ سے عرض کروں اور اس پر میں نے عمل کیا ہے، دوم اگر آپ توجہ نہ فرمائیں تو پھر جماعت کے سرکردہ اصحاب کے سامنے تمام واقعات بالتفصیل رکھ کر ان سے مشورہ کروں اور جو تجویز آپ کو ان باتوں سے روکنے کے لیے قرار پائے، اس پر عمل کیا جائے اور اگر وہ

بھی ڈریں اور توجہ نہ کریں تو پھر ساری جماعت کے سامنے رکھ کر اس کا فیصلہ کراؤں لیکن میری انتہائی کوشش یہی ہوگی کہ دوسروں کو چھوڑ کر اپنی جماعت کے بھی کسی فرد کو اس کا علم نہ ہو، صرف میرے اور آپ کے درمیان ہی یہ بات رہے۔ دوسری دو صورتیں انتہائی مایوسی کی حالت میں عمل میں لائی جائیں ورنہ نہیں، لیکن میں نے، جیسا کہ پہلے عریضہ میں بھی عرض کیا ہے، ان واقعات کا علم صرف مجھ تک ہی محدود نہیں بلکہ بہت سے لوگوں کو اس کا علم ہے اور انہیں میں سے فخر الدین صاحب بھی ہیں۔ ان کو جماعت سے الگ کیا گیا ہے اور وہ جانتے ہیں کہ ان کو علیحدہ محض اسی وجہ سے کیا گیا ہے کہ وہ ان واقعات کا علم رکھتے ہیں۔ ایسی حالت میں اپنے آپ کو بدنامی سے بچانے کے لیے وہ بھی مجبور ہوں گے کہ پبلک میں کوئی بیان شائع کریں اور مجھے علم ہے کہ ان کا ارادہ تھا اور اسی بناء پر میں نے آپ کو لکھا تھا کہ پبلک میں بات آنے سے قبل آپ ان کی تلافی کر لیں اور کسی مناسب طریقہ سے اس اعلان کو منسوخ کر دیں، جس سے آپ کا وقار بھی قائم رہے اور وہ بھی مجبور ہو کر کوئی ایسا قدم نہ اٹھائے، جس کا واپس لینا مشکل ہو جائے۔ پرسوں اتفاق سے میں بک ڈپو کی طرف گیا اور میں نے دیکھا کہ مظہر اور مولوی فضل دین صاحب وہاں بیٹھے ہیں۔ محمد یوسف بن مولوی قطب الدین صاحب نے مظہر سے پوچھا کہ تمہارے ابا کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا کہ:

معافی مانگ رہے ہیں مگر ابھی کوئی جواب نہیں ۔ ۔ یہ سن کر مجھے بے حد خوشی ہوئی اور میں نے شکر کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے دل کو معافی کی طرف پھیر دیا ہے اور پہلے ارادے سے باز آ گیا ہے، اس کے لیے یہ ایک موقع ہے، اب اس سے فائدہ اٹھا لینا چاہیے۔ اس سے جناب کے وقار کو بھی صدمہ نہیں پہنچے گا اور معاملہ بھی نہایت عمدگی سے طے ہو جائے گا۔

پس میں پھر آپ سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں اور سلسلہ حق کی عزت کا واسطہ ڈال کر عرض کرتا ہوں کہ آپ نزاکت وقت کو پہچانیں اور سلسلہ کو بدنامی سے بچالیں اور دشمنوں کو ہنسی کا موقع نہ دیں اور فوراً اس کی معافی کا اعلان فرما دیں کیونکہ اب اس نے خود معافی مانگ لی ہے ورنہ بات ہاتھ سے نکل جائے گی اور پھر کچھ نہیں بن سکے گا۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ:

اس کے پاس مواد بہت زیادہ ہے اور اس کو اس نے استعمال کیا تو مشکلات کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہمارے سامنے آ جائے گا، جس کی رو کو روکنا ناممکن ہو جائے گا۔

یہ ایک سچے ناصح کی نصیحت ہے، کاش آپ اس کی طرف پوری توجہ دیں اور اس کو قبول کر کے جماعت کو فتنہ سے بچالیں۔ اللہ تعالیٰ ہی آپ کے دل کو سیدھا راستہ اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

الناصح المشفق

(عبدالرحمٰن مصری)

16-6-37

نقل خط نمبر 3

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

سیدنا، السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔

دو عریضے میں جناب کی خدمت میں قبل ازیں ارسال کر چکا ہوں۔ ان کے بعد مزید غور کر کے اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اس معاملہ میں مجھے نرمی نہیں دکھانی چاہیے کیونکہ اس معاملہ میں نرمی سلسلہ کے ساتھ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذات اور حضور کی اولاد کے ساتھ خیانت ہے۔ حضرت مسیح موعود السلام کے بے شمار احسانات کے نیچے ہم دبے ہوئے ہیں۔ میرا نفس مجھے بار بار ملامت کر رہا ہے کہ کیا ان احسانات کا یہی بدلہ ہے کہ ان کی اولاد کو ایک بدی میں مبتلا دیکھ کر اس میں سے انہیں نکالنے کے لیے کوشش نہ کی جائے۔ یہ سلسلہ کے ساتھ بھی خیانت ہے اور وہ اس لیے کہ سلسلہ کے افراد اندر ہی اندر آپ کی یہ حالت دیکھ کر دہریہ ہوتے چلے جا رہے ہیں اور ہم اعلانیہ ان کو اس سے روک نہیں سکتے۔ یہ بدی ابھی اتنی سرعت کے ساتھ سرایت کر رہی ہے کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ حالت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ اب اس بدی کو بدی نہیں سمجھا جاتا، اگر اس رو کو اس وقت نہ روکا جائے تو خدا جانے کتنی نسلوں تک یہ وبا اسی طرح پھیلتی چلی جائے گی اور کب اس کا خاتمہ ہوگا۔ اگر ہم علماء خاموش رہیں تو یقیناً خدا کے حضور جواب دہ ہوں گے......

میں عرض کرتا ہوں کہ

اخذتہ العزۃ بالاثم کی حالت آپ پر نہ آئے۔ آپ ایک گناہ کا ارتکاب کر رہے ہیں اور گناہ سے توبہ کرنے میں عزت ہے، بے عزتی نہیں، پس اگر آپ توبہ کے لیے تیار ہوں تو توبہ کی جو اہم شرائط تمام صوفیا نے لکھی ہیں، اس پر عمل شروع ہو جانا چاہیے اور وہ یہ کہ اس بدی کا ماحول بدلا جائے اور اس کو عملی جامہ پہنانے کے لیے مندرجہ ذیل باتوں پر عمل ضروری ہے۔

1- آپ کے پاس محرم عورتوں کے سوائے بالعموم عورتیں نہ جائیں۔

2- تمام غیر محرم عورتیں آپ سے پردہ کریں اور یہ آپ ان سے حکماً کروائیں۔ یہ ایک

شریعت کا حکم ہے، جس کی پیروی کو بالکل نظر انداز کیا ہوا ہے اور قطع نظر اس حالت کے، ویسے بھی آپ پر بحیثیت خلیفہ ہونے کے یہ فرض ہے کہ آپ شریعت کے احکام کو نافذ کریں۔

-3 تمام وہ لوگ، خواہ مرد ہوں خواہ عورتیں، جو اس کام میں آپ کے معاون بنے ہوئے ہیں، ان کو اب رخصت کیا جائے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ آپ فوراً ایسا کریں، بے شک حکمت عملی سے کام لے کر کچھ عرصہ تک انہیں اپنے سے علیحدہ کر دیں۔

-4 جو سختیاں، آپ نے محض اپنے اس عیب کو چھپانے کے لیے بعض صحابہ مسیح موعود پر کی ہوئی ہیں، ان کی تلافی کی جائے۔ یہ میرے جائز اور واجبی چار مطالبات ہیں۔ تقویٰ، دیانت اور انصاف تقاضا کرتے ہیں کہ آپ ان پر ٹھنڈے دل سے غور کریں اور دل کی خوشی کے ساتھ انہیں پورا کریں۔ ہاں اگر انہیں یا ان کے پورا کرنے کی طرز اور حکمت میں کوئی ترمیم وغیرہ کرنا چاہیں تو مجھ سے زبانی گفتگو کر سکتے ہیں......

شیخ عبدالرحمٰن مصری

23-6-37

فیصلہ عدالت عالیہ ہائی کورٹ لاہور بہ نگرانی شیخ عبدالرحمٰن مصری، قادیاں

ڈپٹی کمشنر گورداسپور نے جو حکم شیخ عبدالرحمٰن مصری کی اپیل کے خلاف دیا ہے، اس پر نظر ثانی کے لیے موجودہ درخواست ہے۔ شیخ عبدالرحمٰن مصری سے مجسٹریٹ فسٹ کلاس کے حکم کے ماتحت 14 مارچ 1938ء کو ضمانت حفظ امن طلب کی گئی تھی اور اس حکم کے خلاف ڈپٹی کمشنر نے 24 مئی 1938ء کو اپیل کو مسترد کر دیا تھا، لہٰذا اب وہ عدالت ہذا میں نظر ثانی کی درخواست دے رہا ہے، چنانچہ اس عدالت کے ایک فاضل جج نے حکومت کو حاضری کا نوٹس دیا۔

موجودہ کارروائی کی تحریک کا اصل باعث وہ اختلاف ہے جو جماعت احمدیہ قادیان کے اندر رونما ہوا ہے۔ درخواست کنندہ اس انجمن کا صدر ہے جو خلیفہ سے شدید اختلاف کے باعث علیحدہ ہو چکا ہے۔ درخواست کنندہ کے خلاف اصل الزام یہ ہے کہ اس نے دو پوسٹر شائع کیے۔ اولاً پی۔ اے اگزبٹ جو مورخہ 29 جون 1937ء کو شائع ہوا اور ثانیاً اگزبٹ پی۔ جی جو 13 جولائی 1937ء کو شائع کیا گیا۔ ان پوسٹروں کے ذریعے درخواست کنندہ نے اپنا مافی الضمیر بیان کرنے کی کوشش کی ہے اور یہ پوسٹر بجائے خود قابل اعتراض نہیں۔

مدعی نے اگزبٹ پی۔ جی میں سے ایک پیرا کی بنا پر اپنا دعویٰ قائم کیا ہے جو اس طرح شروع ہوتا ہے۔

''میرے عزیزو، میرے بزرگو! آپ نے اپنے ایک بے قصور بھائی، ہاں اپنے اس بھائی کو جس نے محض آپ لوگوں کو ایک خطرناک ظلم کے پنجہ سے چھڑانے کے لیے اپنی عزت، اپنے مال، اپنے ذریعہ معاش اور اپنے آرام کو قربان کر دیا ہے.....''

مدعی کا دارومدار اس پیرا پر بھی ہے، جس کا خلاصہ یوں دیا جا سکتا ہے۔

''موجودہ خلیفہ میں ایسے عیوب ہیں کہ اسے معزول کرنا ضروری ہے اور میں نے اپنے آپ کو جماعت سے اس لیے علیحدہ کیا ہے تاکہ میں ایک نئے خلیفہ کے انتخاب کے لیے جدوجہد کر سکوں گا۔''

میری رائے میں متذکرہ بالا قسم کے بیانات بجائے خود ایسے نہیں ہیں کہ ان کی بنا پر کسی شخص کی حفظ امن کی ضمانت کی جائے۔ مگر عدالت میں درخواست کنندہ نے ایک تحریری بیان دیا ہے، جس کے دوران میں اس نے کہا ہے:

''موجودہ خلیفہ سخت بدچلن ہے۔ یہ تقدس کے پردہ میں عورتوں کا شکار کھیلتا ہے۔ اس کام کے لیے اس نے بعض مردوں اور بعض عورتوں کو بطور ایجنٹ رکھا ہوا ہے۔ ان کے ذریعہ یہ معصوم لڑکیوں اور لڑکوں کو قابو کرتا ہے۔ اس نے ایک سوسائٹی بنائی ہوئی ہے، اس میں مرد اور عورتیں شامل ہیں اور اس سوسائٹی میں زنا ہوتا ہے۔''

درخواست کنندہ نے آگے چل کر بیان کیا ہے کہ اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ قوم کو اس قسم کے گندے شخص سے آزاد کرائے۔

اب اگر اس پوسٹر کو، جس کا خلاصہ میں نے اوپر بیان کیا ہے، درخواست کنندہ کے بیان کی روشنی میں، جو اس نے عدالت میں دیا ہے، پڑھا جائے، جیسا کہ بہت سے پڑھنے والے ایسا کریں گے، تو ان کا رنگ کچھ اور ہی ہو جائے گا اور میری رائے میں یہ امر قابل اعتراض ہو جاتا اور حفظ امن کی ضمانت کا متقاضی ہے۔

www.KitaboSunnat.com

ایک اور بھی امر ہے۔ مورخہ 23 جولائی کو خلیفہ نے ایک خطبہ دیا، جو بعد میں یکم اگست کے اخبار ''الفضل'' میں، جو کہ جماعت کا سرکاری پرچہ ہے، چھپا۔

اس خطبہ میں جماعت سے علیحدہ ہونے والے شخصوں پر حملے کیے ہیں اور ایسے الفاظ ان کی نسبت استعمال کیے ہیں، جن کی نسبت میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ وہ منحوس (Unfortunate)

اور افسوسناک تھے۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فخر الدین نے، جو انجمن کا سیکرٹری تھا، جس کے صدر شیخ عبدالرحمٰن مصری ہیں، ان کا جواب لکھا، جس میں اس نے کہا:

''اسی لیے تو ہم بار بار جماعت سے آزاد کمیشن کا مطالبہ کر رہے ہیں تاکہ اس کے روبرو تمام امور اور شہادتوں اور مخفی در مخفی حقائق پیش ہو کر اس قضیہ کا جلد فیصلہ ہو جائے کہ کس کا خاندان ''فحش کا مرکز'' یا بالفاظ دیگر وہ ہے جو خلیفہ نے بیان کیا۔''

اس بیان میں خلیفہ کے خطبہ کے بیان کی طرف اشارہ ہے، جس میں اس نے اپنے دشمنوں اور مخرجین کے خاندانوں کے متعلق یہ کہا تھا: ''ان میں سے حیا اور پاکیزگی جاتی رہے گی اور فحاشی کا اڈہ بن جائیں گے۔'' میری رائے میں فخر الدین کے اس پوسٹر کا مطلب صاف اور واضح ہے اور ایسا ہی قادیان میں اس کا مطلب سمجھا گیا کیونکہ صرف دو دن بعد سات اگست کو ایک متعصب مذہبی مجنون نے فخر الدین کو مہلک زخم لگایا۔

میاں محمد امین خان نے جو درخواست کنندہ کا وکیل ہے، اس امر پر زور دیا ہے کہ شیخ عبدالرحمٰن مصری اس آخری پوسٹر کے ذمہ دار نہیں ہیں۔ واقعات یہ ہیں کہ انجمن ایک مختصر سی حیثیت رکھتی تھی، جس کا صدر عبدالرحمٰن تھا اور سیکرٹری فخر الدین تھے۔ اصل پوسٹر ہاتھ کا لکھا ہوا تھا جو اب دستیاب نہیں ہو سکتا، البتہ اس کی نقل ایک کانسٹیبل نے کی تھی، جس کا یہ بیان ہے کہ نیچے فخر الدین سیکرٹری مجلس احمدیہ کے دستخط تھے، مگر اس امر کے برخلاف فخر الدین کے لڑکے نے اصل مسودہ پیش کیا ہے، جو اس کے باپ نے اس کی موجودگی میں لکھا تھا اور جس کے نیچے صرف اس کے دستخط ہیں، فخر الدین ملتانی، میں کانسٹیبل کے بیان کو قابل قبول سمجھتا ہوں کیونکہ اس کے جھوٹ کہنے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی، جو وجہ صفائی کے گواہ میں پائی جاتی ہے۔ اس کا مقصد اپنے لیڈر کو چھڑانا ہے۔

یہ امر کہ فخر الدین نے اصل مسودہ پر ''سیکرٹری'' کے الفاظ نہ لکھے تھے، ظاہر نہیں کرتا کہ صاف کردہ اور شائع کنندہ کاپی پر بھی یہ الفاظ نہیں لکھے گئے تھے۔ میری رائے میں شیخ عبدالرحمٰن پر بھی اس پوسٹر کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے، خصوصاً اس بیان کے پیش نظر جو انہوں نے عدالت میں دیا ہے۔

ان حالات میں، مقامی حکام نے شیخ عبدالرحمٰن کے برخلاف جو کچھ کارروائی حفظ امن کی ضمانت کی، کی، وہ مناسب تھی۔

ایک ہزار روپیہ کی ضمانت کچھ بھاری ضمانت نہیں ہے اور یہ ضمانت دی جا چکی ہے اور

نصف سے زائد عرصہ گزر چکا ہے، لہٰذا درخواست مسترد کی جاتی ہے۔

دستخط ایف ڈبلیو سکیمپ جج
(عدالت عالیہ ہائی کورٹ لاہور)
مورخہ 23 ستمبر 1938ء

شیخ مصری صاحب اور میر محمد اسماعیل

مصری صاحب نے مؤلف کو بتایا کہ جب انہوں نے اپنے صاحبزادے کے انکشاف پر مرزا محمود کے بارے میں تحقیقات شروع کی تو اس قدر الم انگیز واقعات سامنے آئے کہ وہ حیران رہ گئے۔ اسی اثناء میں انہوں نے مرزا محمود کے ماموں ڈاکٹر میر محمد اسماعیل سے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے تو وہ کہنے لگے:

''حضور سلسلے کا اتنا کام کرتے ہیں، اگر تھوڑی بہت یہ تفریح بھی کر لیتے ہیں تو کیا حرج ہے۔''

شیخ صاحب اور قاضی اکمل

شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ ''جب میں نے خلیفہ صاحب'' کی اہلیہ مریم کی موت کی تفصیلات کے بارہ میں ''پیغام صلح'' میں لکھنا شروع کیا اور یہ بتایا کہ اس کے رحم سے اس قدر پیپ خارج ہوتی تھی کہ مرنے کے بعد بھی بند نہیں ہوتی تھی، اس لیے چار مرتبہ کفن تبدیل کیا گیا تو اس مضمون کی اشاعت کے بعد قاضی اکمل نے مجھے خط لکھا اور میری تصحیح کرتے ہوئے بیان کیا کہ چار نہیں، پانچ کفن تبدیل کیے گئے تھے۔

خط و کتابت مابین عبدالرحمان صاحب اور مرزا عبدالحق

خط نمبر 1

قرآن کی تضحیک سے رک جائیں؟

مکرم مرزا صاحب!

آپ کا مضمون بعنوان حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے کارنامے بلحاظ فیض روحانی رسالہ ''انصار اللہ'' ربوہ، ماہ نومبر میں نظر سے گزرا۔ اور تو لکھیں تو تعجب کی بات نہیں کیونکہ وہ لوگ خلیفہ

صاحب ثانی کی ذات بے برکات سے ناواقف ہیں، آپ کو تو آپ کی زوجہ محترمہ سکینہ بیگم نے آج سے کئی سال پہلے خلیفہ صاحب کی ناپاک زندگی سے آگاہ کر دیا تھا۔ کاش کہ آپ نے اپنی بیوی سے پوچھ لیا ہوتا، خلیفہ صاحب کے روحانی فیوض کیا ہیں؟ آپ خدا کو کیا جواب دیں گے۔ خدا کے لیے تدبر سے کام لیں اور ایک ناپاک، گندے، بدکار آدمی کو قرآنی آیات کا مصداق نہ ٹھہرائیں۔ قرآن کی تضحیک سے رک جائیں اور اپنی بیوی کی شہادت پر اعتبار کریں۔

عبدالرحمٰن

بلاک نمبر 4، ڈیرہ غازی خاں

10 فروری 1964ء

خط نمبر 1 بجواب عبدالرحمٰن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مرزا عبدالحق — کوٹھی نمبر 6-انکم ٹیکس روڈ

ایڈووکیٹ — سرگودھا چھاؤنی

فون 2016 — 577/20-2-66

مکرمی، السلام علیکم!

میں مشرقی پاکستان گیا ہوا تھا۔ وہاں سے واپس آکر آپ کا خط ملا۔ اگر اللہ تعالیٰ کسی کو نور فراست دے، تو میرے مضمون سے سدھر سکتا ہے کہ الزامات جو حضور رضی اللہ عنہ کی ذات بابرکات پر لگائے جاتے ہیں، درست نہیں ہیں۔ ہم خدا کے فضل سے اہل غرض نہیں ہیں بلکہ سینکڑوں روپے ماہوار چندہ دیتے ہیں اور نصف سے زیادہ وقت خدمت دین کے لیے خرچ کرتے ہیں (جو محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے) اگر ان میں سے کوئی بات بھی درست ہوتی تو تعلق اخلاص ممکن نہیں ہوتا۔ ہم نے اس شخص کو دیکھا اور خوب گہرے طور پر دیکھا، وہ ایک نہایت قیمتی موتی تھا لیکن پھر بھی ٹھوکر کھانے والوں نے ٹھوکر کھائی۔ یہ ان کی عقل اور فہم اور دینی حس کا قصور تھا۔ انہوں نے یہ بھی نہ سوچا کہ اگر وہ نعوذ باللہ ایسا ہی تھا جیسا کہ وہ لوگ سمجھتے رہے تو اس کو اتنے میٹھے پھل کیسے لگ گئے۔ اگر میں اس درخت کے پھل گنواؤں تو یہ جگہ کافی نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو برکت بخشی اور ہر طرف سے بخشی۔ اس پر بدظنی کرنے والے نور ایمان سے محروم رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا یہی قانون ہے۔ میں نے اس خیال سے چند حروف لکھے ہیں کہ شاید یہ آپ کی ہدایت کا موجب ہوں، ورنہ میں اس کے جواب کی طرف مائل نہ ہوتا۔ والسلام

عبدالحق، امیر جماعت احمدیہ

سابق صوبہ پنجاب و بہاولپور

خط نمبر 2 عبدالرحمٰن

(کیا آپ کی زوجہ محترمہ نے مرزا محمود پر زنا کا الزام لگایا تھا؟)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

محترم برادرم مرزا عبدالحق صاحب، سلمک اللہ تعالیٰ

آپ کا جواب ملا، جس کا میں بہت شکر گزار ہوں۔ امید ہے کہ میرے شکوک دور کرنے میں میری رہنمائی کریں گے، کیونکہ وہی شکوک جماعت ربوہ میں داخل ہونے میں مانع ہیں۔ آپ نے اپنے خط میں جماعت سے خلوص اور دل بستگی کا اظہار کیا ہے۔ اس میں تو کسی کو شک و شبہ نہیں ہوسکتا۔ پہلے میں آپ سے جو کچھ لکھنا چاہتا ہوں، معذرت چاہتا ہوں۔ میرے لکھنے کی غرض صرف حقیقت پر پہنچنا ہے، مجھے حسب ذیل سوالات کے جوابات درکار ہیں۔

1- کیا آپ کی زوجہ محترمہ سکینہ بیگم نے خلیفہ ثانی پر زنا کا الزام لگایا تھا؟

2- کیا آپ خلیفہ صاحب کے پاس زنا کا الزام سن کر گئے تھے نیز انہوں نے کیا جواب دیا جس کی وجہ سے آپ کی تسلی ہوگئی؟

ممکن ہے جو جواب آپ کی تشفی کا موجب بنا ہو، میرے لیے بھی ہدایت کا موجب بن جائے۔ مجھے امید کامل ہے کہ آپ ان متذکرہ بالا سوالات کے جوابات سیدھے سادے الفاظ میں دے کر ممنون فرمائیں۔ والسلام

عبدالرحمٰن لائبریرین

لائبریری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام، بلاک نمبر 4

ڈیرہ غازی خاں، 25 فروری 1966ء

خط نمبر 3 عبدالرحمٰن، بطور یاددہانی

زنا کے الزام کی صفائی کیجئے!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مکرم ومحترم مرزا صاحب، السلام علیکم!

آپ نے میرے ایک خط کا جواب نہایت محبت اور خلوص کے رنگ میں دیا تھا، جس میں آپ نے خلیفہ صاحب کی عظمت اور بزرگی کا اظہار کیا تھا۔ یہ رنگ مجھے پسند آیا تو میں نے اپنے شکوک وشبہات کے ازالہ کے لیے دوبارہ آپ کی خدمت میں ایک خط لکھا، جس میں تین سوالات درج کیے تھے اور آپ سے درخواست کی تھی کہ جواب سے نوازیں تاکہ ہمارے دلوں سے بھی تاریکی کے بادل چھٹ جائیں۔ اس خط کا جواب دستیاب نہیں ہوا۔ اس وجہ سے دوبارہ یاددہانی کے طور پر خط لکھ رہا ہوں اور اس میں انہی سوالات کا اعادہ کرتا ہوں۔ امید ہے کہ آپ ان سوالات کے جوابات دے کر ممنون فرمائیں گے تاکہ شکوک کا ازالہ ہو سکے۔

سوال

-1 کیا آپ کی بیوی محترمہ سکینہ بی بی نے اپنے تجربہ اور مشاہدہ کی بنا پر مرزا محمود احمد خلیفہ ثانی پر زنا کا الزام نہیں لگایا تھا؟

-2 پھر اس الزام کو سن کر کیا آپ خلیفہ صاحب کے پاس نہیں گئے تھے؟

-3 خلیفہ صاحب کی طرف سے وہ کیا جواب تھا جس نے آپ کی تسلی کر دی؟

چونکہ یہ الزامات آپ کی بیوی کی طرف سے منسوب کیے جاتے ہیں اور آپ کا بھی کسی نہ کسی رنگ میں ذکر آتا ہے اور اس وجہ سے ان الزامات کی صفائی آپ ہی کر سکتے ہیں۔ امید ہے کہ برا نہ مناتے ہوئے جواب سے نوازیں گے۔ ممکن ہے کہ یہ جوابات میری ہدایت کا موجب بنیں۔

عبدالرحمٰن، 3 اپریل 1966ء

خط نمبر 2 بجواب عبدالرحمٰن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

6-Civil Lines

Advocate   Sargodha ~~9-4-66~~

مکرمی عبدالرحمٰن صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ

آپ کا خط ملا۔ اس سے پہلا خط بھی ملا تھا۔ یہ باتیں خط و کتابت میں لانی مناسب نہیں ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو کسی وقت توفیق دے تو میرے پاس آئیں، میں انشاء اللہ آپ کی تسلی کی کوشش کروں گا۔ اگر آپ پسند کریں گے تو آمد و رفت کا کرایہ پیش کر دوں گا، لیکن اسے سمجھنے کے لیے صحت نیت ضروری ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور میں اخلاص کے ساتھ پورا جھکاؤ ہو تو وہ ہدایت سے محروم نہیں رہنے دیتا۔ ان الزامات میں بے حد مبالغے کیے گئے ہیں۔ الزامات لگانے والوں نے اس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سلوک کو نہیں دیکھا، جو ان الزامات کی پوری تردید کرتا ہے۔

خاکسار مرزا عبدالحق

امیر جماعت ہائے احمدیہ

سابق صوبہ پنجاب و بہاولپور

خط نمبر 4 عبدالرحمٰن، اصل سوال کی مزید یاددہانی

میرے سوال کی طرف توجہ دیجئے!

محترم مرزا صاحب، السلام علیکم!

آپ کا خط مورخہ 12-4-1966 کو ملا۔ آپ نے لکھا ہے میں نے جن امور سے متعلق آپ سے دریافت کیا ہے، ان کو خط و کتابت میں لانا مناسب نہیں اور تسلی دلانے کے لیے آپ نے سرگودھا آنے کی دعوت دی ہے۔ اس بارہ میں یہ عرض ہے کہ مجھے سرگودھا آنے میں کوئی عذر نہیں۔ جو امر مجھے ربوہ جماعت سے دور رکھنے کا موجب ہے، وہ وہی الزامات ہیں جو وقتاً فوقتاً خلیفہ صاحب کی ذات پر لگتے رہے ہیں، پھر ان الزامات میں تواتر کا رنگ پایا جاتا ہے۔ سرگودھا صرف اس شرط پر آنے کو تیار ہوں کہ آپ مجھے ان الزامات کا جواب نفی یا اثبات میں دیں، جن کا تعلق آپ کی بیوی محترمہ سکینہ بیگم سے ہے کیونکہ عام سماعت کے مطابق آپ کی محترمہ نے آپ کو ہی خلیفہ صاحب کے کردار سے آگاہ کیا تھا۔ میرے لیے اس وقت تک دوسرے دلائل تسلی کا موجب نہیں ہوں گے، جب تک آپ ان الزامات کی تردید نہ کریں۔ اگر خلیفہ صاحب کا کردار ہی محل نظر ہو تو دوسرے دلائل کی طرف توجہ کرنا بے فائدہ ہے، نہ کوئی سمجھ دار آدمی ان دلائل سے مطمئن ہو سکتا ہے۔ اگر آپ مجھے ان الزامات کا جواب نفی یا اثبات میں دینے کو تیار ہوں تو مجھے

سرگودھا آنے میں کوئی عذر نہیں ہے۔ امید ہے کہ میرے اس ذہن کو مدنظر رکھ کر جواب سے نوازیں گے۔ اگر دوسرے غیر متعلقہ مباحث میں ڈال کر تسلی دینے کی کوشش کرنا ہے تو پھر مجھے سرگودھا کا سفر اختیار کرنے میں کوئی فائدہ نظر نہیں آتا۔

عبدالرحمٰن، 16-4-1966

خط نمبر 5 بطور یاددہانی

خلیفہ صاحب دوم کی ذات پر سنگین قسم کے الزامات کا تدارک کیجئے؟

آخری مزید یاددہانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مکرم ومحترم مرزا صاحب، السلام علیکم! مزاج مبارک

مورخہ 16 اپریل 1966ء کو آپ کی خدمت میں جوابا مراسلہ ارسال کیا تھا کہ جس میں خاکسار نے تحقیق حق کے لیے سرگودھا آنے کی خواہش کا اظہار کیا تھا تاکہ اس الزام کی تردید یا توثیق، جو آپ کی زوجہ محترمہ سکینہ بیگم نے خلیفہ صاحب دوم کی ذات پر لگایا تھا، معلوم کرسکوں۔ افسوس ہے کہ آپ نے جواب تک نہیں دیا۔ آپ کی یہ خاموشی اس امر کی غمازی کرتی ہے کہ آپ کی محترمہ نے خلیفہ صاحب دوم کی ذات پر کوئی سنگین قسم کا الزام عائد کیا تھا، جس کو آپ پردۂ راز میں رکھنا چاہتے ہیں اور اب مجھے اس امر کا حق پہنچتا ہے کہ میں تمام خط وکتابت شائع کردوں، تاکہ اپنے اور بیگانے خلیفہ صاحب کے دعویٰ مصلح موعودیت کی حقیقت سے آشنا ہوسکیں۔ والسلام

عبدالرحمٰن لائبریرین، بلاک نمبر 4

ڈیرہ غازی خاں، یکم اکتوبر 1966

جناب عبدالرحیم مہاجر کا خط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

باادب گزارش ہے کہ ایک عرصہ سے بعض باتوں کے متعلق حضور کی خدمت عالی

عرض کرنا چاہتا تھا، لیکن بعض مصروفیتوں کی وجہ سے حضور سے عرض نہ کرسکا، اب مورخہ 19 اکتوبر 1938ء خاکسار کو تبلیغ کا موقع ملا۔ جب خاکسار نے بعض لوگوں کو تبلیغ کی، تو انہوں نے میری گفتگو کو روک کر کہا، کیا تم لوگ ہم سیدھے سادے مسلمانوں کو ورغلا کر ایسے شخص کا مرید بنانا چاہتے ہو جو کہ بدچلن اور زانی ہے۔ (نعوذ باللہ من ذالک) جس کی بدچلنی کے متعلق اس کے مرید بھی شور مچا رہے ہیں۔ جب تک تم اپنے خلیفہ کی پوزیشن صاف نہ کرو، اس وقت تک آپ لوگوں کو قطعاً حق حاصل نہیں کہ ہم مسلمانوں کو آکر پھسلانے کی کوشش کرو۔ سیدی، میں نے ان گندے الزامات کو غلط اور جھوٹا ثابت کرنے کی اپنی لیاقت کے مطابق ازحد کوشش کی، لیکن وہ یہی اعتراض کرتے رہے کہ اگر یہ الزامات جھوٹے بھی ہیں تو آپ کے خلیفہ کو اپنی طرف سے پوری طرح پوزیشن صاف کرنے کی کوشش کرنا ضروری ہے۔ اب تمہارا تبلیغ کرنے کا ہمیں کوئی حق نہیں ہے۔ اس قسم کے واقعات کئی بار سامنے آتے رہے ہیں اور دشمن کے پاس اس وقت حربہ ہی یہی ہے جو کہ تبلیغ کے لیے یقیناً رکاوٹوں کا موجب ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام فداہ روحی کے لائے ہوئے نور کو اس طریق سے مدھم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

ان حالات میں حضور پرنور جس طریق سے مناسب خیال فرمائیں۔ میرے نزدیک بھی ضروری ہے کہ کوئی تسلی بخش علاج تجویز فرمائیں کہ جس سے حضور والا کی پوزیشن ایسی صاف ہو کہ دشمن کے حربہ کا پورے طور پر انسداد ہو جائے اور آئندہ حضور کی ذات والاصفات پر ایسے الزامات لگانے کی کسی حریف سلسلہ کو جرأت نہ ہو۔

میرے پیارے آقا اس قسم کے الزامات کا سلسلہ ایک عرصہ سے جاری ہے، چنانچہ عبدالعزیز نومسلم کی لڑکی کا واقعہ، مستریوں کی لڑکی اور لڑکے کا گند اچھالنا۔ پھر زینب اور حلیمہ کا واقعہ پھر والدہ عبدالسلام کا واقعہ، اسی طرح محمودہ اور عائشہ کا واقعہ اور اسی قسم کے اور کئی واقعات جو حضور سے پوشیدہ نہیں ہیں اور وقتاً فوقتاً حضور کو بدنام کرنے کے لیے الزام لگائے جارہے ہیں۔ اب اس قسم کے الزام حد سے تجاوز کر رہے ہیں۔ اس کے متعلق حضور نے 6 اگست 1937ء کے خطبے میں بھی ذکر فرمایا تھا۔

تو بدیں حالات میرے آقا، ازحد ضروری ہے کہ حضور سنت نبویؐ کے مطابق کوئی ایسا طریق اختیار فرمائیں کہ جس سے مخالف کا ہمیشہ کے لیے منہ بند ہو جائے یا ہمیں کم از کم وہ ہتھیار مل جائے جس سے دشمن کو لاجواب کیا جاسکے۔

مثلاً حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب سے معلوم ہوا ہے کہ حضور نے دشمن کے

چھوٹے سے چھوٹے الزام کا بھی عقلی و نقلی، غرضیکہ ہر طریق سے، دندان شکن جواب دیا ہے اور پھر وہ جواب بھی ایسا کہ دشمن کی نسلوں تک سے اس کا جواب نہ بن سکا۔

باقی رہا یہ سوال کہ ہمارے علماء چار گواہوں کی شرط پیش کرتے ہیں، ہمارے مخالف کے پاس تو بیسیوں گواہ پیش کرنے کا دعویٰ ہے۔

پس اس قسم کے دلائل عوام الناس کے لیے بجائے تسلی کے ٹھوکر کا موجب بن رہے ہیں۔ ان حالات کو پیش کر کے عاجز، حضور والا سے قوی امید رکھتا ہے کہ حضور نہ صرف جماعت کی تسلی و تشفی کے لیے بلکہ دیگر بندگان خدا کی ہدایت کے لیے بھی، جو کہ محض اس قسم کے وساوس کی وجہ سے احمدیت جیسی صداقت سے محروم ہو رہے ہیں، ان الزامات سے اپنی ذات بابرکات کو پاک وصاف کر کے عنداللہ ماجور ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ حضور کا حافظ و ناصر اور دشمنوں کے ہر شر سے محفوظ رکھے۔ آمین۔ والسلام۔ فقط آداب

خاکسار خادم عبدالرحیم مہاجر

بیٹے کا باپ کی پاکیزگی پر قسم کھانے سے گریز

بسلسلہ خط و کتابت شفیق الرحمٰن اور مرزا رفیع احمد ولد مرزا محمود احمد

خط نمبر 1، شفیق الرحمٰن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مکرم مرزا رفیع احمد صاحب!

میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے علم کلام سے متاثر ہوں، کتب دیکھی ہیں، اپنی استعداد کے مطابق مطالعہ بھی کیا ہے، جن کی سچائی رمق نظر آتی ہے۔ چونکہ اب ایک گروہ کی طرف سے، مرزا صاحب کے خلیفہ مرزا محمود احمد پر، نہایت ہی بھیانک الزامات لگائے گئے ہیں، وہ الزامات ہیں بھی ان کے مریدوں کی طرف سے، جو کسی زمانہ میں خلیفہ صاحب کے نہایت ہی قریب رہ چکے ہیں۔ ان میں ایک مولوی عبدالرحمٰن صاحب مصری ہیں۔

ان الزامات کی تردید یا تو خلیفہ صاحب کی ازواج کر سکتی ہیں کیونکہ بیوی اپنے خاوند کے عیوب سے بکلی واقف ہوتی ہے یا خلیفہ صاحب کے صاحبزادگان کر سکتے ہیں کیونکہ وہ گھر کے ماحول سے خوب واقف ہوتے ہیں۔ میں مرحوم خلیفہ صاحب کی بیوگان کی طرف تو خط نہیں لکھ سکتا،

آپ کے نام سے واقف تھا کیونکہ آپ ایک دفعہ ڈیرہ غازی خاں تشریف لائے تھے۔ آپ سے خدا کے نام پر اپیل کرتا ہوں کہ میری تسلی حلف سے کریں کہ وہ تمام الزامات جو خلیفہ صاحب پر لگائے گئے ہیں، غلط ہیں۔ خلیفہ صاحب کی زندگی مقدس انسانوں کی طرح تھی۔ وہ مرزا صاحب کی پیشگوئی، مصلح موعود کے مصداق ہیں۔ مجھے اس بات سے تسلی نہیں ہے کہ آپ خلیفہ صاحب کو مان رہے ہیں۔ اس وجہ سے بعض اوقات وہ الزامات غلط ہو سکتے ہیں کہ ایک آدمی اپنے خاندان کے وقار کو ملحوظ رکھ کر بھی حقیقت سے چشم پوشی کرتا ہے اور اس کا اظہار نہیں کر سکتا، چونکہ یہ مذہب کا معاملہ ہے، اس وجہ سے نہیں ہے۔ خدا کے نام پر اپیل کرتا ہوں کہ میری تسلی حلف سے کریں کہ وہ تمام الزامات جو خلیفہ صاحب پر لگائے گئے ہیں، غلط ہیں۔ خلیفہ صاحب کی زندگی مقدس انسانوں کی طرح تھی۔ وہ مرزا صاحب کی پیش گوئی مصلح موعود کے مصداق ہیں۔[1] اور حلف کا مطالبہ کیا ہے۔ اگر آپ نے خاموشی اختیار کی تو میں سمجھ لوں گا کہ عائد کردہ الزامات مبنی بر صداقت ہیں اور قیامت کے روز میرا ہاتھ آپ کے گریبان میں ہوگا۔

شفیق الرحمٰن خاں معرفت
مولوی محمد افضل صاحب
بلاک نمبر 12، ڈیرہ غازی خاں

خط نمبر 2، بجواب شفیق الرحمٰن، جواب مرزا رفیع احمد صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکرم شفیق الرحمٰن خاں صاحب
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط کچھ عرصہ ہوا، ملا تھا۔ چونکہ پچھلے دنوں میں دورہ پر رہا، اس لیے جلد جواب نہ دے سکا۔ آپ نے اپنے خط میں جو دل آزار مفتریانہ باتیں لکھی ہیں، ان کو میں حوالہ بخدا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہی اس کا فیصلہ فرما دے گا۔ اس امر کا بہت افسوس ہے کہ آپ قرآن کریم کی تعلیم سے بالکل لاعلم ہیں۔ ان لوگوں کی جن باتوں کو آپ نے بیان کیا ہے، قرآن کریم نے جھوٹا قرار دیا ہے۔ آپ سورۃ نور پر غور کریں، اس کی آیت 12-13 میں صاف طور پر ایسے لوگوں کو جھوٹا اور کاذب فرمایا گیا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی گواہی ہے۔ جب آپ اللہ تعالیٰ کی گواہی قبول نہیں کرتے تو

---

1. عبارت میں تکرار تھا وہ حذف کر دیا گیا ہے

میری گواہی اس کے مقابل پر کیا حیثیت رکھتی ہے۔ یہ یقین رکھیں اور مجھے اس بارے میں کوئی شبہ نہیں کہ قیامت کے دن میرا گریبان آپ کے ہاتھ میں نہیں ہوگا۔ میرا خدا مجھے یقیناً اس ذلت سے بچائے گا۔ میں نے اس کی اتنی عنایات دیکھی ہیں کہ میں اس بارہ میں شبہ کر ہی نہیں سکتا۔ ہاں اگر آپ نے ان باتوں سے توبہ نہ کی اور قرآن کریم کے فیصلہ کو، جو سورۃ نور میں بیان ہوا ہے، قبول نہ کیا تو آپ کا گریبان قیامت کے دن میرے ہاتھ میں ہوگا اور آپ اس دن کی رسوائی سے بچ نہیں سکیں گے۔ انشاء اللہ

والسلام مرزا رفیع احمد

خط نمبر 2، شفیق الرحمٰن: حلفیہ قسم کا مطالبہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مکرم ومحترم مرزا صاحب، السلام علیکم!

مدت ہوئی ہے کہ آپ کی طرف سے میرے خط کا جواب موصول ہوا تھا۔ جواب الجواب ارسال کرنے میں تساہل ہوا ہے۔ میں نے آپ کو لکھا تھا کہ آپ ان الزامات کی تردید حلفاً کریں جو خلیفہ صاحب کی ذات پر متواتر لگتے رہے ہیں۔ آپ نے تردید کرنے کی بجائے سورۃ نور کی آیت 12-13 کی طرف توجہ دلائی ہے۔ میں نے ان آیات کو غور سے پڑھا، وہاں تو خلیفہ صاحب کی ذات پر عائد کردہ الزامات کی تردید نظر نہیں آئی، وہاں صرف حضرت عائشہ صدیقہؓ پر بے بنیاد الزامات کی تردید خود اللہ تعالیٰ کر رہا ہے۔ کیا خدا تعالیٰ نے بھی خلیفہ صاحب کے الزامات کی تردید کی ہے۔ اگر کی ہے تو کہاں؟

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے فتویٰ کی بنا پر خلیفہ صاحب کو الزام لگانے والوں نے مباہلہ کے لیے بلایا، لیکن خلیفہ صاحب مقابل پر نہ آئے، حالانکہ بڑے مرزا صاحب کے فتویٰ کی بنا پر ہی ان کو مباہلہ پر آنا پڑتا تھا۔ نامعلوم ان کے پاس کون سی شرعی دلیل تھی جس کی وجہ سے وہ مباہلہ پر نہ آتے۔ آپ نے لکھا کہ جب آپ کو قرآن کی گواہی میں یقین نہیں تو میری گواہی پر کیسے یقین آئے گا۔ قرآن کی گواہی کے متعلق تو لکھ چکا ہوں کہ وہ خلیفہ صاحب کے الزامات کی تردید نہیں کر رہی، باقی رہا آپ کی گواہی۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ آپ ان الفاظ میں قسم اٹھائیں تو میں آپ کو صادق ہی گردانوں گا کیونکہ ہر آدمی نے ایک دن خدا کے سامنے کھڑا

ہونا ہے۔ حلف کے الفاظ یہ ہیں:

''میں اس خدا کو حاضر جان کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے کہ مرزا محمود احمد صاحب کی ذات پر جو وقتاً فوقتاً زنا کے الزامات لگتے رہتے ہیں، وہ غلط اور بے بنیاد ہیں۔ میں گھر کا ایک فرد ہونے کی وجہ سے حق الیقین کی بنا پر کہتا ہوں کہ مرزا محمود احمد صاحب مرحوم مقدس، پاکباز اسلامی عبادات کو کما حقہ ادا کرنے والے اور خدا کے مقرر کردہ مصلح موعود ہیں۔ اگر میں اپنے حلف میں جھوٹا ہوں تو خدا تعالیٰ مجھ پر ایک سال تک ایسا عذاب نازل کرے جو تمام دنیا کے لیے عبرت کا موجب ہو۔''

مجھے امید ہے کہ آپ ان الفاظ میں قسم کھانے سے گریز نہیں کریں گے اور مجھے دوسرے دلائل طائل سے تسلی دلانے کی کوشش نہ کریں۔ میرے لیے اب صرف قسم ہی بریت کی دلیل ہے، وہ بھی خلیفہ صاحب کے خاندان کے کسی فرد کی۔ اس وجہ سے میں نے آپ کی طرف رجوع کیا ہے، جواب دے کر ممنون فرمائیں۔ والسلام

شفیق الرحمٰن خاں معرفت مولوی محمد افضل صاحب
بلاک نمبر 12، ڈیرہ غازی خاں
9-6-1966

خط نمبر 3، شفیق الرحمٰن

قصر خلافت کی رنگین اور سنگین محفلیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مکرم و محترم جناب صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب!
السلام علیکم ...... مزاج شریف!

آپ کی خدمت میں مورخہ 99-6-9 کو جواباً مراسلہ ارسال کیا تھا۔ آپ نے میرے پہلے خط مورخہ 66-4-2 کے جواب میں سورۂ نور کی آیت نمبر 13,12 کی طرف اشارہ کیا تھا، اس تحقیق کی خاطر آپ کی خدمت میں لکھا تھا کہ آیا خلیفہ صاحب ثانی کی ذات پر ان سنگین الزامات کی حلفاً تردید کر سکتے ہیں، جو انہی کے مریدین کی طرف سے عائد کیے گئے ہیں، جبکہ مریدین کے علاوہ الزام لگانے والوں میں خلیفہ صاحب کے خاندان کے افراد اور ان کے قریبی رشتہ دار بھی

شامل ہیں مثلاً آپ کے چھوٹے بھائی مرزا حنیف احمد صاحب، بی اے ایل ایل بی نے ربوہ میں اپنے دوستوں کے سامنے خلیفہ صاحب کی ذات پر عائد کردہ الزامات کی توثیق کی تھی۔ اس توثیق کی وجہ بعض افراد ربوہ چھوڑ کر پہلے جھنگ چلے گئے، اب وہ رحیم یار خاں میں آباد ہیں۔ بعض اب بھی ربوہ میں رہتے ہیں۔ وہ اپنی خانگی مجبوریوں کی وجہ سے ربوہ کو نہیں چھوڑ سکتے کیونکہ ان کا گزارہ آپ لوگوں کے ہاتھ میں ہے۔ اسی طرح سید خاندان (ام طاہر اور بشریٰ زوجین خلیفہ صاحب ثانی کا خاندان) کے افراد مثلاً سید نعیم احمد صاحب بھی ولایت جاتے ہوئے اپنے دوستوں کو قصر خلافت کی رنگین محافل کا حال بتا کر گئے تھے۔

جن افراد کا میں نے ذکر کیا ہے، وہ زندہ ہیں۔ وہ کبھی بھی حلفاً تردید نہیں کر سکتے کہ انہوں نے خلیفہ صاحب ثانی کی ذات پر الزام نہیں لگائے۔ ان حقائق اور شواہد کی موجودگی میں جب آپ بھی خاموشی اختیار کر کے الزام لگانے والوں میں شامل ہوتے ہیں تو خلیفہ صاحب ثانی پر عائد کردہ الزامات کو غلط قرار دوں یا صحیح۔ فقط

خاکسار

شفیق الرحمٰن خاں معرفت مولوی محمد افضل خاں صاحب

بلاک نمبر 12 ڈیرہ غازی خاں، 10-6-66

خط نمبر 2، بجواب شفیق الرحمٰن

سوال گندم جواب چنا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شفیق الرحمٰن خاں صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط ملا۔ میرا جواب وہی ہے جو پہلے لکھ چکا ہوں۔ ایک انسان جس کا توکل اپنے حاضر و ناظر عالم الغیب اور قدرتوں والے خدا پر ہو، اسے دنیا کی کیا پرواہ ہو سکتی ہے۔ دنیا اسے گندہ کہے، حرام کار قرار دے یا جو چاہے وہ کہے، اسے اس سے کیا۔ اسے تو اپنے خدا سے واسطہ اور تعلق ہے اور وہ خدا کے حکم کے خلاف نہیں کر سکتا۔ یہی طریق میرے باپ نے اختیار کیا اور یہی میں بھی بتوفیق الٰہی اختیار کروں گا۔ رہا یہ کہ مرزا حنیف احمد یا کسی اور رشتہ دار نے ایسی بات کی، اول تو یہ بات جھوٹ اور خلاف عقل معلوم ہوتی ہے اور اگر صحیح ہے تو بھی جس نے ایسا کہا، وہ جھوٹا ہے کیونکہ قرآن کریم اسے جھوٹا قرار دیتا ہے۔ کیا آپ کو علم نہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ان کی بہن نے

ایسا الزام لگایا تھا۔ کیا حضرت لوط علیہ السلام کے اپنے مریدوں اور قریبیوں نے ان پر اس سے بڑھ کر الزام نہیں لگایا کہ انہوں نے شراب کے نشہ میں اپنی بیٹیوں کے ساتھ بدفعلی کی اور کیا حضرت سلیمان پر اس سے بڑھ کر الزام نہیں لگایا گیا کہ نعوذ باللہ وہ چھپ کر بت پرستی کرتے تھے اور اوریاہ کو قتل کرا کے اس کی بیوی سے زنا کیا۔ کیا آپ ان الزامات کو، جو ان معصوموں اور پاک بازوں پر لگائے گئے اور ان کے اپنے مریدوں اور قریبیوں کی طرف سے لگائے گئے، سچا مانتے ہیں اور دل میں نہانی کفر رکھتے ہیں۔ اگر سچا نہیں مانتے تو کیوں اس لیے کہ قرآن کریم انہیں جھوٹا قرار دیتا ہے۔ میں بھی اسی وجہ سے ان لوگوں کو، جنہوں نے میرے باپ پر، ہمارے خلیفہ اول پر یا دوسرے پاک بازوں پر الزام لگائے ہیں، جھوٹا اور موردِ نفرین سمجھتا ہوں کیونکہ قرآن کریم انہیں جھوٹا قرار دیتا ہے۔ والسلام

مرزا رفیع احمد

خط نمبر 4، شفیق الرحمٰن

کیا خلیفہ صاحب کے خاندان کا کوئی فرد بھی خلیفہ کی پاک دامنی پر قسم کھا سکتا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مکرم و محترم جناب مرزا رفیع احمد سلمہ الرحمٰن

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

آپ کا خط ملا، جس میں آپ نے گزشتہ انبیاء علیہم السلام پر بائبل کی رو سے عائد کردہ الزامات کو دہرا کر یہ لکھا ہے کہ یہ الزامات ان کے مریدین نے لگائے تھے۔ افسوس اس امر کا ہے کہ آپ نے حقائق پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ کسی نبی پر بھی ان کی زندگی میں ان کے کسی مرید نے بھی زنا وغیرہ کا الزام عائد نہیں کیا۔ جن الزامات کی آپ نے نشان دہی کی ہے، بائبل کے مفسرین اور قرآن مجید کے مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ باتیں بعد کی اختراع ہیں۔ اگر آپ کے پاس کوئی تاریخی ثبوت ہو کہ کسی نبی پر ان کی زندگی میں، ان کے ماننے والوں میں سے کسی نے زنا کا الزام لگایا ہے تو مجھے حوالہ کے ساتھ تحریر کریں۔

دوم: تمام انبیاء علیہم السلام کی بریت اور عصمت پر قرآن مجید نے گواہی دی ہے۔ اس وجہ سے ہر مسلمان ہر ایک نبی کی پاک دامنی کے لیے ہر قسم کا حلف اٹھانے کو تیار ہے، بلکہ آپ

سے بھی یہ کہا جائے کہ بائبل کے مطعون انبیاء علیہم السلام کی پاک دامنی پر حلف اٹھائیں تو آپ انشراح صدر سے تیار ہو جائیں گے۔

سوم: آپ خلیفہ صاحب پر زنا کا الزام لگانے والوں کو قرآن کی کسی نامعلوم آیت کی روشنی میں قابل نفرین اور جھوٹا قرار دیتے ہیں۔ جب آپ کو خلیفہ صاحب کی پاک دامنی پر اتنا ہی یقین ہے تو پھر آپ مندرجہ ذیل قسم کھانے سے گریز کیوں کرتے ہیں۔ یہ الفاظ، میں کسی اور خط میں بھی لکھ چکا ہوں، اب دوبارہ لکھ دیتا ہوں۔

''میں اپنے خدا کو حاضر و ناظر جان کر قسم کھاتا ہوں، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے کہ مرزا محمود احمد مرحوم خلیفہ ثانی کی ذات پر جو وقتاً فوقتاً الزامات لگتے رہے ہیں، وہ غلط اور بے بنیاد ہیں۔ میں گھر کا ایک فرد ہونے کی وجہ سے حق الیقین کی بنا پر کہتا ہوں کہ مرزا محمود احمد صاحب مرحوم مقدس، پاکباز، اسلامی عبادات کو کماحقہ ادا کرنے والے اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی پیش گوئی مصلح موعود کے حقیقی مصداق ہیں۔ اگر میں حلف میں جھوٹا ہوں تو خدا تعالیٰ مجھ پر ایک سال تک ایسا عذاب نازل کرے جو تمام دنیا کے لیے عبرت کا موجب ہو۔''

مجھے امید ہے کہ میرے متذکرہ بالا حلف کے الفاظ کو لکھ کر دستخط کر دیں گے۔ میرے نزدیک خلیفہ صاحب کی بریت کے لیے دو ہی راستے تھے:

اول: ان کا خود مباہلہ کرنا۔

دوم: آپ کے گھر کے کسی ممبر کا حلف اٹھانا۔ (گھر کے ممبر سے مراد آپ کی ازواج اور لڑکے ہیں) چونکہ خلیفہ صاحب اپنی زندگی میں مباہلہ کی دعوت دینے والوں کے مقابل نہیں آئے۔ اب کسی متذبذب آدمی کے اطمینان کا ایک ہی طریقہ ہے، وہ ہے گھر کے کسی آدمی کا حلف اٹھانا۔ اس وجہ سے میں نے آپ کی خدمت میں لکھا تھا۔ افسوس یہ ہے کہ آپ جواب دیتے ہیں لیکن حلف نہیں اٹھاتے۔ آپ کا حلف نہ اٹھانے کی وجہ سے میرا شک یقین میں متبدل ہوتا جا رہا ہے۔ آپ قرآن کی روشنی میں الزام لگاتے والوں کو جھوٹا قرار دیتے ہیں، لیکن خلیفہ صاحب کی پاک دامنی پر حلف نہیں اٹھاتے، اس کی کیا وجہ ہے؟

میرے نزدیک تو قرآن مجید کی کسی آیت سے اشارۃ النص کے طور پر بھی ان کی بریت

ظاہر نہیں ہوتی۔ معلوم نہیں کہ آپ سورۂ نور کی آیت 12-13 سے خلیفہ صاحب کی پاک دامنی پر کس طرح استدلال کرتے ہیں؟

میں تمام بحثوں کو ایک طرف رکھتے ہوئے صرف آپ سے یہ استدعا کرتا ہوں کہ آپ متذکرہ بالا لفظوں میں قسم کھا کر مجھے اطمینان دلا دیں۔ میں قسم کا مطالبہ اس وجہ سے کر رہا ہوں کہ ڈیرہ غازی خان میں اس قسم کے آدمی بھی ہیں جو اس تحدی سے دعویٰ کرتے ہیں کہ خلیفہ صاحب کے خاندان کا کوئی فرد بھی آپ کی پاک دامنی پر قسم نہیں کھا سکتا۔ والسلام

شفیق الرحمٰن خاں معرفت مولوی محمد افضل صاحب

بلاک نمبر 12، ڈیرہ غازی خان 66-11-7

مقبول اختر صاحبہ کا خط مولانا مظہر علی اظہر کے نام

مقبول اختر صاحبہ حکیم قطب الدین صاحب آف بدوملہی کی عزیزہ ہیں۔ قادیان میں انہیں مرزا محمود کے گھر میں رہنا پڑا۔ وہاں جو کچھ انہیں نظر آیا، وہ انہوں نے مولانا مظہر علی اظہر مرحوم کو لکھ دیا۔ اصل خط میں بعض الفاظ غلط طور پر لکھے گئے ہیں، ہم تصحیح کیے بغیر انہیں بعینہٖ نقل کر رہے ہیں۔

محترم جناب مولوی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گزارش احوال یہ ہے کہ میں سات سال سے مرزا بشیر الدین محمود احمد کے گھر میں ہوں۔ میں نے جو اپنی آنکھوں سے حالات دیکھے ہیں، وہ قلم بند کر رہی ہوں۔ پہلے تو برداشت کرتی رہی مگر اب نہ کر سکی اور میں نے اپنی جان بچانے کے واسطے وہاں سے نکلنا منظور کیا یعنی قادیان میں خلیفہ صاحب نے کوئی لڑکی یا عورت نہیں چھوڑی جو کہ خوبصورت ہیں۔ سخت ہی عیش پسند ہے، شراب پینے سے، زنا کرنے سے بالکل خدا کا خوف نہیں اور قیامت یاد نہیں ہے اور طریقہ یہ اختیار کیا ہوا ہے کہ دفتر میں جوانوں (نوجوان) لڑکے ہیں، وہ آتے ہیں اور لڑکیاں اس جگہ پر بلا لیتے ہیں۔ تو آپ بھی اس میں شامل ہوتے ہیں یعنی اس میں اپنی لڑکیاں بھی (شامل) کرتے ہیں۔ یعنی ناصرہ، قیوم، رشید، امتہ العزیز اور ایک بیوی جس کا نام مریم، سیدوں کی لڑکی ہے، وہ بھی اس میں شامل ہے۔ س کے بعد باہر کی لڑکیاں یعنی ڈاکٹر فضل الدین کی لڑکی سلیمہ، مفتی فضل الرحمٰن کی لڑکی، احمد الدین زرگر کی لڑکی، سید منصوری والے کی بہو، استانی میمونہ، چودھری فتح محمد سیال کی

بیوی رقیہ، سید ولی اللہ شاہ کی بیوی، فتح محمد کی لڑکی آمنہ[1]، سید عبدالجلیل کی بیوی رضیہ نور جہاں، وہ باہر کی ہے۔ اپنی مرزا محمود کی بیوی جو عرب کی ہے۔ محمد بی بی بلوچ کی بیوی، مولوی سردار جو آج کل استانی ہے۔ عزیزہ، بیوی مرزا گل محمد، والدہ صلاح الدین اور بہت شامل حال ہیں۔ تو اہلیہ ولی اللہ یا مولوی سردار جو ہر وقت حاضر خدمت رہتی ہیں۔ استانی العزیز سراج بی بی ایک لڑکی ہے، وہ بھی شامل ہے۔ ایک سیدہ منیرہ جو کہ ولی اللہ کے ماموں کی لڑکی ہے اس کو تو حمل بھی ہو گیا تھا۔ قادیدا جو آج کل بیوی مرزا مہتاب بیگ دکاندار ہے، وہ بھی شامل ہے بلکہ پہلا لڑکا جو ہوا، مرزا محمود کا ہوا تھا، جس کا نام عبدالرشید ہے۔ اب پھر سلیمہ بنت ڈاکٹر فضل الدین کی لڑکی ہے۔ اس کو بھی بچہ مرزا محمود کا ہونے والا ہوا، تو بہت جلدی اس کی شادی شیخ عبدالرحمٰن مصری کے لڑکے کے ساتھ کر دی تاکہ کوئی بہانا بنایا جائے یعنی اب مشہور کر دیا ہوا ہے کہ اس کو بیماری ہے۔ اگر بچہ پیدا ہوا تو سات ماہ کا ہوگا۔ اس طرح وہ ہی منیرہ اس کو بھی حمل ہو گیا تھا۔ مگر جلدی سے اس کا علاج کر دیا اور حمل گرا دیا یعنی ڈاکٹر احسان علی کے بھائی کا تھا اور علاج ڈاکٹر احسان علی نے کیا۔ باقی جو قادیان کے بدمعاش لڑکے ہیں، وہ خلیفہ صاحب کے ہم راز ہیں اور پوشیدہ دوست ہیں کیونکہ خلیفہ کا راز اور ان بدمعاشوں کا راز ایک ہے۔ مریم جو کہ خلیفہ صاحب کی بیوی ہے، وہ سیکرٹری بنی ہوئی ہے اور خلیفہ صاحب کی طرح ایک دوسرے کو ملا دیتی ہے اور خود بھی لڑکوں کے ساتھ بدمعاشی کرتی ہے۔ ایک نذیر لڑکا ہے جو کہ مرزا محمود کی موٹر چلاتا ہے، وہ بھی شامل ہے۔ میں تو سخت تنگ آ کر قادیان کو خیرباد کہہ دیا ہے اور باقی جو میرے ہم خیال لڑکیاں ہیں، وہ بھی سخت تنگ ہیں۔ ہاں سچ مولوی محمد صادق کی بیوی رضیہ وہ بھی شامل ہے اور مولوی رحمت علی کی بیوی اور بیٹی دونوں شامل ہیں۔ مجھے بھی اس میں شامل کرنا چاہتے تھے مگر میں نے یہ بات نامنظور کی اور باہر چلی آئی۔ میرا خیال یہاں تک کہتا تھا کہ مسلمان کوئی نہیں اور خدا بھی کوئی نہیں ہے کہ میری آنکھیں کیا دیکھتی ہیں۔ مگر ان کو ہوتا کچھ نہیں ہے۔ ایک طرف تو خدا تعالیٰ سخت سے سخت سزا دینے کا حکم دیتا ہے، دوسری طرف ان کو کچھ نہیں کہتا۔ یہ کیا معاملہ ہے، اس سے تو ہزار درجہ بہتر عیسائی لوگ ہیں۔ میں اپنی جان کی قسم اٹھا کر کہتی ہوں کہ اگر مجھے یہ علم نہ تھا کہ حقیقت میں مسلمانوں کے ہم درد (ہمدرد) احرار قوم دنیا

[1] اس کی شادی چودھری ظفر اللہ صاحب کے برادر خورد عبداللہ صاحب سے ہوئی تھی۔ جس کے بیٹے محمد نصر اللہ، حمید نصر اللہ اور ادریس نصر اللہ ہیں محمد نصر اللہ تو جماعت چھوڑ چکا ہے حمید نصر اللہ جماعت احمدیہ کے اہم عہدے پر

میں موجود نہیں تو میں ضرور بضرور عیسائی ہو جاتی اور اپنی جان کو بچالیتی مگر خدا تعالیٰ بہت قدرت والا ہے، میرے دل میں خیال تھا کہ اچانک مجھے ایک آدمی ملا، جس نے مجھے حضرت مولوی صاحب (مولوی مظہر علی صاحب اظہر) کی خدمت میں آنے کی تاکید کی اور کہا کہ وہ ضرور تمہاری امداد کریں گے۔ اب میں نہایت ہی عاجزانہ مجلس احرار یعنی قوم کے ہمدرد کے آگے اپیل کرتی ہوں کہ وہ میری مدد کریں تا کہ جو میری ہم خیال لڑکیاں ہیں، ان کو نجات دینے کا کوئی راستہ بنا سکوں۔ میں انشاء اللہ جلدی ہی اس بات کی کوشش کر رہی ہوں۔

میں اب ایک مضمون بنا کر دوں گی قادیان کے حالات پر کیونکہ اب سکول میں رخصت ہوگئی ہیں اور مجھے فرصت ملی ہے۔ فقط

مقبول اختر

فسخ بیعت بنام خلیفہ قادیاں

قریشی محمد صادق صاحب شبنم بی اے انہوں نے فسخ بیعت کا جو خط لکھا اس کا ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیں۔

''جب میں لاہور میں آیا تھا تو میں نے آپ کے اخلاق اور آپ کی بیویوں، لڑکیوں اور میاں شریف احمد صاحب اور میاں بشیر احمد صاحب اور ان کے لڑکوں کے اخلاق کے متعلق بہت سی باتیں سنی تھیں، لیکن خوش اعتقادی کی وجہ سے میں یقین نہ کرتا تھا۔ آخر جب میں قادیان آیا تو سب سے پہلے غائب سے ان کے متعلق تحقیقات کرنے کی تحریک میرے دل میں ڈالی گئی، تو پھر جب میں محتسب ہوا تو آفیشل طور پر بھی میں نے تحقیق کی اور جو جو معلومات مجھے اس بارہ میں ہوئیں، وہ میں نے کچھ تو نظارت کی معرفت اور کچھ براہ راست تحریری طور پر پہنچا دیں۔ ان معلومات میں سے بعض کا ذکر میں ذیل میں مجمل طور پر کرتا ہوں کیونکہ مفصل طور پر رپورٹ کر چکا ہوں اور بعض کی رپورٹ کا موقع نہیں ملا۔

الف آپ منڈے بازی کرتے ہیں۔

ب آپ نامحرم عورتوں کے ساتھ زنا کرتے ہیں۔

ج آپ اپنی بیویوں اور لڑکیوں کو دوسروں کے حوالے کرتے ہیں کہ ان کے ساتھ زنا کریں، گویا آپ نے ایک حسن بن صباحی باطنی فرقہ بنایا ہوا ہے۔

د آپ شراب پیتے ہیں۔

ہ زنا کر کے آپ بغیر نہائے اور وضو کئے بغیر نماز پڑھاتے ہیں۔

ر آپ کا لڑکا مبارک زنا کرتا ہے، شراب پیتا ہے، نماز نہیں پڑھتا۔

ز میاں بشیر احمد صاحب منڈے بازی کرتے ہیں۔

ح میاں بشیر احمد صاحب کے لڑکے منڈی بازی کرتے ہیں، نمازیں نہیں پڑھتے۔

ط میاں شریف احمد صاحب منڈی بازی کرتے ہیں، نماز بہت کم پڑھتے ہیں۔

ظ میں نے ایک رپورٹ میں ثابت کر دیا تھا کہ آپ کی بیوی عزیزہ کا شیخ بشیر احمد[1] کے ساتھ تعلق ہے۔ آپ نے نہ کوئی گواہ کو سزا دی اور نہ ہی اپنی بیوی کو اور نہ ہی شیخ بشیر احمد صاحب کو۔ معاملات بدستور ہیں، کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔

ک میں نے رپورٹ مندرجہ میں یہ بھی ثابت کر دیا تھا کہ آپ کی لڑکیوں امتہ القیوم اور امتہ الرشید کا ایک غیر آدمی کے ساتھ تعلق ہے۔ آپ نے شہادت بھی لی لیکن طرفین میں سے کسی کو بھی سزا نہ دی۔ ان تمام واقعات کے میرے پاس مکمل ثبوت ہیں، جن کو بروقت پیش کروں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔"

قریشی محمد صادق شبنم بی اے سابق محتسب و پریذیڈنٹ نیشنل لیگ قادیان وسیکرٹری آل انڈیا نیشنل لیگ لاہور مورخہ 37-8-4

(نوٹ: یہ فسخ بیعت کی لمبی چھٹی ہے جو دفتر انصار احمدیہ 87 دیوسماج ہوٹل سنت نگر لاہور نے شائع کروائی۔ اس میں سے مذکورہ اقتباس دیا گیا ہے سب سے پہلے یہ چھٹی 40-8-4 کو سیکرٹری انجمن انصار احمدیہ قادیان (ضلع گورداسپور) نے شائع کی تھی۔ یہ چھٹی صرف مرزا محمود کے بداعمال نامے کو ظاہر نہیں کرتی بلکہ سیاسی عزائم پر بھی روشنی ڈالتی ہے۔)

ڈاکٹر نذیر احمد ریاض کا خط اپنے ایک دوست کے نام

آپ کو یاد ہوگا کہ جب تک ہم ربوہ میں رہے، ہماری آپس میں کچھ ایسی قلبی مجالست رہی کہ باہم مل کر طبیعت بے حد خوش ہوتی تھی۔ کبھی شعر وشاعری کے سلسلہ میں، تو کبھی مخلص کے مصنوعی تقدس پر نکتہ چینی کرنے میں بڑا لطف آتا تھا۔ دراصل خلیفہ صاحب کا اصول ہے کہ

مست رکھو ذکر و فکر صبح گاہی میں انہیں

پختہ تر کر دو مزاج خانقاہی میں انہیں

[1] شیخ بشیر احمد ایک مشہور وکیل تھے۔ جج بھی رہ چکے ہیں۔

اور خود خوب رنگ رلیاں مناؤ، عیش وعشرت میں زندگی بسر کرو۔ ہم نے تو بھائی خلوص دل سے وقف کیا تھا، خدا ہمیں ضرور اس کا اجر دے گا۔ انہیں یہ خلوص پسند نہ آیا۔ اللہ تعالیٰ بہتہ عَلَم وعدل ہے، خود فیصلہ کر دے گا کہ ٹھکرائے ہوئے ہیرے کتنے عزیز تھے۔

شروع شروع میں میرے دل کی عجیب کیفیت تھی، ہر وقت دل مختلف افکار کی آماجگاہ بنا رہتا تھا۔ ماں باپ کی یاد، عزیزوں کی جدائی کا احساس، دوستوں کے بچھڑنے کا غم اور حاسدوں کے تیروں کی چبھن سبھی کچھ تھا، لیکن ؎

ہر داغ تھا اس دل میں بجز داغ ندامت

سب سے بڑا معلم انسان کی فطرت صحیحہ ہے، جس کی روشنی میں انسان اپنے قدموں کو استوار رکھتا ہے اور ہر افتاد پر ڈگمگانے سے بچاتا ہے۔ اگر یہ کلی طور پر مسخ ہو جائے تو پھر کسی بے راہ روی کا احساس دل میں نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی رضا کی راہوں پر چلائے۔ آمین

آپ کا ریاض

جناب غلام حسین صاحب احمدی فرماتے ہیں:

میں نے اپنی شہادت کے علاوہ حبیب احمد کا بھی ذکر کیا تھا، وہ مجھے قادیان میں مل گئے۔ میں نے ان سے قسم دے کر دریافت کیا تو انہوں نے قسم کھا کر مجھے بتلایا کہ حضرت صاحب (مرزا محمود احمد) نے دو مرتبہ ان سے لواطت کی ہے۔ ایک دفعہ قصر خلافت میں، دوسری دفعہ ڈلہوزی میں۔ میں نے اس سے تحریری شہادت مانگی تو پوری تفصیل کے ساتھ نہیں لکھی بلکہ نامکمل لکھ کر دی۔

حبیب احمد صاحب اعجاز اس کی پوری پوری تصدیق فرما رہے ہیں، جو درج ذیل ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسول الکریم

وعلی عبدہ المسیح الموعود

بخدمت شریف جناب بھائی غلام حسین صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے بعد التماس ہے کہ میں نے آپ کو جو بات بتائی تھی، میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں کہ وہ بات بالکل صحیح ہے۔ اگر میں جھوٹ بولوں تو خدا کی لعنت ہو مجھ پر ......"

خاکسار حبیب احمد اعجاز

خط و کتابت مابین عبدالرحمٰن و مرزا عبدالحق کے عکسی فوٹو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مرزا عبدالحق

ایڈووکیٹ

[illegible]

کوٹھی نمبر

ایم ٹیکس روڈ، سرگودھا چھاؤنی

نمبر 2011   20.2.66

573/20.2.66

مکرمی - السلام علیکم

میں مشرقی پاکستان گیا ہوا تھا - وہاں سے واپس آکر آپ کا خط ملا - اگر آپ ہمیں لکھ کر فہرست دے دیں تو دو تین معززین سے سمجھ سکتا ہے کہ الزامات جو حضور رضی اللہ عنہ کی ذات بابرکات پر لگائے جاتے ہیں کہاں تک درست ہیں - ہم خدا کے فضل سے اہل غرض نہیں ہیں بلکہ سینکڑوں ہزاروں روپیہ سالانہ دیتے ہیں - اور نفس سے زیادہ وقت خدمت دین کے لئے خرچ کرتے ہیں (جو ہمیں [illegible] اور احساس ہے) اگر ان میں سے کوئی بات بھی درست ہوتی تو ہم شوق سے [illegible] دیتے۔ ہم نے اس شخص کو دیکھا اور خوب پرکھ کر دیکھا - وہ ایک نہایت قیمتی درخت کی مانند ہے [illegible] کھانے والوں نے [illegible] - یہ ان کی عقل اور فہم اور دینی حس کا قصور تھا - [illegible] اگر وہ [illegible] ایسا ہی [illegible] تو اسکو [illegible] پھل لگنے لگ گئے - اگر میں اس درخت کے پھل کھاؤں تو یہ مجھ کو [illegible] - ہم نے اسکو [illegible] بخشی - اسکو [illegible] کرنے والے نور ایمان سے محروم رہیں گے [illegible] - مجھے اس خیال سے یہ [illegible] کہ شاید یہ آپ کی [illegible] کا موجب ہو ورنہ میں اسکے جواب کی ضرورت نہیں سمجھتا - والسلام۔

خاکسار

(مرزا عبدالحق)

امیر جماعت ہائے احمدیہ سابق صوبہ پنجاب و بہاولپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

MIRZA ABDUL HAQ
ADVOCATE

4 CIVIL LINES
SARGODHA

9.4.86

مکرمی عبدالرحمن صاحب ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا خط ملا۔ اس سے پہلے خط نہیں ملا تھا

یہ باتیں خط و کتابت میں طے نہیں ہو سکتیں

اگر خدا تعالیٰ آپ کو کسی وقت توفیق دے تو میرے پاس آ جائیں ۔ میں انشاء اللہ آپ کی تسلی کی کوشش کروں گا ۔

اگر آپ پسند کریں گے تو آمد و رفت کا کرایہ میں پیش کر دوں گا ۔ لیکن اس سمجھنے کے لئے محض نیت درست ہونی چاہئے ۔ اللہ تعالیٰ کے حضور میں اخلاص کے ساتھ دعا اور مجاہدہ کرے تو وہ ہدایت سے محروم رہنے نہیں دیتا ۔

ان الزامات میں بے حد مبالغہ کیا گیا ہے ۔ الزامات لگانے والوں نے اس کوشش کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے سلوک کر کے دکھایا جب ان الزامات کی پوری تردید کر دی ہے ۔

والسلام

خاکسار

عبدالحق

(مرزا عبدالحق)

امیر جماعت ہائے احمدیہ
سابق صوبہ پنجاب و بہاولپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

10644
26/4/66

مکرم شفیق الرحمٰن خان صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط کافی عرصہ ہوا ملا تھا چونکہ کچھ دنوں میں دورہ پر تھا
اسلئے جلد جواب نہ دے سکا

آپ نے اپنے خط میں جو دل آزار غیر شریفانہ باتیں لکھی ہیں انکو
میں حوالہ بخدا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ ہی اسکا فیصلہ فرمائے گا اس امر
کا بہت افسوس ہے کہ آپ قرآن کریم کی تعلیم سے بالکل لاعلم
ہیں ان لوگوں کو جنکی باتوں کو آپ نے بیان کیا ہے قرآن
کریم نے جھوٹا قرار دیا ہے آپ سورۃ نور پر غور کریں
اسکی آیت ۱۲-۱۳ میں صاف طور پر ایسے لوگوں کو جھوٹا اور کاذب
فرمایا گیا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی گواہی ہے جب آپ اللہ تعالیٰ کی گواہی
قبول نہیں کرتے تو میری گواہی اسکے مقابل پر کیا حیثیت رکھتی ہے
یہ یقین رکھیں اور مجھے اس بارے میں کوئی بھی شبہ نہیں کہ قیامت
کے دن میرا اگر بیان آپکے خط میں نہیں سمجھا میرا خدا بھی یقیناً
ہر قسم ذلت سے بچائے گا میں نے اسکی اتنی عنایات دیکھی ہیں

کہ میں اس بارہ میں تبدیلی نہیں کر سکتا ہاں اگر آپ نے والدین
کی باتوں کو توجہ نہ کی اور قرآن کریم کے فیصلہ کو جو سورۃ نور میں بیان
ہوا ہے قبول نہ کیا تو آپ کا گریبان قیامت کے دن میرے ہاتھ
میں ہوگا اور آپ اللہ کی گرفت سے بچ نہیں سکیں گے انشاء اللہ
والسلام مرزا رفیع

24616
18/X/66

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شفیق الرحمن خان صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا دوسرا خط ملا میرا جواب وہی ہے جو پہلے لکھ دیا اہل ایمان کا
حسبنا توکل اپنے حاضر و ناظر عالم الغیب اور قدرتوں والے خدا پر ہوتا ہے
دنیا کی بے پرواہ ہوسکتی ہے دنیا اسے گندہ بے حیا مکار قرار دے یا جو چاہے
سو کہے اسے اس کی کیا پرواہ تو اپنے خدا سے واسطہ اور تعلق ہے اور وہ قرآن کے
حکم کے خلاف نہیں کر سکتا یہی طریق میرے باپ نے اختیار کیا الحمد
ہی میں بھی بتوفیق الہٰی اختیار کروں گا رہا یہ کہ مرزا حفیظ احمد یا کسی اور رشتہ دار نے
ایسی بات کی ہے تو اول تو یہ بات جھوٹ اور خلاف عقل معلوم ہوتی ہے اور اگر

صحیح ہے تو جس نے ایسا کہا وہ جھوٹا ہے کیونکہ قرآن کریم ایسا جھوٹا قرار دیتا
ہے جیسے کیا آپ کو علم نہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر انکی اپنی بہن نے ایسا الزام لگایا
تھا کیا حضرت لوط علیہ السلام کے اپنے مریدوں اور قریبیوں نے ان پر اسی طرح کا
الزام نہیں لگایا کہ انہوں نے شراب کے نشہ میں اپنی ہی بیٹی کے ساتھ بدفعلی
کی اور کیا حضرت سلیمان پر اسی طرح کا الزام نہیں لگایا نعوذ باللہ کہ جب
کہ بت پرستی کرتے تھے اور اوریا کو قتل کرا کے اسکی بیوی سے زنا کیا۔ کیا
آپ ان الزامات کو جو ان معصوموں اور پاکبازوں پر لگائے گئے
اور انکے اپنے مریدوں اور قریبیوں کی طرف سے لگائے گئے سچا مانتے ہیں
اور دل میں نہانی فتور رکھتے ہیں اگر انہیں سچا نہیں مانتے تو یہ قول ان کا،
تاہم قرآن کریم انہیں جھوٹا قرار دیتا ہے جس طرح اسی وجہ سے ان لوگوں کو جھوٹوں نے میرے
پیر بابا صاحب جیلانی اور اولیاء کرام پاک بازوں پر الزام لگائے گئے ہیں جھوٹا اور مردود سمجھ
سکتا ہوں کیونکہ قرآن کریم انہیں جھوٹا قرار دیتا ہے ۔ والسلام مع التسلیم

www.KitaboSunnat.com

فتمنوا الموت ان کنتم صادقین

مباہلہ

ادارۂ تحریر
مجلس احباب مباہلہ
ناظم عبدالکریم

جلد ۲ | قادیان ماہ محرم الحرام ۱۳۴۸ھ مطابق جون ۱۹۲۹ع | نمبر ۶

خلیفہ قادیان کا کچا چٹھا

حیا سوز افعال کا ارتکاب

ایک قادیانی خاتون کا سنسنی خیز بیان

مجھے پلنگ پر گرا کر زبردستی میری عزت برباد کردی

صفحہ ۹ پر ملاحظہ فرمائیے

فہرست مضامین

دعوت مباہلہ کا بنیادی عنصر
خلافت پر مباہلہ
خلیفہ قادیان کی رو رعایتی
قادیانی جماعت کے خوفناک ارادے

قادیانی خاتون کا بیان پڑھنے سے قبل اس صفحہ کا مطالعہ ضروری ہے

مقام قادیان کی جو اصل حالت ہے اس سے بہت کم اصحاب واقفیت رکھتے ہیں۔ اس وقت جہاں قادیان کے مسلمان ان لوگوں کے جور و ستم سے تنگ آ چکے ہیں وہاں خود مرزائیوں کے بعض مربیان [illegible] نا واقفیت [illegible] کر رہے ہیں۔ ان کی حالت زار کا اندازہ کچھ وہی لوگ کر سکتے ہیں جو حالات سے آگاہ ہیں۔ جن کو مقامی نظام قادیان پر کبھی غور کرنے کا موقع ملا ہے۔ مختصراً یہ کہ خلیفہ قادیان میاں بشیر نے عجیب و غریب ہتھکنڈوں سے مریدوں کو جکڑ رکھا ہے جن پر گویا مکمل [illegible] کی مثال صادق آتی ہے وہ بولنا چاہتے ہیں مگر بول نہیں سکتے۔ جور و ستم کا اظہار چاہتے ہیں مگر جرأت نہیں۔ وہ اندرونی حالات کو طشت از بام دیکھنا چاہتے ہیں مگر ہمت نہیں۔ وجہ صرف یہ کہ ان کی زبانوں کو بند کیا جا چکا ہے۔ مہاجرین قادیان ہجرت و جنت کے شوق میں اپنے اوطان، عزیز و اقارب کو چھوڑ چکے ہیں۔ مقام قادیان میں ساری زندگی بسر کرنے کے خیال سے تمام جمع کردہ پونجی مکانات بنوانے میں خرچ کر دی ہے۔ پرانے رشتہ داروں کو چھوڑ کر قادیان میں برادری بنا چکے ہیں۔ اب ان کی عمریں اس تعمیر میں گزر چکی ہیں۔ تمام تر انحصار خلیفہ قادیان کی نظر شفقت پر ہے۔ یعنی تمام آپ کے دست نگر اور آپ کے ملازم ہیں۔ اگر کوئی [illegible] آزاد ہے بھی تو وہ دراصل غلام ہے کیونکہ اکثر آبادی ملازمین کی ہی ہے اس لئے آزاد یعنی تجارت پیشہ کے روزگار کا انحصار بھی دراصل خلیفہ پر ہے کیونکہ اگر وہ گستاخی کرے تو بائیکاٹ لازمی ہے۔ یہ ہیں وہ حالات جن کا مختصراً ذکر کیا ہے تاکہ ناظرین مباہلہ اس امر سے حیران نہ ہوں کہ قادیانی مقامی دوست کیوں بیانات کی جرأت نہیں [illegible] اپنے [illegible] کا اظہار کر کے [illegible] سے آگے نہیں کرتے۔

چونکہ مجلس احرار نے خلیفہ قادیان کو صرف چیلنج مباہلہ دینے پر اکتفا کی ہے [illegible] باطل [illegible] دکھانے کیلئے بھی کافی [illegible] اصحاب کی [illegible] مجلس نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ چند ایک تحریریں بھی [illegible] شائع [illegible] مباہلہ کی خدمت میں ایک تحریر [illegible] ناظرین [illegible] کسی قادیانی کا نام ظاہر کرنا [illegible] سوقت ان کے [illegible] کا موجب ہوگا اسلئے ہم کسی [illegible] زیادتی کا موجب بننا پسند نہیں کرتے۔

[illegible] قادیانی خاتون کی [illegible] قابل [illegible] نے [illegible] بھی [illegible] کہ اگر خلیفہ قادیان مباہلہ پر آمادہ ہو تو نام کا اظہار [illegible] بات [illegible] قادیانی [illegible] نیز [illegible] اقارب بھی تمام خلیفہ قادیان کی بیعت کا طوق اپنی گردن [illegible] ہی ہیں۔

[illegible] خلیفہ قادیان [illegible] تحریر کو [illegible] مباہلہ [illegible] فیصلہ [illegible] مظاہرہ [illegible] وہ کچھ فائدہ اٹھانا [illegible] خلیفہ قادیان [illegible] جرأت [illegible] مطالبہ کریں گے [illegible] اسلئے [illegible] ہمارے پاس تحریر کو ثابت کرنے کیلئے حسب ذیل [illegible] ہیں۔

[illegible] جناب [illegible] حلف اٹھانے کیلئے تیار ہیں کہ یہ تحریر جعلی نہیں ہے۔

(۲) خلیفہ قادیان [illegible] حلف [illegible] اعلان کریں کہ اس نے کبھی ان افعال کا ارتکاب ہی نہیں کیا جو ایسا کوئی بیان درست ہو سکے۔

(۳) ایک [illegible] ممبروں کی تعداد وغیرہ کا فیصلہ کر لیا جائے [illegible] مجلس [illegible] مباہلہ کا نمائندہ تمام وہ ثبوت پیش کرے [illegible] خلیفہ [illegible] فیصلہ کرے کہ تحریر اصل ہے یا بناوٹی اور کوئی امر ظاہر [illegible] غیر مسلم بھی ہوسکتے)۔

[illegible] خلیفہ قادیان کو [illegible] اعلان کرتے [illegible] ذکر کرنے کے بعد ہم اصل تحریر کی نقل شائع کرتے [illegible] خلیفہ قادیان [illegible] کا نام معلوم کرنے [illegible] کسی قسم کی زیادتی نہیں [illegible] قادیانی خاتون کے بیان [illegible] طرف سے کرائی گئی ہے۔

(ایڈیٹر)

خلیفہ قادیان کا کچا چٹھا

حیا سوز افعال کا ارتکاب

ایک قادیانی خاتون کا سنسنی خیز بیان

(نقل مطابق اصل)

میں میاں محمود (موسیو بشیر خلیفہ قادیان) کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتی ہوں [illegible] ظاہر کر دینا [illegible] وہ کس قدر [illegible] رکھتے ہیں۔ میں اکثر اپنی سہیلیوں سے سنا کرتی تھی کہ وہ (موسیو بشیر) بہت نالائق شخص ہیں مگر مجھے اعتبار نہیں آتا تھا کیونکہ ان کی [illegible] صورت اور نیکی شکل [illegible] (کہ ان پر ایسا الزام لگایا جاتا ہے) ایک دن کا واقعہ ہے کہ میرے والد صاحب نے جو ہر کام کے لئے حضرت سے اجازت حاصل کیا کرتے ہیں اور نہایت مخلص احمدی ہیں ایک [illegible] حضرت صاحب کو پہنچانے کے لئے [illegible] ایک کام کے لئے [illegible] رقعہ دیکر بھیجا اس وقت میاں صاحب نئے مکان (قصر خلافت) میں [illegible] مجھے [illegible] ہمراہ ایک لڑکی لی وہ وہاں تک میرے ساتھ گئی اور ساتھ ہی واپس آگئی چند دن بعد مجھے پھر ایک رقعہ دیکر بھیجا گیا اس وقت بھی وہی لڑکی میرے ہمراہ تھی [illegible] جب ہم دونوں میاں صاحب کی نشست گاہ میں پہنچے تو اس لڑکی کو کسی نے پیچھے سے [illegible] میں نے رقعہ پیش کیا اور جواب کے لئے عرض کیا مگر انہوں نے فرمایا کہ ابھی [illegible] گھبرا [illegible] وہ آدمی میرا [illegible] مجھے یہ کہہ کر [illegible] کرسی سے اٹھ کر باہر کی طرف ہو گئے [illegible] میاں صاحب [illegible] پیچھے [illegible] تمام کمروں کو قفل لگا کر [illegible] اندر کا بھی باہر کا دروازہ بند کر دیا [illegible] نکلیں [illegible] یہ حالت دیکھ کر سخت گھبرائی اور طرح طرح کے خیال دل میں آئے تھے۔ آخر میاں صاحب نے مجھ سے چھیڑ چھاڑ شروع کی اور مجھے بد فعلی (فعل) کرانے کو کہا۔ میں نے انکار کیا آخر انہوں نے زبردستی مجھے پکڑ [illegible] کر میری عزت برباد کر دی اور ان کے منہ سے اس قدر بو آرہی تھی کہ مجھ کو چکر آگیا اور وہ گفتگو بھی ایسی کرتے تھے کہ بازاری آدمی بھی ایسی نہیں کرتے [illegible] انہوں نے [illegible] ہوش [illegible] حواس [illegible] درست نہیں تھے [illegible] تمہاری بدنامی ہوگی مجھ پر کوئی بھی شک نہیں کریگا۔ یہ ہے خلیفہ قادیان کا چال چلن۔ ایسے شخص میں روحانیت کیسے ہو سکتی ہے [illegible] خلیفہ لکھا ہے مگر [illegible] اگر میاں صاحب مباہلہ کرنا چاہیں تو [illegible] اس کام کیلئے میں تیار ہوں۔ بعد [illegible] کہ اللہ تعالیٰ مریدوں کو ہدایت دے اور (مسلمانوں کو) ایسے پیر کی بیعت [illegible] خدا [illegible] گندگی اور خلافت کے گڑھے میں گرا ہوا ہے

باب 6

مرزا بشیر احمد ابن مرزا غلام احمد صاحب کے کردار کی ایک جھلک

فصیح الدین کا بیان منجھلے میاں بشیر احمد صاحب کے متعلق

فصیح الدین مدرسہ احمدیہ کا ایک حسین لڑکا تھا۔ درمیانہ قد گندمی رنگ نقش تیکھے۔ ابھرے ہوئے پٹس اور اعلیٰ گلوکار تھا۔ جب قادیان میں آل انڈیا کبڈی ٹورنامنٹ ہوا تھا۔ تو اس لڑکے نے نظم ''قادیان'' پڑھی۔ تو اپنی خوش الحانی کی وجہ سے بہت مشہور ہوا۔ ویسے تو اپنے حسن اور ابھرے ہوئے پٹس کی وجہ سے تو پہلے ہی کافی جانا پہچانا تھا۔ تو اس کی شہرت مرزا بشیر احمد کے پاس بھی پہنچی۔ تو اس کو اپنی خلوت گاہ میں بلایا۔ ابھرے ہوئے پٹس اور موٹے ران دیکھ کر دیوانہ ہوگیا۔ اور اپنی لذت شہوت کے لیے پسند کرلیا۔ بقول فصیح الدین پھر ا ''حوض'' کردی۔ (فصیح الدین بہت منہ پھٹ تھا)

فصیح الدین نے کہا ایک دن مرزا بشیر احمد نے کہا اور بھی آپ کی طرح کا کوئی لڑکا ہے میں نے جواب دیا بالکل مجھ سے بھی زیادہ خوبصورت اور موٹی رانوں والا ہے۔ مرزا بشیر احمد نے کہا تو اس کو آج میرے پاس فلاں دروازے سے بھیجو۔ فصیح کہتا ہے میں بورڈنگ میں آیا۔ مشتاق احمد شیخوپوری سے کہا۔ ''حضرت میاں بشیر احمد صاحب آپ کو یاد کررہے ہیں'' مشتاق تو پھولے نہ سمایا۔ زہے قسمت حضرت مرزا بشیر احمد صاحب اور میں۔ الغرض مشتاق بتائے ہوئے دروازے سے مرزا بشیر احمد صاحب کے خلوت خانہ میں داخل ہوا تو ساتھ ہی اس کی عقیدت کا شیشہ چکنا چور ہوگیا۔ اس کے ساتھ جو بیتی وہ مشتاق ہی جانتا ہے۔

فصیح کہتا ہے میں اب مشتاق کا انتظار کرنے لگا۔ وہ آئے تو اس کا حال پوچھوں۔ چنانچہ کچھ عرصہ بعد منہ لٹکائے پریشانی کے عالم میں بورڈنگ میں آگیا میں نے دیکھتے ہی پوچھا سناؤ مشتاق ''حضرت میاں بشیر احمد صاحب'' نے کس غرض اور مقصد کے لیے بلایا تھا، مشتاق نے جواب دیا ''بکواس مت کرو'' میں نے گالی دے کر کہا مرزا بشیر احمد نے تو میری ''حوض'' کردی ہوئی ہے تم

صرف ایک بار تنگ پڑ گیے ہو۔

فصیح الدین نے اس واقعے کے بیان کرنے کے دوران کہا: مرزا بشیر احمد کا حسین بیٹا مرزا حمید احمد صاحب بھی مجھ سے لوطی ذوق کی تسکین کیا کرتا تھا۔ ایک دن جب اپنا ذوق شہوت پورا کر چکا تو میں نے کہا آپ کے والد مرزا بشیر احمد بھی مجھے اسی ذوق کی تسکین کے لیے بلایا کرتے ہیں۔ حمید نے کہا میرا نام تو نہیں بتایا۔ فصیح کہنے لگا میں نے سرسری طور پر آپ کو بتایا ہے آپ کے نام کا بھی ذکر نہیں کیا۔

یہ واقعہ فصیح الدین نے مجھ سے خود بیان کیا۔ اور یہ بھی بیان کیا تشکیل پاکستان کے بعد جب کہ میری عمر تباہ اور مستقبل تاریک ہو چکا تھا۔ شکایت کے طور پر میں نے مرزا محمود احمد صاحب کو اپنے دکھ کی کہانی لکھی۔ اور ساتھ یہ بھی لکھا میں اب دیکھتا ہوں کہ آپ کیا انصاف کرتے ہیں اس شکایت میں عبدالسلام اختر ایم اے کا بھی ذکر کیا تھا۔ انصاف کیا دینا تھا جب ۱۹۵۶ء میں حقیقت پسند پارٹی والوں نے اخبارات میں مرزا محمود احمد صاحب پر الزامات کی بھرمار کر دی تو امور عامہ کا ایک کارکن میرے پاس آیا اور کہا۔ مجھے مرزا بشیر احمد صاحب کے اعلیٰ کردار کا مالک ہونے کے بارے میں چند سطور لکھ دو۔ میں نے کہا بھئی میری چند سطور لکھنے سے بھلا مرزا بشیر احمد صاحب کا اخلاقی رتبہ کیا بڑھے گا۔ میں تو ایک چھوٹا سا آدمی ہوں۔ کسی عالم فاضل واقف کار سے لکھوایئے کہنے لگا نہیں آپ ہی لکھ کر دیں۔

فصیح الدین کہنے لگا۔ بھلا ان کارکنوں اور بھیجنے والوں سے کوئی یہ پوچھے کہ جو مجھ سے لکھوا رہے ہو یہ بات خود مرزا بشیر احمد کے حقیقی روپ کو ظاہر کر رہی ہے۔

لگتے ہاتھ مغل شہزادہ حمید احمد کا ایک مزید واقعہ سن لیجیے۔ وہ لوطی فعل کے لحاظ سے قادیان میں مشہور تھا۔ اور سکول کالج اور ہوسٹل کے اردگرد منڈلاتا رہتا تھا۔ منظور احمد میاں چنوں کا ایک حسین لڑکا تھا۔ قادیان میں پڑھتا تھا جو بلیک بیوٹی کے نام سے مشہور تھا۔ گو رنگ ذرا سنولا تھا لیکن نقش تیکھے آنکھیں موٹی ران ابھرے ہوئے تھے لوطی ذوق والے شخص کو اپنی زلف محبت کا اسیر بنا لیتا تھا۔ مرزا حمید احمد کی بھی اس پر نظر پڑی۔ تو فریفتہ ہو گیا۔ منظور احمد صاحب نے ایک دوست سے بیان کیا کہ میرے پیچھے گرمیوں کی رخصتوں میں میاں چنوں تک آیا۔

ضمنی طور پر مرزا حمید احمد کا ذکر صرف اس وجہ سے کیا ہے تا کہ ایک قاری قادیان کی فضا سے واقف ہو سکے اور احمدی حقیقت حال سے واقف ہو سکیں اور ان کی آنکھوں سے اندھی عقیدت کی پٹی اتر جائے۔ کسی کی بدنامی مقصود نہیں صرف مقصد اظہار حقیقت ہے۔

اہلیہ صاحبہ جناب عبدالرب خاں اور مرزا بشیر احمد

عبدالرب خاں[1] صاحب حال فیصل آباد، بیان کرتے ہیں کہ "ہم مرزا بشیر احمد المعروف "قمر الانبیاء" کے گھر میں رہ رہے تھے کہ ایک رات کو آندھی سی آ گئی۔ سب افراد خانہ کمروں میں جانے لگے۔ میری اہلیہ مرحومہ برآمدے سے گزر رہی تھیں کہ میاں بشیر سامنے سے آ گئے اور انہوں نے میری اہلیہ کو چھاتیوں سے پکڑنا چاہا۔ وہ بڑی غیرت مند خاتون تھیں، انہوں نے ایک زنانے وار تھپڑ میاں بشیر کے چہرے پر رسید کیا، جس سے وہ دہرے ہو گئے۔ صبح کے وقت انہوں نے مجھے ناشتے پر بلایا۔ میں نے انہیں اس بدمعاشی پر ڈانٹا تو وہ کہنے لگے، رات آندھی تھی، کچھ مجھے نزلہ کی شکایت بھی تھی، اس لیے میں نے سمجھا کہ شاید میری بیوی ہیں۔ ابھی انہوں نے اتنا ہی کہا تھا کہ میری اہلیہ اوپر سے آ گئیں اور انہوں نے ایک دوہتڑ میری پشت پر رسید کیا اور کہا: چلو اٹھو، تم اس بدمعاش کے پاس بیٹھے ہوئے ہو۔"

مرزا بشیر احمد کا خوبرو غیور سے معاشقہ

حکیم عبدالوہاب عمر صاحب کا بیان ہے کہ مرزا بشیر احمد المعروف "قمر الانبیاء" ایک پٹھان لڑکے غیور میں بڑی دلچسپی لیا کرتے تھے اور ٹی آئی ہائی سکول قادیان میں انہوں نے پارٹیشن کروا کے غیور کے لیے ایک علیحدہ کمرے کا اہتمام بھی کر دیا تھا۔ غیور، پیازی رنگ کا بہت ہی حسین و جمیل لڑکا تھا۔ میاں صاحب کو اسے دیکھے بغیر چین نہ آتا تھا۔ ایک دفعہ وہ میٹرک کا امتحان دینے کے لیے بٹالہ گیا اور پھر امتحان ختم ہونے کے بعد قادیان واپس پہنچا۔ آدھی رات کا عمل تھا اور بارش ہو رہی تھی۔ میاں صاحب کو پتہ لگا تو انہیں آتش شوق نے بے قرار کر دیا اور وہ بارش میں بھیگتے ہوئے غیور کے کمرے کی کھڑکی کے سامنے جا کھڑے ہوئے اور کافی دیر اس سے گفتگو کرتے رہے۔ میاں صاحب کا ارادہ تھا کہ غیور کی شادی، صاحبزادی ناصرہ بیگم سے کروا دیں، مگر خلیفہ جی راضی نہ ہوئے۔ اس پر میاں بشیر احمد نے خان بہادر دلاور خاں سے غیور کے لیے سلسلہ جنبانی کی۔ خان صاحب مذکور نے اپنی سوانح میں لکھا ہے کہ میں نے اس لڑکے کے بارہ میں تحقیقات کی تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ منشیات کا عادی ہے۔ اس پر میں حیران ہوا کہ میاں صاحب نے ایسے لڑکے کے بارہ میں سفارش کیوں کی۔ غیور معروف و مجہول ہر رنگ میں طبع آزما رہا، منشیات کا عادی ہو گیا اور پھر انہی وجوہ کی بنا پر راہی ملک عدم ہوا۔

---

[1] فوت ہو چکے ہیں۔

باب 7

مرزا شریف احمد ابن مرزا غلام احمد کے کردار کی ایک جھلک

عبدالکریم کی شہادت

۱۔ عبدالکریم ٹمپل روڈ لاہور کے والد محترم مرزا شریف احمد کے گھر میں خانساماں کے طور پر کام کرتے تھے۔ اس وجہ سے ان کا بچپن مرزا شریف احمد کے گھر میں گزرا۔ انہوں نے متعدد افراد کے سامنے اور خود مؤلف کے سامنے متعدد مرتبہ بیان کیا کہ ایک مرتبہ وہ شام کے دھندلکے میں مختلف کمروں میں شمعیں روشن کر رہے تھے کہ انہیں ایک کمرے سے کچھ آوازیں سنائی دیں۔ کمرے کے اندر گئے تو وہاں مرزا شریف احمد استانی میمونہ کی صاجبزادی صادقہ کے ساتھ مصروف پیکار تھا۔ دروازہ کھلا تو صادقہ کی جان میں جان آئی اور میاں شریف بھی آہستہ سے کھسک گیا اور صادقہ نے ان کا شکریہ ادا کیا۔

۲۔ یہی صاحب بیان کرتے ہیں کہ فوج سے یک گونہ تعلق رکھنے کی وجہ سے میاں شریف کو گاہے ماہے انبالے جانے کا موقع ملتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ ایک خوبصورت بے ریش، امرد ہندو لڑکے جگدیش کو بہلا پھسلا کر اپنے ساتھ لے آئے اور پھر ایک عرصہ تک اس کے ساتھ سدومیت کے واقعات لوگوں کی زبان پر آتے رہے۔

۳۔ ایک دفعہ موصوف نے بیان کیا کہ ایک دن مرزا شریف احمد صاحب کی بیٹی امتہ الودود سے اس کی سہیلی صادقہ ملنے آ گئی۔ مرزا شریف احمد صاحب اس لڑکی کو دیکھ کر ایک قدآور شیشہ کے سامنے بالکل عریاں کھڑے ہو گئے اور ناشائستہ حرکتیں شروع کر دیں جب امتہ الودود نے اس نازیبا حرکت کو دیکھا تو مارے صدمہ اس کے دماغ کی رگ

پھٹ گئی۔[1] کوئی قاری اس پر کئی سوال اٹھا سکتا ہے کیا عبدالکریم نے خود مرزا شریف احمد صاحب کو عریاں کھڑے دیکھا تھا۔ یا عبدالکریم صاحب کے خاندان کے کسی فرد نے یہ حرکت دیکھی۔ جب عبدالکریم نے مجھ سے یہ بات بیان کی تو میں نے اس سے مزید سوالات نہیں کیے تھے اس کو یہ خبر کیسے اور کہاں سے ملی۔ جو لوگ مرزا شریف احمد صاحب کے کردار کو جانتے ہیں ان سے اس قسم کی حرکت بعید نہیں۔ نشہ کرتے تھے نشہ کا ٹیکا لگواتے تھے۔ حقیقت میں مرزا شریف احمد صاحب کا کردار اپنے بھائی مرزا محمود احمد صاحب سے بھی زیادہ غلیظ ناپاک اور ناقابل یقین تھا۔ اکثر قادیان میں یہ ہوا ہے کہ کوئی لڑکی مرزا شریف احمد صاحب کو دیکھ کر پردہ کر لیتی۔ تو جب پاس سے گزرتی تو اس کو پکڑ کر منہ سے پردہ الگ کر دیتے اور کہتے مجھ سے کیا شرم محسوس کرتی ہو۔ اگر پسند آجاتی تو اپنے گھر لے جاتے۔

میں نے ریکارڈ کے طور پر اس بیان کو لکھ دیا ہے ممکن ہے اس کی تصحیح کسی دوسرے ذریعہ سے بھی ہو جائے۔

عبدالکریم جماعت احمدیہ ربوہ سے الگ ہو گئے تھے۔ الگ ہونے کی وجہ حلفاً یہ بیان کی کہ ایک دفعہ موصوف نے رویاء میں مرزا محمود احمد صاحب کو ایک گندی نالی سے کتے کی طرح چپ چپ کرتے پانی پیتے دیکھا ہے۔

موصوف نے بیان کیا کہ وہ مرزا محمود احمد اور دیگر افراد خاندان کی بدکرداری سے قادیان سے واقف تھا۔

---

[1] قادیان میں یہی مشہور تھا کہ امتہ الودود کے دماغ کی رگ کسی صدمہ سے پھٹی ہے۔ اس عقدہ کو عبدالکریم صاحب نے پاکستان میں آکر کھولا۔ حامی صاحب نے امتہ الودود کی موت کو کالج کے تالاب میں ڈوبنے سے تعبیر کیا ہے۔ میں نے وہاں بھی شک کا اظہار کیا تھا۔ میرا خیال ہے کہ حامی صاحب کو غلط فہمی ہوئی ہے تالاب میں غلام رسول پٹھان کی بیٹی ہی ڈوبی گئی تھی۔

باب 8

مرزا ناصر احمد ابن مرزا محمود احمد

سربراہ ثالث جماعت احمدیہ ربوہ

مرزا ناصر احمد صاحب "خلیفہ الثالث" کے متعلق چند حقائق

چودھری عبدالحمید صاحب عیتو والی ضلع نارووال اور متعلم چودھری محمد اشرف متعلم ٹی۔آئی کالج کے بیانات:

چودھری عبدالحمید صاحب عیتو والی ضلع نارووال ٹی آئی کالج قادیان کے متعلم تھے تقسیم ہند کے بعد ایک دفعہ میری ان سے اتفاقاً لاہور میں ملاقات ہوگئی۔ میں نے ان سے مرزا ناصر احمد صاحب کے کردار سے متعلق پوچھا (اس وقت مجھے مرزا محمود احمد کی بدچلنیوں کا علم ہو چکا تھا) موصوف نے کہا۔ بلیک بیوٹی کو جانتے ہو میں نے کہا بخوبی تعلیم الاسلام کالج میں پڑھتا تھا۔ عبدالحمید صاحب نے کہا مرزا ناصر احمد صاحب اس میں بڑی دلچسپی لیتے تھے۔ اپنے دفتر میں بھی بلالیا کرتے تھے جب کہ ان کے دفتر میں کسی پروفیسر کو بھی جانے کی اجازت نہ ہوتی تھی۔ ایک دن چند لڑکوں نے بلیک بیوٹی سے پوچھا۔ یار! میاں صاحب آپ کے ساتھ بڑا پیار کرتے ہیں دفتر میں بھی بلا لیتے ہیں آپ کو بہت لفٹ دیتے ہیں خیر ہے بلیک بیوٹی بڑی سادگی سے کہنے لگا۔ یار کچھ بھی نہیں۔ صرف بوس و کنار کر لیتے ہیں کبھی کبھی آغوش میں بٹھا کر پیار کر لیتے ہیں۔

قارئین کی دلچسپی کے لیے بلیک بیوٹی سے متعلق مزید چند سطور لکھتا ہوں۔ بلیک بیوٹی اپنے حسن و زیبائش میں قادیان کی ایک جانی پہچانی شخصیت تھی۔ اور اسی نام سے مشہور تھا۔ قادیان میں بعض شخصیات اپنے وضعی ناموں سے مشہور تھیں۔ کئی لوگ ان کے ذاتی ناموں سے بھی ناواقف ہوتے تھے۔ مثلاً مولوی جٹ (مولوی عبدالرحمٰن ہیڈ ماسٹر مدرسہ احمدیہ) مولوی خشکی (مولوی ظہور الحسن) ذوالفقار علی بھٹو کے دور حکومت میں سینٹر بھی رہا تھا) ڈاہڈا (عبدالحمید) سید صاحب (محافظ

مرزا محمود احمد صاحب) لاہوری (رفیق احمد) وغیرہ۔

حقیقت یہ ہے میں اس متعلم کے نام سے ناواقف ہوں۔ اس لڑکے کو اللہ تعالیٰ نے حسن کی نعمت سے نوازا تھا۔ گورا رنگ ذرا گندمی تھا۔ کسی حد تک سیاہی مائل تھا۔ لیکن اعضاء کی موزونیت اور اعتدال کی وجہ سے حسن کا ایک شاہزادہ تھا۔ انگ انگ سے رعنائی چھلکتی تھی، عجیب موٹی نیم وا آنکھیں تھیں (جن میں مستی چھائی رہتی تھی) خوبصورت کپڑے زیب تن کرتا تھا بلا کا نخرہ تھا معلوم ہوتا تھا کہ اپنے حسن پر نازاں ہے۔ جب ہاسٹل (واقعہ محلہ دارالعلوم) سے نماز جمعہ پڑھنے کے لیے مسجد اقصیٰ آتا۔ تو اس کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے لڑکیاں اپنے گھر کے دروازے کی اوٹ میں کھڑی رہتی تھیں گویا وہ جیتا جاگتا قادیان میں ایک فتنہ حسن تھا۔ جس طرح حضرت عمر کے دور میں مدینہ میں ایک خوبصورت نوجوان تھا۔ وہ بھی مدینہ میں عورتوں کے لیے فتنے کا سبب تھا۔ حضرت عمر نے پہلے تو اس کا سر مونڈا دیا تاکہ بدصورت معلوم ہو لیکن سر کے مونڈانے سے اس کا حسن اور ہی نکھر گیا پھر اس کو شہر بدر کر دیا گیا۔ بلیک بیوٹی کا بھی قادیان میں یہی حال تھا۔

محمد اشرف صاجب کا اپنے قلبی دکھ کا اظہار

محمد اشرف گورداسپور کے کسی گاؤں کا رہنے والا تھا۔ ٹی۔ آئی کالج کا طالب علم تھا۔ جسیم اور خوبصورت تھا۔ کبڈی کا کھلاڑی بھی تھا۔ مرزا ناصر احمد صاحب کا بہت ہی چہیتا تھا اس کو بھی ایک لڑکے مجید سے پیار ہوگیا۔ مدتوں ہاسٹل میں اکٹھے ہی سوئے رہتے تھے۔ ہاسٹل سپرنٹنڈنٹ اس وجہ سے نالاں تھا اس بناء پر سپرنٹنڈنٹ سے اکثر جھگڑا رہتا تھا۔ اشرف تھا میاں صاحب کا چہیتا۔ جب بات انتظامی لحاظ سے سنگین ہوئی تو مرزا ناصر احمد اشرف کو اپنے گھر میں لے گیا۔ کوٹھی کا ایک کمرہ سجا کر دے دیا۔ ساتھ ہی اچھے دستر خوان کا بندوبست ہوگیا۔ دراصل گھر میں لے جانے کی وجہ اپنی بیوی کی ''خدمت'' کروانا تھی۔ مرزا ناصر احمد کی بیوی نواب مبارکہ کی بیٹی تھی۔ ماں کی طرح وہ اس شہوت کا جوالہ تھی۔ اس کی آتش شہوت کو بجھانا مرزا ناصر احمد کے بس کا روگ نہیں تھا۔ مرزا ناصر موٹے جسم بدھے اعضاء کا مالک تھا۔ بقول مولوی حکیم عبدالوہاب قوت رجولیت کے لحاظ سے کمزور تھا۔ اشرف چند ہی مہینوں میں چوسا ہوا آم ہوگیا۔ تمام موصوف کو جاننے والے حیران ہوگئے۔ کہ اس جسیم نوجوان کو کیا ہوگیا ہے۔ ممکن ہے راز داں جانتے ہوں بہرحال مجھے قادیان میں اس کی گرتی ہوئی صحت کا راز معلوم نہیں تھا جب تقسیم ہند کے بعد مرزا محمود احمد کی بدچلنیوں کا علم ہوا تو اس وقت اس کے خاندان کے افراد کی بھی بدکاریوں کی کہانیاں سنیں تو پھر اشرف کی صحت کے گرنے کا

راز معلوم ہوا۔

دوم اشرف کی زبانی بھی یہ الفاظ سنے "بڑے مرزا صاحب کی عزت کی وجہ سے تو میری زبان گنگ ہے۔" یہ دکھیا کلمہ سن کر تفصیل تو نہ پوچھی کہ وہ کون سے حقائق ہیں جو بڑے مرزا صاحب کی عزت کی خاطر اپنی زبان پر نہیں لاتے۔ بہر حال اشرف کا ماضی میری آنکھوں کے سامنے آ گیا۔ کہ وہ یہ کلمہ کہہ کر کیا بیان کر رہا ہے محمد اشرف صاحب ایئر فورس میں کسی اچھے عہدے پر فائز ہو گئے تھے۔ اب معلوم نہیں وہ کہاں ہیں۔ غالباً احمدیت سے تائب ہو چکے ہیں اس کا ربوہ میں آنا جانا کبھی نہیں دیکھا۔ اگر کسی کو اس کا علم ہو تو وہ مجھے علم و عرفان اردو بازار لاہور کے پتہ پر مطلع کرے۔

باب 9

مرزا محمود کے قتل

امتہ الحی کی وفات کا قصہ

امتہ الحی صاحبہ کا پہلے ذکر آ چکا ہے، تو کر ہا خلیفہ صاحب کی بدکاریوں کو اجاگر کرنے کے لیے دیوان سنگھ مفتون کو ایک خط لکھا۔ اس خط کا ذکر قادیان میں بھی سننے میں آیا تھا۔ تقسیم ہند کے بعد میں نے محمد شفیع صاحب ایک احراری سے بھی سنا تھا۔ محمد شفیع صاحب نے بیان کیا کہ ایک دفعہ امرتسر میں دیوان سنگھ مفتون کے گرفتاری کے وارنٹ نکلے تو میرے گھر آئے تو کچھ قیمتی کاغذات دیئے۔ ایک ڈبیہ بھی تھی۔ مفتون صاحب نے کہا شفیع! اس ڈبیہ کا خاص خیال رکھنا اس میں مرزا محمود احمد خلیفہ قادیان کی بیوی امتہ الحی کا ایک خط ہے۔ شفیع صاحب کہنے لگے۔ مفتون صاحب اپنی رہائی کے بعد اپنی امانت لے گئے۔ شفیع صاحب نے مفتون صاحب سے پوچھا اس خط کا متن کیا ہے کہا مرزا محمود کی بدکاریاں۔

غرض مرزا محمود احمد صاحب کو اس خط کا علم ہو گیا تو امتہ الحی صاحبہ کو زہر دے کر مروا دیا گیا۔ امتہ الحی کی والدہ اور اس کے بھائی مولوی حکیم عبدالوہاب صاحب، مولوی عبدالاسلام صاحب مولوی عبدالمنان صاحب اور دیگر افراد خانہ یہی کہتے ہیں کہ مرزا محمود احمد صاحب نے امتہ الحی کو زہر دے کر مروایا تھا۔

میر محمد اسحٰق کی وفات کا قصہ

میر محمد اسحاق صاحب میر ناصر[1] کے لڑکے تھے اور مرزا محمود احمد کے ماموں، میر صاحب

---

[1] میر ناصر نواب دہلی کے رہنے والے تھے ملازمت کے سلسلہ میں قادیان کے قریب ایک نہر پر کام کرنے والے مزدوروں پر ہیڈ سپروائزر تھے۔ ملازمت سے سبکدوشی کے بعد قادیان میں سبزی کی دکان کھول لی تھی۔ جب مرزا غلام احمد صاحب کی پہلی بیوی سے جدائی ہو گئی خاندان میں سے کوئی شخص بھی مرزا صاحب کی بیکاری کی وجہ سے لڑکی دینے پر رضامند نہ ہوا۔ تو کسی نے میر ناصر نواب کی لڑکی سے مرزا صاحب کی شادی کروا دی۔ اس کے دو بیٹے تھے میر محمد اسحاق اور میر محمد اسماعیل صاحب

ایک اعلیٰ درجے کا مقرر اور مناظر تھے۔ حدیث کا درس مسجد اقصیٰ میں دیا کرتے تھے۔ مدرسہ احمدیہ کے ہیڈ ماسٹر تھے۔ اور مہمان خانے کے بھی انچارج تھے اعلیٰ مقرر ہونے کی وجہ سے مرزا محمود احمد صاحب موصوف کو تقریر کرنے کے لیے سٹیج پر نہیں آنے دیتے تھے۔ مہمان خانہ میں درس قرآن بھی دیا کرتے تھے۔ میر صاحب کی مقبولیت بڑھ جانے کی وجہ سے درس قرآن بھی بند کروا دیا۔

مرزا محمود احمد صاحب نے ایک جمعہ کے خطبہ میں مصلح موعود (خدا کا مامور ہونے کا دعویٰ ہے) ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ بقول مولوی عبدالمنان صاحب عمر چند مخصوص دوست میر محمد اسحاق کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو کہنے لگے۔ لو اب اس بدکار نے بھی مصلح موعود (مامور) ہونے کا دعویٰ کر دیا ہے نامعلوم یہ خبر مرزا محمود احمد صاحب تک کیسے پہنچ گئی۔ سازش سے شاہ ولی اللہ صاحب کی زیر صدارت کسی معاملہ پر مشورہ کرنے کے لیے ایک اجلاس بلایا۔ اجلاس کے اختتام پر حاضرین اجلاس کو چائے دی گئی۔ میر صاحب کی چائے میں سم قاتل ملا دیا گیا۔ دفتر سے نکل کر چوک میں آئے ہی تھے گر کر جان دے دی۔ منہ سے خون جاری تھا۔ ان کے بھائی میر ڈاکٹر محمد اسماعیل صاحب کو وفات کا علم ہوا تو موقع پر آئے تو ان کی زبان سے بے ساختہ نکل گیا کہ ''میرے بھائی کو زہر دیا گیا ہے۔''

سارہ اور ام وسیم پاگل ہوگئیں

کون سی عورت ہے جو یہ پسند کرے کہ اس کا خاوند دوسری عورتوں کے پاس جائے اس سے بڑھ کر اس کا خاوند دوسروں سے ہم بستری پر بھی مجبور کرے سارہ اور ام وسیم بھی ان بدنصیب عورتوں میں سے تھیں۔ جو مرزا محمود احمد کے عقد نکاح میں آئیں۔ پھر ان کی دوسروں کے ہاتھوں عصمت تار تار ہوئی۔ کرہاً مسلسل گناہ کی زندگی گزارنے کی وجہ سے بقول ڈاکٹر محمد احمد صاحب حامی پاگل ہوگئی تھیں۔

ڈاکٹر محمد احمد حامی کا بیان (روزی کا قتل)

ابوالہاشم کی لڑکی محمد یوسف بریلوی ٹھیکدار کے نکاح میں تھی۔ جب ان کی دو بہنوں روزی اور ڈیزی پر مرزا محمود احمد صاحب نے مجرمانہ حملہ کیا تو محمد یوسف کی بیوی روزی اور ڈیزی[1] نے سخت احتجاج کیا۔ بعض مواقع پر برملا اس کا اظہار کیا تو مرزا محمود احمد صاحب نے محمد یوسف

[1] روزی کی بہن۔

ٹھیکیدار کو بلایا اور کہا۔ اپنی بیوی کو آج ہی ختم کردو میں تمہاری ایک حسین وجمیل لڑکی کے ساتھ شادی کروادوں گا۔ چنانچہ ٹھیکیدار صاحب نے اپنی بیوی کو گولی کا نشانہ بنا کر قتل کردیا۔ مقدمہ یہ بنایا کہ میرے بیٹے ظفر (حال امریکہ) سے گولی چل گئی ہے۔ لہٰذا مقدمہ رفع دفع ہوگیا۔ ایک ہفتہ کے بعد خان فرزند علی کی لڑکی سے اس کی شادی کردی گئی۔

ظفر آج کل امریکہ میں کسی جگہ مقیم ہے احمدی اس سے تصدیق کرواسکتے ہیں۔ یا ظفر اس کی خود شہادت کی تصدیق یا تکذیب کرسکتا ہے۔

حضرت مولانا فخر الدین صاحب ملتانی کی شہادت

جناب عبدالرحمان مصری کے ساتھ مولانا فخر الدین ملتانی نے بھی جماعت سے خروج کیا۔ بدکرداری کے الزامات لگائے۔ فخر الدین ملتانی کے گھر ہی مرزا محمود احمد کے خلاف پمفلٹ اور لٹریچر شائع ہوتا تھا۔ مرزا محمود احمد کو اطلاع ملی۔ کہ "فحش مرکز" کے نام کا ایک اشتہار شائع ہو رہا ہے تو اپنے خطبہ میں جماعت کو اشتعال دلایا چنانچہ ایک عزیز احمد نامی شخص نے جوش میں آکر فخر الدین ملتانی پر قاتلانہ حملہ کیا۔ 13 اگست 1937ء کو اس دنیا سے کوچ کر گئے۔ جس کا اقرار جج صاحب نے بھی کیا کہ فخر الدین ملتانی کی موت اشتعال انگیز خطبہ کی وجہ سے ہوئی ہے۔

باب 10

مرزا محمود کا عبرتناک انجام

مرزا محمود احمد صاحب کی بیماری کے آخری دس سالوں کی کہانی بزبان سید شہود احمد صاحب

سید شہود احمد (شودی) سید خاندان کا چشم و چراغ ہے۔ یہ خاندان رشتے داریوں کی وجہ سے مرزا محمود احمد صاحب کے خاندان کا حصہ ہی سمجھا جاتا ہے۔

ام طاہر اسی خاندان کی مظلوم عورت تھی۔ جس کا بیٹا طاہر احمد جماعت احمدیہ ربوہ کے چوتھا سربراہ بنا۔ ضمنی طور پر یہ بیان کرتا چلوں۔ سید خاندان کے اکثر افراد مرزا محمود احمد صاحب کی بدکاریوں کی وجہ سے پاکستان سے باہر جا کر جماعت سے الگ ہو چکے ہیں۔ بلکہ وہ مرزا محمود احمد صاحب کی بدکاری کی اشاعت کے مبلغ ہیں۔ گو رشتے کی وجہ سے لکھنے سے ہچکچاہٹ محسوس کرتے ہیں ایک وقت آئے گا انہی کی قلموں سے اس قسم کی کتابیں منصۂ شہود پر آئیں گی۔

سید شہود احمد صاحب مرزا محمود احمد صاحب کی بیماری کے آخری دس سالوں کا نقشہ کھینچتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ کا عذاب تو میں نے مرزا محمود احمد کی زندگی کے آخری سالوں میں دیکھ لیا تھا۔ مرزا محمود ذہنی طور پر بالکل ماؤف ہو چکا تھا۔ جسم سکڑ گیا تھا، زبان گنگ تھی، جسم زخموں سے بھرا ہوا تھا۔ زخموں سے بدبو آتی تھی کوئی آدمی پاس کھڑا نہ ہو سکتا تھا۔ کبھی کبھی اپنا گند منہ پر بھی مل لیتا تھا۔ اس وجہ سے اس کے ہاتھ باندھ دیئے جاتے ہر وقت سر دائیں بائیں ہلاتا رہتا۔ خاندان کے تمام افراد کو اتنی نفرت تھی اس کے کمرہ میں جانا پسند نہیں کرتے تھے۔ بیویاں تو بالکل ہی چھوڑ چکی تھیں جو ملازم خدمت کے لیے رکھا تھا وہ بھی بدبو کی وجہ سے ناک پر کپڑا رکھ لیتا۔ مشکل سے خوراک کھلاتا۔ کمرے اور بستر ے کی صفائی کرتا۔ ڈوئی پر کیا عذاب تھا وہ بیچارا سہاروں سے چل پھر تو سکتا تھا۔ یہ کم بخت تو اپنے پاؤں زمین پر بھی نہیں رکھ سکتا تھا۔ جب لوگوں کو ملاقات

کروانی ہوتی تا کہ ان کی جیبوں پر ڈاکہ ڈالا جا سکے مرزا محمود کو بے ہوشی کا ٹیکا لگا دیا جاتا۔ تمام جسم پر سفید چادر ڈال دی جاتی اور منہ پر میک اپ کر دیا جاتا خوشبو انڈیلی جاتی ہدایت ہوتی کے روپے پھینکتے جاؤ اور چارپائی کے پاس سے گزرتے جاؤ۔

ایک دفعہ چودھری محمد ظفر اللہ صاحب ملاقات کے لیے گئے۔ ملاقات کیا کرنی تھی صرف بیماری کی کیفیت معلوم کرنا تھی۔ ان کی ملاقات سے پہلے ٹیکہ لگا دیا گیا خوشبو لگائی گئی میک آپ کیا گیا۔ ملاقات کے بعد چودھری صاحب نے مسجد میں تقریر کی اور کہا میں نے حضور کی جو ناگفتہ بہ حالت دیکھی۔ میں اس کو بیان نہیں کر سکتا۔ یہ ہمارے بداعمالیوں کا نتیجہ ہے۔ (گویا مرزا محمود احمد ہمارے گناہوں کی سزا بھگت رہے ہیں یہ وہی عیسائیوں کا بدعقیدہ ہے۔ کہ یسوع مسیح ہمارے گناہوں کا بوجھ اٹھا کر صلیب پر چڑھ گئے)۔ یہ تقریر مرزا رفیع احمد کی زیر صدارت ہو رہی تھی۔ تقریر کے بعد صدارتی تقریر میں مرزا رفیع نے حاضرین کو متنبہ کیا کہ ''حضور'' کی بیماری کے متعلق چودھری صاحب تو تبصرہ کر سکتے لیکن کسی دوسرے کو اجازت نہیں دی جا سکتی۔

خلیفہ محمود خود اپنی بیماری سے متعلق لکھتا ہے:

''مجھ پر فالج کا حملہ ہوا اور اب میں پاخانہ پیشاب کے لیے بھی امداد کا محتاج ہوں دو قدم بھی چل نہیں سکتا۔'' (الفضل 12 اپریل 1955ء)

''26 فروری کو مغرب کے قریب مجھ پر بائیں طرف فالج کا حملہ ہوا اور تھوڑے وقت کے لیے میں ہاتھ پاؤں سے معذور ہو گیا...... دماغ کا عمل معطل ہو گیا اور دماغ نے کام کرنا چھوڑ دیا۔''

''میں اس وقت بالکل بیکار ہوں۔ اور ایک منٹ نہیں سوچ سکتا۔''

(الفضل 26 اپریل 1955ء)

ذرا مرزا محمود احمد کی بیماری کا جائزہ ڈاکٹر اسماعیل صاحب کے اس بیان کی روشنی میں لیجیے تو مرزا محمود احمد کی بدکاری کا الزام خود ثابت ہو جاتا ہے۔

ڈاکٹر موصوف لکھتے ہیں:

''...... بڑا الزام یہ لگایا جاتا ہے کہ خلیفہ عیاش ہے اس کے متعلق میں کہتا ہوں میں ڈاکٹر ہوں اور میں جانتا ہوں کہ وہ لوگ جو چند دن بھی عیاشی میں پڑ جائیں وہ وہ ہو جاتے ہیں جنہیں انگریزی میں (Wrech) کہتے ہیں۔ ایسے انسان کا دماغ کام کا رہتا ہے نہ عقل درست رہتی ہے نہ حرکات صحیح طور پر کرتا ہے۔ غرض سب قویٰ اس کے برباد ہو جاتے ہیں اور سر سے لے کر پیر تک

اس پر نظر ڈالنے سے فوراً معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ عیاشی میں پڑ کر اپنے آپ کو برباد کر چکا ہے اسی لیے کہتے ہیں ''الزنا یخرج البناء) کہ زنا انسان کو بنیاد سے نکال دیتا ہے۔

(الفضل 10 جولائی 1937ء)

بقول میاں عبدالمنان عمر جب خلیفہ صاحب کو مشہور ڈاکٹر جما کے پاس طبی معائنہ کے لیے لے جایا گیا تو کسی نے ڈاکٹر صاحب سے پوچھا کہ خلیفہ صاحب کو کیا بیماری ہے تو ڈاکٹر صاحب نے کہا ''یہ بیماری کسی شریف آدمی کو نہیں لگتی''

مرزا محمود جس کربناک موذی اور دکھ دینے والی بیماری میں مبتلا ہوا تھا وہ ان کی بدکاری اور سیہ کاری پر ایک واضح برہنہ اور قاطع دلیل ہے۔

باب 11

جماعت احمدیہ کا فکری انتشار اور مستقبل

جماعت احمدیہ کا فکری انتشار

جماعت احمدیہ شروع سے ہی فکری انتشار کی شکار ہے۔ بعض لوگ مرزا احمد صاحب کو نبی مانتے ہیں اور بعض مجدد اور مصلح۔ جب مولوی نورالدین صاحب مرزا صاحب کے حلقہ ارادت میں آئے تو ہزاروں لوگ مولوی صاحب کے علم اور عقیدت کی وجہ سے جماعت میں داخل ہو گئے۔ بعض وہ بھی لوگ تھے جو جماعت میں تو داخل نہ ہوئے لیکن جماعت کے ساتھ عقیدت ضرور رکھتے تھے یہ لوگ مولوی نورالدین صاحب کو مرزا غلام احمد صاحب پر فضیلت دیتے تھے جیسا کہ الہ بخش نے اپنی کتاب عسل مصفٰے میں مولوی نورالدین صاحب کے ذکر کے ضمن میں بیان کیا ہے۔ یہ کتاب مرزا صاحب کی زندگی میں ہی چھپ گئی تھی مرزا صاحب کے آخری سالوں میں یہ فکری انتشار مزید بڑھ گیا تھا۔ مرزا صاحب کی وفات کے بعد مولوی نورالدین صاحب پہلے سربراہ جماعت متفقہ طور پر منتخب ہو گئے۔ مولوی صاحب کے دورِ سربراہی میں ہی جماعت فکری لحاظ سے دو گروہوں میں بٹ گئی۔ ایک گروہ کا قائد مرزا محمود احمد اور دوسرے گروہ کے خواجہ کمال الدین صاحب تھے۔ مرزا محمود احمد کے رشتہ داروں (نواب محمد علی صاحب میر محمد اسحاق صاحب۔ میر ناصر نواب صاحب وغیرہ) نے مولوی نورالدین پر دباؤ ڈالا کہ اپنے بعد مرزا محمود احمد صاحب کو جماعت کا سربراہ نامزد کر دیں۔ مولوی صاحب مرزا محمود احمد صاحب کی سیاہ کاریوں سے واقف ہو چکے تھے۔ نامزد کرنے سے انکار کر دیا تو پھر مرزا محمود احمد صاحب اور ان کے رفقاء نے جماعت کی سربراہی کے حصول کے لیے ایک تنظیم قائم کر لی۔ جس کا نام انصار اللہ رکھا ایک اخبار ''الفضل'' جاری کیا۔ چندے لینا شروع کر دیے۔ ایک مضبوط تنظیم قائم کر لی۔ اس تنظیم میں زیادہ تر نوجوان تھے ان نوجوانوں کا قائد فتح محمد سیال تھا۔ میر ناصر نواب نے ہندوستان کی تمام جماعتوں میں جا کر اپنے نواسے محمود کی خلافت کا پراپیگنڈہ کیا۔ اس کے ساتھ مولوی نور الدین صاحب کے متعلق یہ

ریمارکس بھی دیئے کہ یہ تو بھیرہ کا نائی ہے۔ اور جماعت کے ٹکڑوں پر پل رہا ہے مرزا محمود کے سامنے اس کی علمی اور روحانی حیثیت ہی کیا ہے۔ جو لوگ مولوی نور الدین صاحب کے ساتھ عقیدت رکھتے تھے وہ بددل ہو گئے جب مولوی صاحب فوت ہوئے تو بقول میر محمد اسحاق صاحب ''نور دیئے'' جماعت سے الگ ہو گئے۔ میں ان خاندانوں کے ناموں کا ذکر نہیں کرتا۔ اب ان کا پاکستان کی سیاست اور ملازمتوں میں ایک نام ہے جماعت سے علیحدگی اس فکری انتشار کا نتیجہ تھی۔ اس کے علاوہ خلافت کا جھگڑا بھی فکری انتشار کی وجہ سے ہوا تھا۔ مولوی نورالدین صاحب کے شاگردوں (مولوی محمد علی صاحب، مولوی صدرالدین صاحب، خواجہ کمال الدین صاحب وغیرہ) نے مرزا محمود احمد صاحب کو بداعتقادی اور بدکاری کی وجہ سے سربراہ جماعت تسلیم کرنے سے انکار کر دیا آخر کار ان کو قادیان سے نکلنا پڑا یا ان کو زبردستی نکال دیا۔ وہ لاہور میں آ گئے ان کے سامنے دو راستے تھے یا اپنے اپنے روزگار تلاش کر کے اپنی زندگی گزاریں یا جماعت بندی کریں۔ ان نوجوانوں نے دوسرا راستہ ''جماعت بندی'' کا اختیار کیا اور اپنے ہم خیال اور ''نور دیئے'' اکٹھے کیے احمدیہ جماعت لاہور کی بنیاد رکھ کر کام کرنا شروع کر دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ مرزا محمود احمد صاحب کو علم ہی نہیں تھا کہ یہ نوجوان الگ جماعت بندی کر لیں گے۔ اگر ان کو علم ہوتا اس کے بالمقابل ایک جماعت قائم ہو جائے گی تو ان نوجوانوں کو اپنی بیعت میں نہ لیتے ہوئے بھی قادیان میں ہی جماعت کے ساتھ وابستہ رہنے کو ترجیح دیتا۔ اس طرح جماعت احمدیہ (قادیانیت) دو گروہوں قادیانی اور لاہوری میں بٹ گئی۔ یہ گروہ بندی بھی فکری انتشار کی وجہ سے ہوئی تھی۔

قادیانی گروہ میں کئی قسم کے لوگ ہیں بعض وہ لوگ تھے اور ہیں جو مرزا محمود احمد صاحب کو بدکار اور بداعتقاد مانتے تھے۔ اور ہیں۔ صرف معاشرتی اور مالی مجبوریوں کی وجہ سے جماعت میں شامل رہے۔ مثلاً بابا غلام فرید (ایم اے انگلش) انگریزی زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ بھی کیا۔ ریویو آف ریلیجز کے ایڈیٹر اور انگلستان میں احمدیہ مشن کے انچارج بھی رہے ہیں) چودھری عبدالرحمان صاحب (جٹ خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ تعلیم الاسلام ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر رہے ہیں) محمد جی فاضل (پٹھان تھے۔ مدرسہ احمدیہ میں مدرس تھے۔ عربی ڈکشنری مرتب کی تھی) چودھری حاکم علی صاحب (چک نمبر 9 شمالی ضلع سرگودھا کے رہنے والے تھے۔ انہی کی بیوی نے مرزا محمود احمد صاحب کے منہ پر تھپڑ مارا تھا) مذکورہ ٹولے کا یہ کام تھا کہ عصر کی نماز کے بعد اکٹھے ہوتے اور ریلوے اسٹیشن کی طرف سیر کو نکل جاتے۔ خلیفہ کی بدکاریوں کا ذکر ہوتا۔ مرزا احمد حسین صاحب بٹالوی کہتے ہیں کہ ان اصحاب کے ساتھ وہ بھی سیر کرنے جایا کرتے تھے۔ ایک دن

میں نے بابا غلام فرید صاحب سے مخاطب ہو کر کہا۔ دوسروں کی لڑکیوں کا ذکر تو کرتے ہو۔ ان حالات میں تمہاری لڑکیاں کیونکر محفوظ رہ سکتی ہیں۔ ملک غلام فرید صاحب نے جواب دیا ایک تو ہم مرزا محمود احمد کی بدکاریوں سے واقف ہیں انہی لوگوں کی بچیاں دام تزویر میں پھنستی ہیں جن کے والدین محمود کے متعلق اندھی عقیدت رکھتے ہیں۔

ہم بچیوں کو خود سکول چھوڑنے جاتے ہیں اور خود جا کر لاتے ہیں۔ سختی سے منع کیا ہوا ہے کہ کسی کے ساتھ کسی جگہ نہیں جانا۔ حتیٰ کہ مرزا محمود صاحب نے عورتوں میں درس قرآن جاری کیا ہوا ہے وہی درس قرآن ہی عورتوں کے لیے ایک جال ہے ہماری بچیاں اس درس میں بھی نہیں جاتیں۔ مرزا صاحب! اس جنگل میں شیر سے بچانے کے لیے کچھ طریقے ہی ہیں وہ ہم اختیار کرتے ہیں عبدالرحمان صاحب مصری اپنی اندھی عقیدت کی وجہ سے اپنی بچیوں کی عصمت کو تار تار کرا بیٹھے۔ مولوی ابوالعطاء، مولوی جلال الدین شمس (شمس کا خاندان مرزا محمود احمد صاحب کی رنگین محفل کے ممبر تھا۔ خصوصاً شمس صاحب کی لڑکی جمیلہ ضلع ڈیرہ غازی خان میں ایک وکیل سے بیاہی ہوئی ہے)۔

مولوی نذیر احمد قریشی (جامعہ احمدیہ کے مدرس تھے) چودھری ظفر اللہ صاحب (چودھری صاحب خود ان کو فرانس کی نیم عریاں نائٹ کلب میں لے کر گئے تھے جس کا ذکر گزر چکا ہے چودھری ظفر اللہ صاحب کے بھتیجے محمد نصر اللہ اور اعجاز نصر اللہ (...ھری اعجاز نصر اللہ صاحب کے متعلق مزید سن لیجئے۔ چودھری صاحب ربوہ میں شاہ ولی اللہ صاحب کے کچے کوارٹر کے پاس رہائش پذیر تھے۔ بقول چودھری صاحب شاہ صاحب کی لڑکیاں رات کو سونے ہی نہیں دیتی تھیں ایک جاتی ہے دوسری آ جاتی ہے۔ شاہ صاحب کی بچیوں سے ہی اعجاز نصر اللہ صاحب کو خلیفہ صاحب کے کردار کا علم ہوا تھا۔ اور اپنا وقف توڑ کر بار ایٹ لاء کرنے انگلستان چلے گئے۔ مرزا محمود احمد صاحب کے تربیت یافتہ نوجوان نے انگلستان میں جا کر گل کھلائے۔ اعجاز اپنے دوستوں کو خود یہ کہتا ہے کہ عابد بٹ کی بیوی کو انگلستان کے چاروں کونے دکھائے۔ (اس وقت اس لڑکی کی عابد کے ساتھ شادی نہیں ہوئی تھی) سید صاحب ابن ڈاکٹر غلام غوث، (مرزا محمود احمد صاحب کا مستقل باڈی گارڈ)، مولوی عبدالواحد صاحب (مدرسہ احمدیہ کے مدرس) میں نے خود تقسیم ہند کے بعد مولوی صاحب سے پوچھا تھا کیا آپ کو مرزا محمود احمد صاحب کی بدکاریوں کا علم تھا۔ مولوی صاحب نے مثبت میں جواب دیا۔ مرزا عبدالحق ایڈووکیٹ (جس کی بیوی سکینہ کا سکینڈل مرزا محمود احمد ~~صاحب کے ساتھ مشہور~~ ہے مرزا عبدالحق کے سالے اسی سکینڈل کی وجہ سے جماعت سے الگ

ہو گئے تھے۔ جن کا ذکر گزر چکا ہے) شاہ ولی اللہ صاحب کا تمام خاندان، نواب محمد علی صاحب کا تمام خاندان، مولوی نورالدین صاحب کا تمام خاندان، مرزا محمود احمد صاحب کے تمام بچے بچیاں (جن کی شہادتیں کتاب میں درج ہو چکی ہیں) حافظ مبارک احمد صاحب بھیروی (جامعہ احمدیہ کا مدرس) کلاس میں کسی لڑکے نے تفریحی طبع کے لیے سوال کیا حافظ صاحب شادی کیوں نہیں کرتے۔ حافظ صاحب نے بے ساختہ کہہ دیا اگر کوئی لڑکی خلیفہ صاحب سے بچے گی تو ہم بھی شادی کریں گے۔ یہ بات مرزا محمود احمد صاحب کے کانوں تک پہنچی تو حافظ صاحب کو حیدرآباد دکن جانا پڑ گیا۔ تقسیم ہند کے بعد ایک دن بھی ربوہ میں نہیں ٹھہرے سیدھے اپنے آبائی شہر بھیرہ چلے گئے) بھائی محمود قادیانی (ان کا خاندان سرگودھا میں مقیم ہے) کے خاندان کی عورتیں۔ میں یقین سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ آیا بھائی محمود اور ان کا بیٹا مسعود مرزا محمود احمد کی بدکاری پر یقین رکھتا تھا یا نہیں۔ میرے خیال میں بدکاری کا علم تو تھا لیکن یقین نہیں رکھتے تھے سردار مصباح الدین کا خاندان (اس خاندان کا نوجوان ظفر اقبال جماعت سے الگ ہو چکا ہے) مبشر احمد راجیکی مولوی غلام رسول راجیکی کے صاحبزادے تھے۔ پر گو شاعر فاضل آدمی تھے۔ میں نے خود کئی بار مرزا محمود احمد صاحب کی بدکاری کے متعلق باتیں کرتے ہوئے سنا تھا۔ چودھری محمد شریف باجوہ سابق واقف زندگی (چک نمبر 33 جنوبی ضلع سرگودھا کے رہنے والے تھے) مولوی عبدالمالک پسر ذوالفقار علی (علی برادران محمد علی جوہر اور شوکت علی کے چھوٹے بھائی) یہ مرزا محمود احمد صاحب کی بدکاری سے متعلق فکری اور ذہنی انتشار ہے۔ قادیانیوں میں آج کل عقیدے کے متعلق بھی بڑا انتشار ہے۔ کسی صاحب علم سے پوچھیں کہ مرزا صاحب کو کیا مانتے ہو۔ جواب دے گا ہم مجدد کی حیثیت سے بڑھ کر کچھ نہیں مانتے۔ نہ ہی مسلمانوں کو مرزا صاحب کے انکار کی وجہ سے کافر کہتے ہیں۔ لیکن کسی ان پڑھ قسم کے قادیانی سے مرزا صاحب کے متعلق بات کریں تو فوراً کہہ دے گا ہم تو رسول کریم ﷺ کے بعد نبوت جاری مانتے ہیں اور مرزا صاحب نبی ہیں ان کا نہ ماننے والا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے اب قادیانیوں میں کھلا فکری انتشار ہے۔ تیسرا طبقہ تعلیم یافتہ نوجوانوں کا ایسا بھی ہے جو سرے سے تسلیم ہی نہیں کرتے وہ محض والدین کا قادیانیت سے وابستگی کی وجہ سے ساتھ ہیں۔ وہ جلد جماعت سے علیحدگی اختیار کر لے گا۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جنھوں نے علیحدگی اختیار کر لی ہوئی ہے اب ایک طبقہ پاکستان سے باہر کی دنیا میں جنم لے چکا ہے۔ جو جماعت احمدیہ کی تنظیم کو مرزا خاندان کی گدی قرار دیتا ہے۔ اور وہ سخت بیزار ہے بعض لوگوں نے علیحدگی اختیار کر لی ہے مختلف مواقع پر سربراہ جماعت بھی علیحدگی کا اعلان کرتے آئے ہیں۔ ذہنی و فکری انتشار کی ایک بڑی وجہ

مسلمانوں سے دینی و معاشرتی علیحدگی ہے۔ نوجوان نسل شدت سے محسوس کر رہی ہیں۔ کہ وہ غلط پالیسی کی وجہ سے اسلامی دھارے سے بالکل الگ ہو گئے ہیں وہ نسل مسلمانوں میں ضم ہوتی جا رہی ہے۔

ایک طبقہ ایسا بھی پیدا ہو چکا ہے جو سلسلہ احمدیہ کو ایک تصوف کا سلسلہ خیال کرتا ہے اور مرزا غلام احمد صاحب کو ایک صوفی سے بڑھ کر کچھ حیثیت نہیں دیتا اور نہ ہی ان کے کشف اور الہامات کو اپنے لیے اتمام حجت گردانتا ہے اور نہ وہ مرزا صاحب کو مبرا عن الخطاء مانتا ہے۔ یہ لوگ مرزا صاحب کا ماننا ضروری نہیں سمجھتے۔

ایک گروہ ایسا بھی ہے۔ جو مرزا صاحب کی تبلیغ کرنا بدعت اور خلاف شریعت سمجھتا ہے۔ یہ لوگ اپنے آپ کو احمدی کہلانا بھی غلط سمجھتے ہیں۔ دلیل یہ دیتے ہیں کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ہمارا نام مسلمان رکھا ہے۔ ہم اپنے آپ کو احمدی کیوں کہلائیں۔ 1974ء کے بعد ایک ایسا طبقہ پیدا ہو گیا ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ اب احمدیہ تنظیم کے نام کے ساتھ لفظ احمدیہ ختم کر دینا چاہیے۔

بہت کم لوگ جانتے ہیں جماعت احمدیہ دو مشہور گروہوں (قادیانی اور لاہوری) کے علاوہ مزید گروہوں میں بھی منقسم ہے ایک گروہ امریکہ میں کالوں کی تنظیم کا ہے جو خواجہ کمال الدین صاحب اور ماسٹر عبداللہ صاحب کو اپنا پیر و مرشد مانتے ہیں۔ ان کا مطمح نظر صرف اشاعت اسلام ہے خواجہ صاحب کی کتب اور مولوی محمد علی صاحب کا ترجمہ قرآن انگریزی کی زیادہ تر اشاعت کرتے ہیں جب محمد علی کلے پاکستان آیا تھا تو اس نے دس تولے کی ڈلی امیر جماعت لاہور (مولوی صدرالدین صاحب) کو عقیدت کے طور پر بھیجی تھی۔ ایک گروہ ''منانئے'' ہیں جو عبدالمنان صاحب عمر کو اپنا مذہبی رہنما مانتے ہیں۔ اس گروہ نے ایک خاص حکمت عملی سے تنظیم قائم نہیں کی۔ تاکہ ممبران کو معاشرتی مسائل کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ کیونکہ جماعت ربوہ کے سربراہ کا یہ طریقہ کار رہا ہے کسی بھی رکن کے متعلق یہ خیال گزرے کہ وہ باغی ہو گیا ہے تو اس کو جماعت سے خارج کر دیتا ہے۔ اس طرح اس کے لیے بہت سی معاشرتی اور مالی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ان کی تعداد بیرون پاکستان بڑھ رہی ہے مولوی عبدالمنان صاحب نے دینی کتب شائع کرنے کا کروڑوں روپے کا منصوبہ بنایا ہوا ہے۔ مولوی صاحب کے اتنے ذرائع وسائل نہیں کہ اتنے بڑے منصوبے کو چلایا جا سکے۔ ''منانیے'' (جماعت احمدیہ ربوہ کے امیر لوگ) اس پراجیکٹ کے لیے خطیر رقم دے رہے ہیں۔ کیونکہ اس گروہ نے ابھی اپنا نام ظاہر نہیں کیا اس وجہ سے میں نے مولوی عبدالمنان صاحب کو ماننے والوں کو ''منانیے'' کا لفظ دے دیا ہے جماعت کی تاریخ میں بانی کے نام پر بھی فرقے

وجود میں آتے رہے ہیں اس وجہ سے یہ گروہ گو تنظیم سے عاری ہے لیکن زیادہ پھیلتا جا رہا ہے سنا ہے کافی علمی کتب شائع کر چکا ہے پاکستان میں بھی کچھ لوگوں کو میں ذاتی طور پر جانتا ہوں۔ وہ اس گروہ میں شامل ہیں۔ اور دینی کتب کی اشاعت کے لیے مولوی عبدالمنان صاحب کو دل کھول کر چندہ دیتے ہیں۔ لاہوری جماعت کے بھی بعض صاحب ثروت مولوی عبدالمنان صاحب کے پراجیکٹ میں معاون و مددگار ہیں اسی طرح جماعت احمدیہ میں ایک نوجوانوں کا گروہ ''حقیقت پسند پارٹی'' کہلاتا ہے۔ اس کا صرف ایک ہی کام ہے وہ ہے مرزا محمود احمد صاحب کی بدکاری احمدیوں تک پہنچانا۔ ان کی ایک خفیہ تنظیم ہے مرزا محمود احمد صاحب کی بدکاریاں جو منصۂ شہود پر آئی ہیں۔ ان کی مساعی اور کوششوں کا نتیجہ ہے کہ 1956ء میں یہ گروہ جماعت سے الگ ہوا تھا۔ اب تک یہ مرزا محمود احمد صاحب کے کردار پر تابڑ توڑ حملے کر رہا ہے۔ اس گروہ کی آواز اخبار ''نوائے پاکستان'' تھا۔

اس گروہ کی مختلف ملکوں میں خفیہ شاخیں ہیں جرمن میں ظفر اقبال ابن سردار مصباح الدین صاحب اور منیر الدین صاحب انگلستان میں محمد احمد صاحب حامی ہیں۔ امریکہ میں مولوی عبدالمنان صاحب عمر ایک حد تک انجام دے رہے ہیں۔ گو عبدالمنان صاحب عمر حقیقت پسند پارٹی کے ممبر تو نہیں لیکن مرزا محمود احمد صاحب کی بدکاری پر متفق ہیں پاکستان میں دارالسلام، عثمان بلاک نیو گارڈن لاہور میں چودھری عبدالحمید صاحب بڑی سرگرمی سے یہ کام کر رہے ہیں اپنی تقاریر اور مجالس میں مرزا محمود احمد صاحب کی فحاشی کو طشت از بام کرنے میں مصروف و مشغول ہیں۔

جماعت احمدیہ کا مستقبل

جس جماعت یا تنظیم میں اس قسم کا شدید ذہنی اور فکری انتشار ہو تو اس تنظیم کا مستقبل تو ظاہر و باہر ہے لیکن پھر بھی قارئین کے سامنے ایک تجزیہ کی روشنی میں بیان کر دیتا ہوں۔ میرے خیال میں اس جماعت کا مستقبل بالکل تاریک ہے۔ بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ اس جماعت کے بڑے بڑے خاندان جن کے وجود سے اس جماعت کا ہیولیٰ تیار ہوا تھا وہ اس جماعت کو چھوڑ چکے ہیں مثلاً مولوی نورالدین صاحب (پہلے سربراہ جماعت احمدیہ) کا خاندان، مولوی محمد علی صاحب کا آدھا خاندان۔ مولوی صدرالدین صاحب کا خاندان خواجہ کمال الدین صاحب کا خاندان ابن شاہ ولی اللہ صاحب کا خاندان مولوی شیر علی صاحب کا خاندان، ذوالفقار علی (برادران علی کا چھوٹا بھائی) کا خاندان، چودھری سر ظفر اللہ صاحب کے خاندان کے نوجوان مثلاً محمد نصر اللہ (جس کا پہلے ذکر ہو چکا

ہے) مولوی عبد ... ن صاحب مصری کا سارا خاندان، ڈاکٹر خلیل احمد سابق واقف زندگی (امریکہ میں کسی یونیورسٹی میں پڑھاتے تھے) کا خاندان، ناصر احمد سابق واقف زندگی کا خاندان، مولود احمد صاحب سابق انچارج احمدیہ مشن انگلستان فاروقی خاندان، مرزا محمود احمد صاحب کا سسر خلیفہ رشید الدین بعض ریاستوں کے امیر اور نواب جو حلقہ احمدیت میں داخل ہوئے چھوڑ چکے ہیں۔

محمد متین خالد صاحب نے اپنی کتاب ''قادیانیت سے اسلام تک'' میں بھی تقریباً سو اشخاص کا ذکر کیا ہے۔ جیسا کہ میں نے پہلے ذکر کیا ہے کہ مولوی نورالدین کی وفات کے بعد ہزاروں گھرانے جماعت کو چھوڑ گئے تھے۔ اگر کسی نے تفصیل معلوم کرنا ہو تو مرزا صاحب کی کتب کے آخر یا شروع میں پرانے قادیانیوں کے ناموں کا ذکر ہے اسی طرح اس دور کے اخبارات میں بھی۔ وہ تمام خاندان جماعت کو چھوڑ چکے ہیں میں نے محض جماعت احمدیہ کا چہرہ دکھانے کے لیے چند بڑے خاندانوں کا ذکر کیا ہے۔ رہا اس جماعت کا مستقبل میرے علم کی رو سے اس جماعت کا مستقبل بالکل تاریک ہے۔ ایک وجہ تو ابھی میں نے بیان کی ہے کہ یہ جماعت ذہنی انتشار کا شکار ہے جو جماعت فکری انتشار کا شکار ہو وہ جماعت کیسے ترقی کے راستے پر گامزن رہ سکتی ہے۔ ذہنی انتشار سے بچنے اور بچانے کے لیے دو چیزیں ضروری ہیں ایک علم اور دوم قیادت۔ علم کے لحاظ سے یہ جماعت عقیم ہے۔ قیادت کا حال ہمارے سامنے ہے ربوہ جماعت کا قائد مرزا مسرور احمد ہے اس کا مرزا شریف احمد کا پوتا اور مرزا منصور احمد صاحب کا بیٹا ہونا ہی نااہلی کا بڑا ثبوت ہے۔ قائدانہ صلاحیتوں سے بالکل محروم اور کورا ہے۔ علوم اسلامیہ سے صرف نابلد ہی نہیں بلکہ قرآن مجید کو صحیح نہیں پڑھ سکتا۔ ایک پورا ہفتہ جمعہ کے خطبہ کی تیاری کرائی جاتی ہے سب سے بڑی بات مذہبی جماعتوں کے لیے قائد کا باکردار ہونا ضروری ہے ربوہ جماعت کے تمام قائد پرلے درجے کے بدکار تھے۔ اور مرزا مسرور احمد بھی مرزا شریف احمد صاحب کا پوتا ہونے کے ناطے کیسے صاحب کردار ہو سکتا ہے۔ یہ جماعت ایک خیال پر کھڑی ہے۔

''یہ سلسلہ خدا کے ہاتھ کا لگایا ہوا ہے اللہ تعالیٰ خود ہی اس کی حفاظت کرے گا'' جب کسی جماعت میں اس قسم کی سوچ آ جائے وہ جماعت موت کے دھانے پر کھڑی ہوتی ہے اسی وجہ سے ہی میں کہتا ہوں کہ جماعت کا مستقبل تاریک ہے اور مر چکی ہیں۔

میرے نزدیک جماعت احمدیہ پر موت وارد ہونے کے اسباب یہ ہیں:

(1) اجرائے نبوت کا عقیدہ (2) مسلمانان عالم کو کافر کہنے کی سزا (3) مسلمانان عالم سے علیحدگی (4) مرزا محمود احمد کو مصلح موعود ماننا (5) خاندانی سربراہی (گدی) (6) علوم اسلامیہ سے

دوری (7) فرضی تصورات کی دنیا میں گم رہنا۔ کہ ہم ہی خدا کی چہیتی جماعت ہیں خدا اس جماعت کو کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ آسمان سے فرشتے نازل ہوں گے وہ لوگوں کے دلوں میں احمدیت کی سچائی الہاماً ڈال دیں گے۔ اس طرح لوگ فوج در فوج حلقہ احمدیت میں داخل ہو جائیں گے۔ اس طرح تمام عالم اسلام پر احمدیت کا پرچم لہرائے گا۔ قارئین کرام جماعت احمدیہ کے مستقبل کا اسی موہوم تصور سے لگالیں۔

میں نے پہلے تین گروہوں کا ذکر کیا تھا۔ امریکہ میں کالوں کی تنظیم حقیقت پسند پارٹی اور مولوی عبدالمنان کے پیروکار (منانیے) کالوں کی تنظیم کا جماعت احمدیہ کی دونوں تنظیموں (قادیانی اور لاہوری) سے کوئی تعلق نہیں نہ وہ اپنے آپ احمدی کہلاتے ہیں نہ وہ جماعت احمدیہ کی تبلیغ کرتے ہیں چونکہ ان پر خواجہ کمال الدین صاحب اور مولوی محمد علی صاحب کے لٹریچر کا اثر ہے وہ صرف ان کی تعظیم کرتے ہیں ختم نبوت کے قائل ہیں۔ تکفیر بازی نہیں کرتے۔ اپنے آپ کو مسلمانوں کا حصہ سمجھتے ہیں ممکن ہے مرزا غلام احمد صاحب کے نام سے بھی ناآشنا ہوں۔ یہ تنظیم کبھی بھی اپنے اوپر احمدیت کا لیبل نہیں لگائے گی۔ چونکہ یہ تنظیم خواجہ کمال الدین کی معتقد ہے اس وجہ سے میں نے جماعت احمدیہ کے گروہوں میں شامل کیا ہے حقیقی معنوں میں اس تنظیم کا جماعت احمدیہ سے کوئی تعلق نہیں ہے حقیقت پسند پارٹی ہزاروں کی تعداد میں ہے۔ ان کا مشن صرف مرزا محمود احمد کی بدکاریوں کو اجاگر کرنا ہے۔ یہ گروہ عملاً مسلمانوں کا حصہ بن چکا ہے۔ عبدالمنان صاحب عمر کے پیروکار۔ یہ بھی ہزاروں کی تعداد میں ہیں لفظ احمدیہ کا ترک کر چکے ہیں ان کی اولادیں مسلمانوں کا حصہ ہیں یہ لوگ مولوی عبدالمنان صاحب عمر کی تصنیفات کے لیے فنڈ مہیا کرتے ہیں۔ خلاصہ کلام یہ ہے ربوہ جماعت سے تعلق رکھنے والے اسلامی معاشرہ میں چوہڑے چماروں کی طرح رہ جائیں گے۔

حقیقت پسند پارٹی اور مولوی عبدالمنان صاحب عمر کے پیروکار پہلے ہی مسلمانوں میں ضم ہو چکے ہیں۔ یہ ہے جماعت احمدیہ کے مستقبل کے متعلق جائزہ۔ میں علماء کرام خصوصاً احرار اور ختم نبوت کی تنظیم کے علماء کی خدمت میں عرض کروں گا جو احمدی پاکستان میں چلتے پھرتے نظر آرہے ہیں وہ مردہ ہیں۔ مردوں کے متعلق واویلا کیا کرنا ہے۔ اب کوشش یہ ہونی چاہیے کہ جو کوئی ان میں سعید روح ہے اس کو دائرہ اسلام میں لائیں۔ ان کو بتائیں کہ رسول کریم ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اور جس کو تم نے مصلح موعود بنا رکھا ہے وہ پرلے درجے کا عیاش تھا۔ مسلمانوں کے دھارے میں آجاؤ یقیناً بعض سعید روحیں اپنے باطل عقائد سے تائب ہو جائیں گی۔

باب 12

مرزا محمود احمد کا حکومتی خاکہ[1]

دین کے پردے میں سیاست کاری

کسی جماعت کے لیے اس سے زیادہ معیوب بات کوئی نہیں کہ وہ مذہب کا لبادہ اوڑھ کر چور دروازے سے سیاسی اقتدار، دنیاوی غلبہ اور جماعتی تفوق حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ کسی مذہبی تحریک یا اس سے پیدا شدہ مذہبی جماعت کو حکومت کی طرف سے جو حمایت حاصل ہوتی ہے وہ ہمیشہ اس حد تک ہوتی ہے جس حد تک وہ مذہبی جماعت اپنے آپ کو خالصتہً مذہبی مشن کے دائرہ کے اندر محدود رکھتی ہے اور سیاسی امور سے مجتنب رہتی ہے لیکن یہ ایک المناک حقیقت ہے کہ مرزا محمود احمد کی گندی سیاست کا سب سے گھناؤنا پہلو یہ ہے کہ انہوں نے حکومت کے خواب دیکھنے شروع کر دیئے۔ خلیفہ کی یہ خواب کاری برطانوی سنگینوں کے سائے میں خوب پروان چڑھی۔ کیونکہ سفید فام آقاؤں کا یہی منشا تھا کہ خلیفہ سیاسی منصوبوں میں خود بھی مستغرق رہے اور جماعت کے عقول وقلوب کو بھی اس میں الجھائے رکھے انگریز کی پشت پناہی کا یہ نتیجہ ہوا کہ برطانوی حکومت کو بھی احساس ہوا کہ اس کا قانون قادیان میں بالکل بے کار ہو چکا ہے۔ وہاں قتل ہوتے ہیں ان کا سراغ بھی مل جاتا ہے لیکن عدالت میں آ کر پولیس ناکام ہو جاتی ہے اس سے انگریز کی حکومتی غیرت پر تازیانہ لگا اور اس نے اس متوازی حکومت کے خلاف اقدام شروع کر دیا۔ اس کا پہلا سراغ مسٹر جی۔ ڈی کھوسلہ کے فیصلہ میں ملتا ہے۔ فاضل جج نے اپنے فیصلے میں مرزا محمود کی ان جارحانہ کارروائیوں کا ذکر کیا ہے جو انہوں نے مولوی عبدالکریم (مباہلہ والے) کے خلاف کیں۔

---

[1] ۱۹۵۷ء میں حقیقت پسند پارٹی نے ایک پمفلٹ شائع کیا تھا۔ اس کو ضروری تنسیخ وترمیم کے ساتھ کتاب ہذا میں شامل کیا جا رہا ہے۔ اسی پمفلٹ کی اشاعت پر مرزا بشیر احمد نے الفضل میں یہ مضامین شائع کئے کہ جماعت احمدیہ کا سیاست سے کوئی تعلق نہیں یہ ایک مذہبی جماعت ہے۔

کس طرح ان کے خطبے کے نتیجے میں مولوی صاحب مذکور پر قاتلانہ حملہ ہوا لیکن ان کا ایک مددگار محمد حسین قتل ہوگیا۔ جب قادیانی قاتل عدالت کے فیصلے کے بعد پھانسی پا گیا تو اس کی لاش کو بڑے تزک واحتشام کے ساتھ قادیان کے بہشتی مقبرے میں دفن کیا گیا۔ اس فیصلے میں محمد امین کے قتل کا بھی ذکر ہے اور فاضل جج نے لکھا ہے کہ محمد امین موردِ عتاب ہو کر کلہاڑی کے وار سے قتل ہوا۔ اس کے قاتل فتح محمد نے اقرار کیا کہ اس نے قتل کیا ہے۔ لیکن پولیس کارروائی کرنے سے قاصر رہی۔ فیصلہ مذکور میں مرقوم ہے کہ:

''مرزائی طاقت اتنی بڑھ گئی تھی کہ کوئی سامنے آ کر سچ بولنے کے لیے طیار نہ تھا۔ ہمارے سامنے عبدالکریم کے مکان کا واقعہ بھی ہے۔ عبدالکریم کو قادیان سے نکالنے کے بعد اس کا مکان جلا دیا گیا۔ اسے قادیان کی سمال ٹاؤن کمیٹی سے حکم حاصل کر کے نیم قانونی طریقے سے گرانے کی کوشش بھی کی گئی۔ یہ افسوس ناک واقعات ظاہر کرتے ہیں کہ قادیان میں طوائف الملوکی تھی جس میں آتش زنی اور قتل تک ہوتے تھے۔''

''ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حکام ایک غیر معمولی درجہ کے فالج کے شکار ہو چکے تھے اور دنیاوی اور دینی معاملات میں مرزا محمود احمد کے حکم کے خلاف کبھی آواز نہ اٹھائی گئی مقامی افسروں کے پاس کئی مرتبہ شکایات کی گئیں لیکن کوئی انسداد نہ ہوا۔ مسل پر ایک دو ایسی شکایات ہیں۔ لیکن ان کے مضمون کا حوالہ دینا غیر ضروری ہے اور اس مقدمہ کے لیے یہ بیان کر دینا کافی ہے کہ قادیان میں ظلم و جور جاری ہونے کے متعلق غیر مشتبہ الزام عائد کیے گئے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ان کی طرف مطلقاً توجہ نہ کی گئی۔''

پھر فیصلہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ:

''مرزا (یعنی مرزا محمود احمد) نے مسلمانوں کو کافر، سور اور ان کی عورتوں کو کتیوں کا خطاب دے کر ان کے جذبات کو مشتعل کر دیا کرتا تھا۔''

(فیصلہ مسٹر جی۔ ڈی کھوسلہ، سیشن جج گورداسپور)

یہ عدالتی فیصلہ محمودی سیاست کاریوں کی غمازی کرتا ہے۔ قادیان میں ''خلیفہ'' کے لیے قتل کرنا اور قتل کے عواقب سے بچ نکلنا یا کم از کم ''خلیفہ'' کا محفوظ و مصون رہنا ایک ضرب المثل بن چکا تھا۔

یہی معاملہ بدرجۂ اتم ربوہ میں رونما ہو چکا ہے۔ کیونکہ یہ خالص قادیانی بستی ہے یہاں قانون کی بے بسی ناقابل بیان ہے۔ اگر حکومت دور اندیشی سے کام لیتی اور مرزا محمود کو پاکستان کی

پاک سرزمین کا ایک خطہ کوڑیوں کے مول نہ دیتی بلکہ اس کو مجبور کرتی کہ وہ اور اس کی جماعت کسی شہر میں آباد ہوں یا حکومت کے تجویز کردہ مضافاتی قصبوں میں سکونت پذیر ہوں تو "خلیفہ صاحب" کی سیاست کاریوں اور سازشوں پر قفل پڑ جاتے۔ مگر ایسا نہ ہوا چنانچہ ان کو ضلع جھنگ میں ایک وسیع رقبہ قادیانیوں کو آباد کرنے کے لیے ملا۔ اور انہوں نے کمال چابکدستی سے اس کو پاکستان کی دوسری آبادیوں سے منقطع کر کے ایک یاغستان سا بنا دیا اور اس کا نام "ربوہ" رکھ دیا۔ اس میں خلیفہ کا سکہ رواں تھا۔ اس مطلق العنانی کی کیفیت کو مدنظر رکھتے ہوئے پاکستان کی منیر ٹربیونل رپورٹ میں مرقوم ہے:

"۱۹۴۵ء سے لے کر ۱۹۴۷ء کے آغاز تک احمدیوں کی بعض تحریرات منکشف ہیں کہ وہ برطانیہ کا جانشین بننے کے خواب دیکھ رہے تھے وہ نہ تو ایک ہندو دنیاوی حکومت یعنی ہندوستان کو اپنے لیے پسند کرتے تھے اور نہ پاکستان کو منتخب کر سکتے تھے۔ (رپورٹ منیر انکوائری کمیٹی ص ۱۹۶)

اب ہم خلیفہ کی سیاست کاری اور حکومت کا غلبہ حاصل کرنے کے بارہ میں خلیفہ صاحب کے اپنے "ارشادات" ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔

"غرض سیاست میں مداخلت کوئی غیر دینی فعل نہیں بلکہ یہ ایک دینی مقاصد میں شامل ہے جس کی طرف توجہ کرنا وقتی ضروریات اور حالات کے مطابق لیڈرانِ قوم کا فرض ہے...... پس قوم کے پیش آمدہ حالات کو مدنظر رکھنا اور اس کی تکالیف کو دور کرنے کی تدبیر کرنا اور ملکی سیاسیات میں رہنمائی کرنا خلیفہ وقت سے بہتر اور کوئی نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نصرت اور تائید اس کے شامل حال ہوتی ہے اور اس زمانہ میں گزشتہ پندرہ سال کے تاریخی واقعات ہمارے اس بیان کی صداقت پر مہر لگا رہے ہیں۔ (الفضل ۲۵ دسمبر ۳۲ء)

"اسلام کی ترقی احمدی سلسلہ سے وابستہ ہے اور چونکہ یہ سلسلہ مسلمان کہلانے والی حکومتوں میں پھیل نہیں سکتا اس لیے خدا نے چاہا ہے کہ ان کی جگہ اور حکومتوں کو لے آئے...... پس مسلمانوں کی بداعمالیوں کی وجہ سے خدا تعالیٰ نے تمہاری ترقی کا راستہ کھول دیا ہے۔"

(الفضل 12 نومبر 1914ء)

"ہمیں نہیں معلوم ہمیں کب خدا کی طرف سے دنیا کا چارج سپرد کیا جاتا ہے۔ ہمیں اپنی طرف سے تیار ہو رہنا چاہیے کہ دنیا کو سنبھال سکیں۔" **(الفضل 4 جون 1940ء)**

"انگریز اور فرانسیسی وہ دیواریں ہیں جن کے نیچے احمدیت کی حکومت کا خزانہ مدفون ہے اور خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ یہ دیوار اس وقت تک قائم رہے جب تک کہ خزانہ کے مالک جوان نہیں

ہو جاتے۔ ابھی احمدیت چونکہ بالغ نہیں ہوئی اور بالغ نہ ہونے کی وجہ سے وہ اس خزانہ پر قبضہ نہیں کر سکتی اس لیے اگر اس وقت یہ دیوار گر جائے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ دوسرے لوگ اس پر قبضہ جمالیں گے۔" (الفضل 27 فروری 1922ء)

"اصل تو یہ ہے کہ ہم نہ انگریز کی حکومت چاہتے ہیں نہ ہندوؤں کی ہم تو احمدیت کی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔" (الفضل 14 فروری 1922ء)

"میں تو اس بات کا قائل ہوں کہ انگریزی حکومت چھوڑ دنیا میں سوائے احمدیوں کے اور کسی کی حکومت نہیں رہے گی۔ پس جبکہ میں اس بات کا قائل ہوں بلکہ اس بات کا خواہشمند ہوں کہ دنیا کی ساری حکومتیں مٹ جائیں اور ان کی جگہ احمدی حکومتیں قائم ہو جائیں تو میرے متعلق یہ خیال کرنا کہ میں اپنی جماعت کے لوگوں کو انگریزوں کی دائمی غلامی کی تعلیم دیتا ہوں کہاں تک درست ہو سکتا ہے۔" (الفضل 21 نومبر 1939ء)

"ہم میں سے ہر ایک آدمی یہ یقین رکھتا ہے کہ تھوڑے عرصہ کے اندر ہی (خواہ ہم اس وقت زندہ رہیں یا نہ رہیں لیکن بہر حال وہ عرصہ غیر معمولی طور پر لمبا نہیں ہو سکتا) ہمیں تمام دنیا پر نہ صرف عملی برتری حاصل ہوگی۔ بلکہ سیاسی اور مذہبی برتری بھی حاصل ہو جائے گی۔ یہ خیال ایک منٹ کے لیے کسی سچے احمدی کے دل میں غلامی کی روح پیدا نہیں کر سکتا۔ جب ہمارے سامنے بعض حکام آتے ہیں تو ہم اس یقین اور وثوق کے ساتھ ان سے ملاقات کرتے ہیں کہ کل یہ نہایت عجز و انکسار کے ساتھ ہم سے استمداد کر رہے ہوں گے۔" (الفضل 22 اپریل 38ء)

"اس وقت حکومت احمدیت کی ہوگی آمدنی زیادہ ہوگی۔ مال و اموال کی کثرت ہوگی جب تجارت اور حکومت ہمارے قبضہ میں ہوگی اس وقت اس قسم کی تکلیف نہ ہوگی۔"

(الفضل 8 جون 1926ء)

"اس وقت تک کہ تمہاری بادشاہت قائم نہ ہو جائے۔ تمہارے راستے سے یہ کانٹے ہرگز دور نہیں ہو سکتے۔" (الفضل 8 جولائی 1930ء)

دیکھ لیجیے "خلیفہ صاحب" مستقبل قریب میں حصولِ اقتدار کی امیدیں کس قدر وثوق کے ساتھ لگائے بیٹھے ہیں اور حصولِ آزادی ہی نہیں بلکہ حصولِ حکومت کے لیے ان کی راہیں دوسرے ابنائے وطن اور دوسرے مسلمانوں سے کس قدر مختلف تھیں اور یہ اعلان بالوضاحت کیا جا رہا تھا کہ مسلمانوں کی بداعمالیوں کی وجہ سے حکومت ان کو نہیں بلکہ صرف اور صرف احمدیوں کو ہی ملے گی۔" اور مسلمان جنہوں نے احمدیت سے اپنا تعلق نہیں جوڑا وہ گرتے ہی جائیں گے۔ اور

گرتے گرتے یہودیوں کی طرح ہو جائیں گے۔ یہودی موسیٰ علیہ السلام کے نائب کا انکار کرنے کی وجہ سے ذلیل ہوئے تھے...... اور محمدؐ رسول اللہ کی شان موسیٰ علیہ السلام کی شان سے بہت بلند ہے اس لیے آپ کے نائب کا انکار کرنے والوں کی ذلت یہودیوں سے بڑھ کر ہوگی۔"

(الفضل 12 نومبر 1914ء)

ظاہر ہے کہ مسلمانوں سے پہلے ان کے پروگرام اور دعوؤں کے مطابق حکومت ان کو نہیں مل سکی اور نہ ہی یہ حکومت برطانیہ کے جانشین بن سکے اور وہ دیوار بھی گر گئی جس کے نیچے بقول ان کے احمدیت کا خزانہ مدفون تھا اور جس کے بل بوتے پر انہوں نے ہر نپٹنے والے سے نپٹنا تھا تو پاکستان کا استقلال اور اس کا قیام اور اس کی سالمیت انہیں کس طرح گوارا ہو سکتی تھی اور خصوصاً جبکہ حکومت ان مسلمانوں کو مل گئی جن کے متعلق خلیفہ صاحب فرماتے ہیں:

"پس اسلام کی ترقی احمدی سلسلہ کے ساتھ وابستہ ہے اور چونکہ یہ سلسلہ مسلمان کہلانے والی حکومتوں میں نہیں پھیل سکتا اس لیے خدا نے چاہا ہے کہ ان کی جگہ اور حکومتوں کو لے آئے تاکہ اس سلسلہ حقہ کے پھیلنے کے لیے دروازے کھولے جائیں۔" (12 نومبر 1914ء)

چنانچہ ان کی اس نیت کو کہ وہ پاکستان بننے سے خوش نہیں ہوئے تھے۔ خلیفہ صاحب کا اپنا ایک ارشاد پیش خدمت ہے:

"ہندوستان کی تقسیم پر اگر ہم رضامند ہوتے ہیں تو خوشی سے نہیں بلکہ مجبوری سے اور پھر یہ کوشش کریں گے کہ یہ کسی نہ کسی طرح پھر متحد ہو جائے۔" (الفضل 16 مئی 1947ء)

پھر فرمایا: "بہر حال ہم چاہتے ہیں کہ اکھنڈ ہندوستان بنے اور ساری قومیں باہم شیر و شکر ہو کر رہیں۔" (الفضل 5 اگست 1947ء)

پس ان اقتباسات سے مرزا محمود احمد کی حکومت کے بارہ میں ریشہ دوانیوں کا علم ہو جاتا ہے۔ اس کے یہ اقوال اس کی نیت کی غمازی کر رہے ہیں۔ اکھنڈ ہندوستان کی تجویزیں پاکستان اور ہندوستان کی باؤنڈریاں ختم کرنے کے الہامات مملکت در مملکت کا بین ثبوت ہیں۔ اس خلیفہ کی منافقت اور سیاسی دجل کا بھانڈا چوراہے میں پھوٹتا ہے۔ اس کے اپنے دعوے یہ تھے کہ مسلمانوں کو نہیں بلکہ جماعت احمدیہ کو حکومت اور آزادی ملے گی اور یہ کہ احمدی مسلمانوں کے ساتھ مل کر اور ان کے شانہ بشانہ حصولِ آزادی کی کوششیں نہیں کر رہے بلکہ وہ ان سے الگ کوشش کر رہے ہیں۔ ان الفاظ نے خلیفہ ربوہ کی تمام جدوجہد سے پردہ اٹھا دیا ہے اور انہیں بالکل عریاں کر کے رکھ دیا ہے۔ کسی قدر غداری کے ساتھ اور کس قدر دجل کے ساتھ مسلمانوں کا جزو ہو کر اور ان کا حصہ بن

کر ان کے نام پر سیاسی حقوق لے کر سوچا یہ جا رہا تھا کہ آزادی اور حکومت مسلمانوں سے پہلے ان کی ہی سرکوبی کے لیے حاصل کی جائے گی۔ خلیفہ ربوہ کے سرکاری گزٹ الفضل نے لکھا تھا ”جو فتح اپنے وقت سے ذرا پیچھے ہٹ جاتی ہے اس کی کوئی وقعت نہیں رہتی۔“ (الفضل 8 نومبر 1930ء)

اب اپنی فتح کی امیدوں کو پاش پاش ہوتا دیکھ کر زخمی سانپ کی طرح بے تاب ہیں اور مسلمانوں میں انتشار پھیلانے کے لیے سیاسی جوڑ توڑ میں مشغول ہیں۔

ہم حکومت کو اس بات سے آگاہ کر دینا اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ وہ جماعت احمدیہ کی سازشوں اور حرکات کو اپنی نگاہ میں رکھے اور اسے سمجھنے کی کوشش کرے۔ کسی دشمن کا مقابلہ اس کے طریق کار کو سمجھنے کے بعد ہی کامیابی سے کیا جاسکتا ہے پس ضروری ہے کہ اس کی دیسیہ کاریوں اور روباہی چالوں کو پہلے سے سمجھ لیا جائے۔ ”دنیا کا چارج سنبھالنا۔ حکومت پر قبضہ کرنا، اپنا اقتدار قائم کرنا“ یہی وہ تصورات تھے جن کی بدولت خلیفہ ربوہ کے بعض سادہ لوح مریدوں کا ذہنی توازن بگڑ گیا اور بنگال کی گورنری وغیرہ کے خواب دیکھنے لگ گئے۔ لیکن یہ محض تصورات و نظریات ہی نہ تھے۔ بلکہ خلیفہ ربوہ نے اپنی جماعت کو ان نظریات کی عملی تعبیر کے لیے جماعت کی باقاعدہ تربیت کی اور اپنی ”سحر سامری“ سے اپنے مریدوں کو حکومت پر قبضہ کرنے کے لیے شعوری اور غیر شعوری طور پر ابھارتے رہے۔ اس ضمن میں خلیفہ محمود کے اپنے ارشادات ملاحظہ فرمائیے۔

”اس وقت اسلام کی ترقی خدا تعالیٰ نے میرے ساتھ وابستہ کر دی ہے۔ یاد رکھو کہ سیاسیات اور اقتصادیات اور تمدنی امور حکومت کے ساتھ وابستہ ہیں پس جب تک ہم اپنے نظام کو مضبوط نہ کریں اور تبلیغ اور تعلیم کے ذریعہ سے حکومتوں پر قبضہ کرنے کی کوشش نہ کریں ہم اسلام کی ساری تعلیموں کو جاری نہیں کر سکتے۔“ (الفضل 5 جنوری 1937ء)

”یہ مت خیال کرو کہ ہمارے لیے بھی حکومتوں اور ملکوں کا فتح کرنا ایسا ہی ضروری ہے۔“ (الفضل 8 جنوری 1937ء)

اسی طرح خلیفہ ربوہ کے ہاں جو بھی اندرونی نظام ہے وہ حفاظت مرکز، خدام الاحمدیہ، احمدیہ کور یا دیگر کسی نام سے بھی قائم کیا جاتا ہے۔ خلیفہ خود ہی اس کا سالارِ اعظم اور فیلڈ مارشل ہوتا ہے اور جماعت کی ہر قسم کی فوجی تنظیموں کی سربراہی اور سرپرستی آپ کو حاصل ہے۔

خود خلیفہ فرماتے ہیں ”مجلس شوریٰ ہو صدر انجمن احمدیہ۔ انتظامیہ ہو یا عدلیہ فوج ہو یا غیر فوج۔ خلیفہ کا مقام بہر حال سرداری کا ہے۔“ (الفضل یکم ستمبر 1932ء)

انتظامی لحاظ سے صدر انجمن کے لیے بھی راہ نما ہم اور آئین سازی و بجٹ کی تعیین کے

لحاظ سے بھی وہ مجلس مشاورت کے نمائندوں کے لیے بھی صدر اور راہنمائی کی حیثیت رکھتا ہے۔
''جماعت کی فوج کے الگ دو حصے تسلیم کر لیے جائیں تو وہ اس کا بھی سردار ہے اور اس کا بھی کمانڈر ہے۔ اور دونوں کے نقائص کا ذمہ دار ہے اور دونوں کی اصلاح اس کے ذمہ واجب ہے۔''
(الفضل 27 اپریل 1938ء)

غرض جماعت احمدیہ میں خلافت ایک دنیاوی بادشاہت کی حیثیت رکھتی ہے۔ خلیفہ کا ہر حکم احمدیوں کے نزدیک قانون کی حیثیت رکھتا ہے۔ خلیفہ کے ادنیٰ اشارہ پر اپنی جان و مال قربان کر دیا جاتا ہے۔ احمدیوں کی کمائی کا اکثر حصہ خلیفہ کی جیب کی نذر ہو جاتا ہے پاکستان کے علاوہ دنیا کے مختلف ممالک میں جو مبلغ ہیں وہ دراصل خلیفہ کے کار خاص اور سفارت خانے ہیں اور تمام بیرونی ممالک کی کرنسی جو چندہ کی صورت میں ان کو ملتی ہے وہ اس کو استعمال کرتے ہیں۔ خلیفہ کا نظام اس قدر خطرناک ہے کہ ایک بڑی سے بڑی حکومت کے نظام کا مقابلہ کرنے کے لیے کافی ہے۔ دوسری حکومتوں میں اپنے حلیف پیدا کیے جاتے ہیں۔ خلیفہ صاحب کا کہنا ہے کہ حکومتیں، ملک اور قومیں مجھ سے ڈرتی ہیں۔ خلیفہ اپنی ''کار خاص'' کے ذریعہ مملکت کے راز معلوم کرتا ہے۔ اس کی اپنی عدلیہ، مقننہ، انتظامیہ، فوج اور بنک تھے۔ مملکت محمودیہ ربوہ میں کسی احمدی کو قبل از وقت اجازت حاصل کیے بغیر داخل ہونے کی اجازت نہیں۔ اس بارہ میں سرکاری گزٹ الفضل کا مندرجہ ذیل اعلان ملاحظہ فرمائیے:

مضافات قادیان، منگل، باغبان بانگر خورد وکلاں، نواں پنڈ

قادر آباد اور احمد آباد وغیرہ میں سکونت اختیار کرنے کے لیے باہر سے آنے والے احمدی دوستوں وغیرہ میں سکونت اختیار کرنے کے لیے باہر سے آنے والے احمدی دوستوں کے لیے ضروری ہوگا کہ وہ پہلے نظارت ہذا سے اجازت حاصل کریں۔'' (الفضل 25 جنوری 1939ء)

پھر ربوہ میں آ کر 1948ء میں خلیفہ صاحب اعلان فرماتے ہیں:

''سب تحصیل لالیاں میں کوئی احمدی بلا اجازت انجمن زمین نہیں خرید سکتا۔''

پھر ربوہ میں داخل ہونے کے بارہ میں خلیفہ صاحب کا حکم امتناعی ملاحظہ ہو: ''ہم یہ اعلان کرتے ہیں کہ آئندہ ایسے لوگوں کو جن کو یا تو ہم نے جماعت سے نکال دیا ہے یا جنہوں نے خود اعلان کر دیا ہوا ہے۔ کہ وہ ہماری جماعت میں شامل نہیں۔ آئندہ انہیں ہماری مملوکہ زمینوں میں آ کر ہمارے جلسوں میں شامل ہونے کی اجازت نہیں۔'' (الفضل 4 فروری 1956ء)

اب اس اعلان کی رو سے وہ لوگ جنہوں نے انجمن کی مملوکہ زمین میں سے زمین خرید

کی ہوئی ہے ان کو ربوہ میں جا کر اپنی زمین اور مکان کی حفاظت کی اجازت نہیں۔ کیونکہ اگر وہ وہاں جائیں گے تو ان پر پولیس کی امداد سے کوئی جھوٹا مقدمہ کھڑا کر دیا جائے گا۔ گویا ان کی زمینیں بھی ضبط کرلی گئی ہیں۔ یہ بھی ریاست اندر ریاست کا ایک بین ثبوت ہے۔

مملکت محمودیہ میں کاروبار کرنے کے لیے ہر شخص کو ذیل کا معاہدہ کرنا پڑتا ہے:

''میں اقرار کرتا ہوں کہ ضروریاتِ جماعت قادیان کا خیال رکھوں گا۔ اور مدیر تجارت جو حکم کسی چیز کے بہم پہنچانے کا دیں گے۔ اس کی تعمیل کروں گا اور جو حکم ناظر امور عامہ دیں گے اس کی بلاچون و چرا تعمیل کروں گا۔ نیز جو ہدایات وقتاً فوقتاً جاری ہوں گی۔ ان کی پابندی کروں گا۔ اور اگر کسی حکم کی خلاف ورزی کروں گا تو جو جرمانہ تجویز ہوگا ادا کروں گا۔''

میں عہد کرتا ہوں کہ جو میرا جھگڑا احمدیوں سے ہوگا اس کے لیے امام جماعت احمدیہ کا فیصلہ میرے لیے حجت ہوگا اور ہر قسم کا سودا احمدیوں سے خرید کروں گا۔ نیز میں عہد کرتا ہوں کہ احمدیوں کی مخالف مجالس میں بھی شریک نہ ہوں گا۔''

یہ ہے وہ معاہدہ جو خلیفہ ربوہ کی ریاست میں ہر اس شخص سے لکھوایا جاتا ہے جو وہاں کا جزو بن کر رہنا چاہے۔ نظارت امورِ عامہ سے ایک اجازت نامہ حاصل کرنا پڑتا تھا۔ اور غیر از جماعت لوگوں کو ایک معاہدۂ تجارت پر دستخط کرنے کے بعد احمدیوں کے ساتھ لین دین کی اجازت ملتی تھی۔ بلکہ ہر شخص کی شخصی جائیداد پر بھی ان کا تصرف تھا۔ اس ضمن میں ذیل کا اعلان پڑھیے:

اعلان

قبل ازیں میاں فضل حق موچی سکنہ دارالعلوم کے مکان کی نسبت اعلان کیا تھا کہ کوئی دوست نہ خریدیں۔ اب اس میں ترمیم کی جاتی ہے کہ اس کے مکان کا سودا رہن و بیع نظارتِ ہند کے توسط سے ہوسکتا ہے۔'' (الفضل 8 اگست 1937ء)

قادیان میں جس شخص کا سوشل بائیکاٹ کیا جاتا تھا اس کے ساتھ لین دین کے تعلقات بھی منقطع کر دیے جاتے تھے۔ چنانچہ اس بارہ میں خلیفہ صاحب کا بتوسطِ ناظر امور عامہ حکم سنیے:

''یعنی میاں فخر الدین ملتانی۔ شیخ عبدالرحمان مصری اور حکیم عبدالعزیز ان کے ساتھ اگر کسی دوست کا لین دین ہو تو نظارتِ ہذا کی وساطت سے طے کریں۔ کیونکہ ان کے ساتھ تعلقات رکھنے ممنوع ہیں۔'' (الفضل 7 جولائی 1937ء)

پس خلیفہ ربوہ کا یہ عذر لنگ پیش کرنا کہ لین دین منع نہیں صرف تعلقات منقطع کرنے سے مراد جزوی بائیکاٹ یعنی سلام کلام تک ہے اس کی روشنی میں سراسر جھوٹ اور فریب ہے۔ سوشل

بائیکاٹ میں صرف لین دین ہی منع نہیں۔ بلکہ کسی سے کسی قسم کا تعلق رکھنا، اس کے گھر جانا۔ حتیٰ کہ رشتہ تک کرنا ممنوع ہے اس ضمن میں یہ ''ارشاد'' ملاحظہ فرمائیں:

''میں چوہدری عبداللطیف کو اس شرط پر معاف کرنے کو تیار ہوں کہ آئندہ اس کے مکان واقع نسبت روڈ پر وہ افراد نہ آئیں جن کا نام اخبار میں چھپ چکا ہے...... چوہدری عبداللطیف نے یقین دلایا کہ میں ذمہ لیتا ہوں کہ وہ آئندہ اس جگہ پر نہیں آئیں گے اور میں نے اس کو کہہ دیا ہے کہ جماعت لاہور اس کی نگرانی کرے گی اور اگر اس نے پھر ان لوگوں سے تعلق رکھا یا اپنے مکان پر آنے دیا تو پھر اس کی معافی کو منسوخ کر دیا جائے گا۔''

(الفضل 22 نومبر 1956ء)

اسی طرح خلیفہ صاحب نے اپنے ایک رشتہ دار ڈاکٹر علی اسلم کی بیگم امتہ السلام صاحبہ کا سوشل بائیکاٹ کرتے ہوئے اپنی بہو کو جو امتہ السلام کی ہمشیرہ ہے یہ دھمکی دی تھی کہ ''اب اگر تنویر بیگم جو میری بہو ہے۔ الفضل میں اعلان نہ کرے کہ میرا اپنی بہن سے کوئی تعلق نہیں تو میں اس کے متعلق الفضل میں اعلان کرنے پر مجبور ہوں گا کہ لجنہ (قادیانی عورتوں کی انجمن) اس کو کوئی کام سپرد نہ کرے اور میرے خاندان کے وہ افراد جو مجھ سے تعلق رکھنا چاہتے ہیں اس سے تعلق نہ رکھیں۔'' (الفضل 21 جون 1957ء)

چنانچہ خلیفہ صاحب کا یہ اعلان شائع ہونے کی دیر تھی۔ فوراً تنویر الاسلام نے سوشل بائیکاٹ کے ڈر سے اپنی بہن کے خلاف یہ اعلان الفضل میں شائع کرا دیا۔

''ڈاکٹر سید علی اسلم صاحب (حال ساکن نیروبی) اور سیدہ امتہ السلام، (بیگم ڈاکٹر علی اسلم) نے جماعت کے نظام کو توڑنے کی وجہ سے میرے رشتہ کو بھی توڑ دیا ہے لہٰذا آئندہ ان سے میرا کسی قسم کا کوئی تعلق نہ ہوگا۔'' (الفضل 25 جون 1957ء)

یہ ہیں چند مثالیں سوشل بائیکاٹ وغیرہ کی جن کی طرف تمام ملکی اخبار اور جرائد نے ارباب بست و کشاد کی توجہ دلائی اور خصوصاً نوائے وقت' نے بھی اس ریاست اندر ریاست کے کھیل کو ختم کرنے کا حکومت پر زور دیا۔ مگر یہ آواز بھی صدا بالصحرا ثابت ہوئی۔ کیونکہ گورنمنٹ نے اس وقت تک اس ریاست کے بارہ میں کوئی واضح اور ٹھوس قدم نہیں اٹھایا۔ یہاں ہم یہ بات واضح کر دینا ضروری خیال کرتے ہیں کہ خلیفہ ربوہ ہر اس آدمی کو شدید نقصان پہنچانے سے بھی گریز نہیں کرتے جو ان کے احکام کی تعمیل نہ کرے اور ان کی مخالفت کرے چنانچہ انہی دنوں اسی سوشل بائیکاٹ پر عمل نہ کرنے کے سبب اور سوشل بائیکاٹ کیے گئے افراد کو اشیاء خوردونوش مہیا کرنے کے

جرم کی پاداش میں اللہ یار بلوچ پر قاتلانہ حملہ کیا گیا جس کا مقدمہ چل رہا ہے۔

خلیفہ صاحب کا دستور ہے کہ وہ اپنے مخالفین کے خلاف اپنے مریدوں کو ابھارتے ہیں۔ چنانچہ اس ضمن میں ان کی تقریر کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

''اگر تم میں رائی کے دانہ کے برابر بھی حیا ہے اور تمہارا سچ مچ یہی عقیدہ ہے کہ دشمن کو سزا دینی چاہیے تو پھر یا تم دنیا سے مٹ جاؤ گے یا گالیاں دینے والوں کو مٹا دو۔ اگر کوئی انسان سمجھتا ہے کہ اس میں مارنے کی طاقت ہے تو میں اسے کہوں گا اے بے شرم! تو آگے کیوں نہیں جاتا اور اس منہ کو کیوں نہیں توڑتا۔'' (الفضل 5 جون 1937ء)

ان مذکورہ بالا امور کی طرف توجہ دلانے کے بعد ہم گورنمنٹ کی توجہ ان بنیادی اجزاء اور عناصر کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں۔ جو ریاستوں اور حکومتوں میں پائے جاتے ہیں اور جو ربوہ ریاست میں بدرجۂ اتم موجود ہیں چنانچہ وہ یہ ہیں۔ سربراہ، مقننہ، عدلیہ، انتظامیہ، فوج، دار الحکومت اور بنک وغیرہ وغیرہ۔ اپنے انتظام کے بارہ میں خلیفہ کا اپنا دعویٰ یہ ہے۔ ''ان کی جماعت کا نظام ایک مضبوط سے مضبوط گورنمنٹ کے نظام کا مقابلہ کر سکتا ہے۔'' (الفضل 11 جولائی 1947ء)

اب ہم مختصراً ان مذکورہ بالا امور کے بارہ میں اگلے باب میں علیحدہ علیحدہ روشنی ڈالیں گے۔ یہاں ایک اور بات کا ذکر کرنا نہایت ضروری ہے۔ وہ قادیان میں چھوڑی ہوئی جائیداد کے بارہ میں ہے مہاجرین جو قادیان میں جائیداد چھوڑ آئے ان کو خلیفہ ربوہ نے کلیم داخل کرنے سے منع کر دیا ہے۔ جس کی وجہ سے لاکھوں روپے کے کلیم احمدیوں نے داخل نہیں کئے اور گورنمنٹ پاکستان کو اس وجہ سے لاکھوں روپے کے کم کلیم آئے کیا یہ گورنمنٹ کے حکم کی صریحاً خلاف ورزی نہیں۔

www.KitaboSunnat.com

خلافتی حکومت کا مختصراً خاکہ

اب ہم ذیل میں ربوی مملکت کے اجزائے ترکیبی کے ہر جزو پر ''خلیفہ صاحب'' کی زبان سے روشنی ڈالیں گے۔

سربراہ

ریاست میں حکومت اس نیابتی فرد کا نام ہے۔ جس کو لوگ اپنے مشترکہ حقوق کی نگرانی سپرد کرتے ہیں۔ (الفضل 15 اکتوبر 1936ء)

خلیفہ ربوہ کی اصطلاح میں اسے خلیفہ کہتے ہیں اور ایسا خلیفہ اگرچہ غلطی سے منزہ نہیں کہلا سکتا لیکن احتساب سے بالاضرور ہوتا ہے۔ خلیفہ ربوہ کے اپنے ارشاداتِ گرامی ملاحظہ فرمایئے:

''جس مقام پر ان کو کھڑا کیا جاتا ہے اس کی [illegible]رت کی وجہ سے ان پر اعتراض کرنے والے ٹھوکر سے بچ نہیں سکتے۔ (الفضل 8 جون 1926ء)

''مجھ پر سچا اعتراض کرنے والا خدا کی لعنت سے نہیں بچ سکتا اور خدا تعالیٰ اسے تباہ و برباد کر دے گا۔'' (الفضل 29 مئی 1928ء)

مقنّنہ (یعنی مجلس مشاورت)

مقنّنہ کو خلیفہ ربوہ کے نظام میں مجلس شوریٰ کہا جاتا ہے۔ یہ بھی دیگر محکمہ جات کی طرح کلیتہً خلیفہ کے ماتحت ہوتی ہے اور خلیفہ ربوہ کے نزدیک اس مجلس کی وہی پوزیشن ہے جو خلفائے راشدین میں قائم شدہ مجلس شوریٰ کو حاصل تھی۔ اس مجلس کا کام ہے کہ ان امور میں مشورہ دے جن میں خلیفہ مشورہ طلب کرے۔ اس کا کوئی مشورہ جب تک خلیفہ منظوری نہ دے اور جاری نہ فرمائے۔ صدر انجمن کے لیے واجب التعمیل نہ ہوگا۔ اس کے علاوہ ہر محکمہ کی نگرانی خلیفہ ربوہ خود کرتا ہے۔ اس ضمن میں ان کا قول ملاحظہ ہو۔ ''تمام محکموں پر خلیفہ کی نگرانی ہے۔'' (الفضل 15 نومبر

''اسے یہ حق ہے (یعنی خلیفہ کو) کہ جب چاہے جس امر میں چاہے مشورہ طلب کرے۔ لیکن اسے یہ بھی حق حاصل ہے کہ مشورہ لے کر رد کر دے۔'' (الفضل 27 اپریل 1937ء)

مقننہ کے ممبروں کی تعداد مقرر نہیں۔ اس میں دو قسم کے نمائندے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو جماعتوں کی طرف سے آتے ہیں لیکن ان کی منظوری بھی خلیفہ کی طرف سے ہوتی ہے۔ جماعت کے چنے ہوئے نمائندے خلیفہ رد کر سکتا ہے اور ان کو مقننہ میں شامل ہونے سے روک سکتا ہے۔ اس کے علاوہ خلیفہ خود جتنے افراد کو چاہے اپنی طرف سے مقننہ کا ممبر بنا سکتا ہے۔ مقننہ کے اس اجلاس میں کوئی شخص بغیر اجازت خلیفہ ہاؤس کو خطاب نہیں کر سکتا اور نہ ہی بغیر منظوری خلیفہ اس مجلس سے باہر جا سکتا ہے۔ اس ضمن میں خلیفہ کا ارشاد بغرضِ تصدیق پیش ہے:

''پارلیمنٹوں میں وزراء کو وہ جھاڑیں پڑتی ہیں جن کی حد نہیں۔ یہاں تو میں روکنے والا ہوں۔ گالی گلوچ کو سپیکر روکتا ہے۔ سخت تنقید کو نہیں۔'' (الفضل 27 اپریل 1938ء)

لیکن خلیفہ کو حق حاصل ہے کہ وہ جسے چاہے بولنے کا موقع دے اور جسے چاہے اس حق سے بالکل محروم کر دے۔

یہ مجلس صرف ایک دفعہ سال میں منعقد ہوتی ہے اور اس میں بجٹ وغیرہ کی منظوری کو اہمیت دی جاتی ہے۔ مگر بجٹ کی منظوری کے متعلق بھی خلیفہ صاحب کہہ دیا کرتے ہیں کہ بعد میں اس پر غور کر کے میں خود ہی دے دوں گا۔ یعنی اس مقننہ کو اصل میں کوئی اختیار نہیں۔

انتظامیہ

اس کے بعد ہم خلیفہ صاحب کی انتظامیہ کے بارے میں کچھ عرض خدمت کریں گے۔ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس ضمن میں خلیفہ صاحب کے ''ارشادات'' ہی نقل کر دیں جس میں اس انتظامیہ کی ضرورت اور ماہیت کا اجمالی نقشہ موجود ہے۔ خلیفہ صاحب فرماتے ہیں:

''تیسری بات تنظیم کے لیے یہ ضروری ہوگی کہ اس کے مرکزی کام کو مختلف ڈیپارٹمنٹوں میں اس طرح تقسیم کیا جائے جس طرح گورنمنٹوں کے محکمے ہوتے ہیں۔ سیکرٹری شپ کا طریق نہ ہو۔ بلکہ وزراء کا طریق ہو اور ہر ایک صیغہ کا ایک انچارج ہو۔ (الفضل 18 جولائی 1925ء)

خلیفہ صاحب کی اس انتظامیہ کو جسے صدر انجمن احمدیہ ربوہ کی اصطلاح میں نظارت کہا جاتا ہے۔ ان کے ہاں ہر ایسے وزیر کو ناظر کہا جاتا ہے۔ ایسے ناظران کی نامزدگی انخلاء۔ ترقی یا

تنزل خلیفہ کے اپنے ہاتھ میں ہے۔ نامزدگی کا اصول ملاحظہ کیجئے۔ ''ناظر ہمیشہ میں نامزد کرتا ہوں۔'' (الفضل 24 اگست 1937ء)

یہ انتظامیہ اپنے سارے کام خلیفہ کی قائم مقامی میں ادا کرتی ہے اس کے ہر فیصلہ کی اپیل خلیفہ سنتا ہے اور اس کے لیے خلیفہ کا حکم قطعی ہوتا ہے۔ یہ اپنے قواعد خلیفہ کی منظوری کے بغیر تبدیل نہیں کرسکتی اور اس کے فیصلوں کی تمام تر ذمہ داری خلیفہ پر ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ انتظامیہ خلیفہ کی نمائندہ ہوتی ہے۔ ''صدر انجمن جو کچھ کرتی ہے چونکہ وہ خلیفہ کے ماتحت ہے اس لیے خلیفہ بھی اس کا ذمہ دار ہے۔'' (الفضل 23 اپریل 1938ء)

لیکن اس انتظامیہ کو بھی خلیفہ کی برائے نام نمائندگی کا حق ہے۔ عملاً خلیفہ کی حیثیت ایک آمر مطلق کی ہے۔ خود خلیفہ صاحب فرماتے ہیں:

''ناظر یعنی (وزراء) بعض دفعہ چلا اٹھتے ہیں کہ ہمارے کام میں رکاوٹیں پیدا کی جا رہی ہیں۔'' (الفضل 27 اپریل 1938ء)

صدر انجمن احمدیہ

ہر صوبہ میں ایک انجمن ہوتی ہے۔ یہ انجمن ضلعوں کی انجمنوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ ہر ضلع کی انجمن تحصیلوں کی انجمنوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ ان کی حد بندی صدر انجمن متعلقہ انجمنوں کے مشورہ کے بعد کرتی ہے۔ (الفضل 2 اگست 1929ء)

اغراض

اس انجمن کے اغراض میں وہ سب کام شامل ہیں۔ جو خلفاء سلسلہ کی طرف سے سپرد کیے جاتے ہیں یا آئندہ کیے جائیں۔

اراکین

تمام صیغہ جات سلسلہ کے ناظر اور تمام اصحاب جنہیں خلیفہ وقت کی طرف سے صدر انجمن کا زائد ممبر مقرر کیا جائے۔ ناظر سے مراد سلسلہ کے ہر مرکزی صیغہ کا وہ افسر اعلیٰ ہے۔ جسے خلیفہ وقت نے ناظر کے نام سے مقرر کیا ہے۔

تقرر، علیحدگی ممبران صدر انجمن

خلیفہ وقت کی ہدایت کے ماتحت ممبران صدر انجمن کا تقرر اور علیحدگی عمل میں آتی ہے۔

اندرونی انتظام

صدر انجمن کے فیصلے کثرتِ رائے سے ہوتے ہیں لیکن ان کا صدر ان کو ویٹو کر سکتا ہے۔
اس وقت ربوہ میں صدر انجمن احمدیہ کی جو نظارتیں (وزارتیں) قائم ہیں ان کا ایک خاکہ درج ذیل ہے:

ناظر اعلیٰ

ناظر اعلیٰ سے مراد وہ ناظر ہے جس کے سپرد تمام محکمہ جات کے کاموں کی عمومی نگرانی ہوگی۔ اور وہ خلیفہ اور صدر انجمن احمدیہ یعنی کابینہ کے درمیان واسطہ ہوگا۔

۲۔ ناظر امور عامہ: وزیر داخلہ (فوجداری مقدمات، سزاؤں کی تنفید نیز پولیس اور حکومت سے روابط قائم کرنا اس محکمہ کا کام ہے)

۳۔ ناظر امور خارجہ: وزیر خارجہ: (اپنی ریاست ربوہ سے باہر اندرونِ ملک و بیرون ملک کارروائیاں اور سیاسی گٹھ جوڑ)

۴۔ ناظر اصلاح وارشاد: وزیر پراپیگنڈہ و مواصلات۔

۵۔ ناظر بیت المال: وزیر مال۔

۶۔ ناظر تعلیم: وزیر تعلیم۔

۷۔ نظارتِ قانون: وزیر قانون۔

۸۔ ناظر صنعت: وزیر صنعت

۹۔ ناظر زراعت: وزیر زراعت۔

۱۰۔ ناظر ضیافت: وزیر خوراک۔

۱۱۔ ناظر تجارت: وزیر تجارت۔

۱۲۔ ناظر حفاظت مرکز: وزیر دفاع (پولیس و فوج کا کنٹرول اور ربوہ و قادیان انڈیا کی حفاظت کا بندوبست)

اختیارات و فرائض ناظران

ناظران کے اختیارات و فرائض وقتاً فوقتاً خلیفہ کی طرف سے تفویض ہوتے رہتے ہیں۔ ناظروں کی تعداد خلیفہ کی طرف سے مقرر ہوتی ہے۔ صدر انجمن کے تمام فرائض وہی ہیں جو خلیفہ کی طرف سے تفویض ہیں۔ جنہیں وہ خلیفہ کی قائم مقامی کے طور پر ادا کرتی ہے۔ تمام ماتحت مجالس

خواہ مرکزی ہو یا مقامی۔قواعد کا نفاذ،خلیفہ کی منظوری کے بعد ہوتا ہے۔بجٹ خلیفہ کی منظوری سے طے اور اس کی منظوری سے جاری ہوتا ہے۔صدر انجمن کے ہر فیصلے کے خلاف بتوسط صدر انجمن خلیفہ کے پاس اپیل ہوتی ہے۔ ہر ایک معاملہ میں صدر انجمن کا اس کی ماتحت مجالس اور تمام مقامی انجمنوں کے لیے حکم قطعی ہوتا ہے۔قواعد اساسی اور ان کے متعلق نوٹوں میں تغیر و تبدل صرف خلیفہ کی منظوری سے ہوسکتا ہے اپنے قواعد وضوابط میں جو خلیفہ نے تجویز کیے ہوں صدر انجمن تبدیل نہیں کرسکتی۔صدر انجمن کو یہ اختیار حاصل نہیں کہ وہ کوئی ایسا قاعدہ یا حکم جاری کرے جو خلیفہ کے کسی حکم کے خلاف ہو یا جس سے خلیفہ کی مقرر کردہ پالیسی میں کوئی تبدیلی آتی ہو۔ ناظروں اور مفتی سلسلہ کا تقرر و ترقی و تنزل و تبدیلی و برطرفی وغیرہ صرف خلیفہ کے اختیار میں ہے۔صدر انجمن کو سلسلہ کی جائیداد وغیر منقولہ کی فروخت ہبہ، رہن و تبدیل کرنے کا بغیر منظوری خلیفہ ربوہ اختیار نہیں اور خلیفہ ربوہ ہی ناظر اعلیٰ کا قائم مقام مقرر کرتا ہے۔ ناظران اور افسران صیغہ جات کے کام کی ہفتہ وار رپورٹ خلیفہ ربوہ کی خدمت میں پیش کرے۔ ناظر اعلیٰ کا یہ فرض ہے کہ خلیفہ کی تحریری و تقریری ہدایات کے علاوہ ان کے تمام خطبات و تقاریر وغیرہ میں جو احکام و ہدایات جماعت کے نظام کے متعلق ہوں۔ان کی تعمیل کروائے۔ اسی طرح قاعدہ ہے کہ جب کوئی ناظر بہ حیثیت ناظر کسی جگہ جائے تو جماعت کا فرض ہے کہ اس کا استقبال کرے اور اس کا مناسب اعزاز کریں۔ (مذکورہ بالا تمام کوائف،قواعد صدر انجمن طبع شدہ سے لیے گئے ہیں)

عدلیہ

انتظامیہ کے علاوہ خلیفۂ صاحب کے ہاں ایک مربوط عدلیہ بھی ہے۔خلیفہ صاحب خود آخری عدالت ہیں اور وہ خود ہی ناظم قضا یا رجسٹرار مقرر کرتے ہیں اور اس کا عزل اور ترقی بھی خود ان ہی کے ہاتھ میں ہے۔

ربوہ سپریم کورٹ کے جج یا اپیل بورڈ کے ممبران کی نامزدگی بھی خلیفہ صاحب خود کرتے ہیں اور وہ جس مرحلہ پر چاہیں مقدمہ کی مسل اپنے ملاحظہ کے لیے طلب کر لیتے ہیں اور جس جج کو چاہیں مقدمہ سننے کا نااہل قرار دے دیتے ہیں۔ایسے مقدمات میں جو وکیل پیش ہوتے ہیں انہیں ناظم ہذا سے باقاعدہ اجازت نامہ دیا جاتا ہے۔اس کے بغیر خلیفہ کی عدالتوں میں کسی وکیل کو حکومت کے اجازت نامہ کے باوجود پیش ہونے کا حق نہیں دیا۔خلیفہ صاحب کا یہی ناظم قضا یا رجسٹرار مقدمہ مختلف قاضیوں کے سپرد کرتا ہے اور فیصلوں کی نقول مہیا کرنے پر جو آمدنی ہوتی ہے۔اس کو داخل خزانہ کرنے کا بھی ذمہ دار ہے۔سلسلہ احمدیہ کے فرائض دربار قضا اور فیصلہ تنازعات کی

ادائیگی کے لیے یہی محکمہ قضا ہے۔ اس میں ناظم قضا کا یہ کام بھی ہوتا ہے کہ احمدیوں کے تنازعات کے فیصلوں کے لیے مناسب انتظام کرے۔ اس کو حسب ضرورت خلیفہ کے ایماء سے قاضی اور قاضی القضاء مقرر کرنے کا اختیار ہے۔ آخری اپیل خلیفہ صاحب کے پاس ہوتی ہے۔

(الفضل 6 جنوری 1921ء)

قاضی سلسلہ سمن جاری کرنے کا مجاز ہے۔ نوٹس بھی دیتا ہے ڈگریوں کا اجراء بھی کرایا جاتا ہے۔ یک طرفہ اور ضابطہ کی کاروائیاں بھی یہاں ہوتی ہیں مثال ملاحظہ ہو:

نوٹس: بنام شیخ منظور احمد

مدعی: مستری بدرالدین معمار ساکن قادیان۔

بنام: شیخ منظور احمد ولد شیخ محمد حسین مرحوم۔

دعویٰ: اجراء ڈگری مبلغ۔

مقدمہ مندرجہ عنوان میں موکل قضا کے ۳۳/۸/۴ کو یک طرفہ ڈگری کر دی تھی۔ مدعی نے امور عامہ میں اجرا ڈگری کی درخواست ۳۳/۸/۱۴ کو دی۔ لہٰذا آپ کو بذریعہ اخبار نوٹس دیا جاتا ہے کہ مندرجہ بالا ۳۳/۱۲/۲۴ تک دفتر امور عامہ میں جمع کروایں تو بہتر ورنہ آپ کے خلاف ضابطہ کی کارروائی عمل میں لائی جائے گی۔ (الفضل 19 دسمبر 1933ء)

اس سمن کے بارہ میں سنیے:

''ملک عبدالحمید صاحب ولد غلام حسین صاحب محلّہ دارالرحمت قادیان کے خلاف چند مقدمات برائے ڈگری دائر ہیں۔ کئی دفعہ ان کے نام علیحدہ علیحدہ مقدمات میں سمن جاری کیے گئے ہیں مگر وہ تعمیل سے پہلو تہی کرتے ہیں۔ چنانچہ ۳۳/۱۲/۱ کو ایک سمن اگلے روز کی حاضری کے لیے جاری کیا گیا اس پر ملک عبدالحمید نے عذر کیا میں ۱۵ یوم کے لیے باہر جا رہا ہوں۔ لہٰذا مجبور ہوں۔ اس پر اسی وقت ان کو اطلاع بھیجی گئی کہ آپ کو اس سمن کی اطلاع یابی کے بعد باہر جانے کی اجازت نہیں۔ بلکہ اس سمن کی تعمیل واجب ہے۔ اگر واقعی آپ کو کوئی اتنا شد ضروری کام ہے جو رک نہیں سکتا تو آپ کو لازم ہے کہ درخواست پیش کر کے عدم حاضری کی اجازت حاصل کریں..... لہٰذا ان کو بذریعہ اخبار اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر وہ اس اعلان کی تاریخ سے دس روز کے اندر اندر دفتر امور عامہ میں حاضر نہ ہوئے تو سخت نوٹس لیا جائے گا۔ (ناظر امور عامہ)

(الفضل 9 دسمبر 1933ء)

خلیفہ کا عسکری نظام

اپنی ریاست قادیان کی فوجی ضروریات کی تکمیل کا ابتدائی بندوبست تو خلیفہ صاحب نے یہ کیا کہ ایک رؤیا کا سہارا لے کر جماعت کو یہ تلقین کی ٹیری ٹوریل فوج میں بھرتی جماعت کے لیے نہایت ضروری اور مفید ہے اور مجھے اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ یہ کام آئندہ جماعت کے لیے بابرکت ہوگا۔ (الفضل 6 اکتوبر 1939ء)

بار بار جماعت کے نوجوان طبقہ کو یہ بھی تحریک کی جاتی تھی۔

''احمدی نوجوانوں کو چاہیے کہ ان میں سے جو بھی شہری ٹری ٹوریل فورس میں شامل ہو سکتے ہوں شامل ہو کر فوجی تربیت حاصل کریں۔'' (الفضل 8 مارچ 1939ء)

اس کے بعد اپنی مستقل فوجی تنظیم ضروری قرار دی گئی۔ ''جیسا کہ پہلے ہی اعلان کیا جا چکا ہے۔ یکم ستمبر 1932ء سے قادیان میں فوجی تربیت کے لیے ایک کلاس کھولی جائے گی۔ جس میں بیرونی جماعتوں کے نوجوانوں کی شمولیت نہایت ضروری ہے۔ ہندوستان میں حالات جس سرعت کے ساتھ تغیر پذیر ہو رہے ہیں۔ ان کا تقاضا ہے کہ مسلمان جلد از جلد اپنی فوجی تنظیم کی طرف متوجہ ہوں اور خاص کر جماعت احمدیہ ایک لمحہ کے لیے بھی اس میں توقف نہ کرے۔ اور یہ اس طرح ممکن ہے کہ ہر مقام کے نوجوان پہلے خود فوجی سکھلائی کریں۔ پھر اپنے اپنے مقام پر دوسرے نوجوانوں کو سکھلائیں۔ اور ان کی ایسی تنظیم کریں کہ ضرورت کے وقت مفید ثابت ہوسکیں۔

(الفضل 7 اگست 1932ء)

''صدر انجمن نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ انجمن کے تمام کارکن والنٹیر کور کے ممبر ہوں گے اور مہینہ میں کم سے کم ایک دن اپنے فرائض منصبی کور کی وردی میں ادا کریں گے۔ نیز بیرونی جماعتوں کے امراء و پریذیڈنٹ بہ حیثیت عہدہ مقامی کور کے افسر اعلیٰ ہوں گے۔ ہر مقام کی احمدی جماعتوں کو اپنے ہاں کور کی بھی بھرتی لازمی ہوگی۔'' جہاں کور کے ایک سے تین دستے ہوں گے۔ جن میں سے ہر ایک سات آدمیوں پر مشتمل ہوگا۔ وہاں ہر دستہ کا ایک افسر دستہ مقرر ہوگا اور جہاں چار

دستے ہوں گے وہاں ایک پلٹون سمجھی جائے گی۔ جس پر ایک افسر دستہ کے علاوہ ایک افسر پلٹون بھی ہوگا۔ اور ایک نائب افسر پلٹون مقرر کیا جائے گا۔ جہاں چار پلٹونیں ہوں گی وہاں پر پلٹون کے مذکورہ بالا افسروں کے علاوہ ایک افسر کمپنی اور ایک نائب افسر کمپنی بنا دیا جائے گا۔

حضرت امیرالمومنین نے احمدیہ کور کو اپنی سرپرستی کے فخر سے بھی سرفراز کرنا بھی منظور فرمالیا ہے۔ (الفضل 7 اگست 1932ء)

حضور کا منشا و ارشاد اس تحریک کو نہایت باقاعدگی اور عمدگی کا ساتھ چلانے کا تھا۔ (الفضل یکم ستمبر 1932ء)

''یکم ستمبر صبح سات بجے تعلیم الاسلام ہائی سکول کی گراؤنڈ میں احمدیہ کور ٹریننگ کلاس کا آغاز زیر نگرانی حضرت صاحب زادہ کیپٹن مرزا شریف احمد صاحب ہوا۔'' (الفضل یکم ستمبر 1932ء)

یہ فوج علاوہ دوسرے کاموں کے اپنے سربراہ کی سلامی بھی اتارا کرتی تھی۔ چنانچہ ایک دفعہ مرزا شریف احمد ناظم احمدیہ کور کو بذریعہ تار خبر موصول ہوئی کہ ''خلیفہ صاحب یکم اکتوبر 1932ء صبح دس بجے یا تین بجے بعد دوپہر تشریف فرما دارالامان ہوں گے۔'' احمدیہ کور کارکنان صدر انجمن احمدیہ اور بہت سے دیگر افراد حسب الحکم حضرت میاں شریف احمد کور کی وردی میں ملبوس ہو کر ہائی اسکول کی گراؤنڈ میں جمع ہوگئے جہاں سے مارچ کرا کر بٹالہ والی سڑک پر کھڑے کر دیئے گئے۔ خلیفہ صاحب تشریف لائے۔ فوج نے فوجی طریقہ پر سلامی اتاری۔ ''حضور نے ہاتھ کے اشارے سے فوجی سلام کا جواب دیا۔'' (الفضل 14 اکتوبر 1932ء)

اس فوج کا اپنا ایک خاص جھنڈا بھی تھا جو سبز رنگ کے کپڑے کا تھا۔ اور اس پر منارۃ المسیح بنا کر ایک طرف اللہ اکبر اور دوسری طرف ''عباداللہ'' لکھا ہوا تھا۔ جو اس فوج کا اصلی نام تھا۔ یہی وہ فوج تھی جو Camp وغیرہ کرنے دریائے بیاس کے کنارے بھی بھیجی گئی تھی۔

(الفضل 14 ستمبر 1933ء)

یاد رہے دریائے بیاس کا ہی وہ رنگین اور پر بہار کنارہ تھا جہاں خلیفہ صاحب اپنی مستورات اور دیگر نامحرم لڑکیوں کو لے جا کر چاند ماری کی مشق کرایا کرتے تھے۔

جبری بھرتی

اس فوج کے لیے خلیفہ صاحب نے جبری بھرتی کا اصول اختیار کیا تھا۔ ''امور عامہ کو توجہ دلاتا ہوں کہ میرا فیصلہ یہ ہے کہ پندرہ سال کی عمر سے لے کر پینتیس سال کی عمر تک کے تمام

نوجوانوں کو اس میں جبری طور پر بھرتی کیا جائے۔" (الفضل 5 اکتوبر 1933ء)

اس فوج کی باقیات الصالحات تھی جس کے باوردی والنٹیرز نے سرڈگلس ینگ کو جو اس وقت پنجاب ہائی کورٹ کے چیف جسٹس تھے۔ کا استقبال کیا تھا۔ (الفضل 6 اپریل 1939ء) لاہور جا کر پنڈت جواہر لال نہرو کو بھی سلامی دی تھی۔

ابتدا میں ناظر صاحب امور عامہ نے اس فوج کی کمان سنبھالی تھی۔ لیکن جلد ہی خلیفہ صاحب کی بارگاہ سے اس بارہ میں سرزنش آ گئی۔ "کمانڈر انچیف اور وزارت کا عہدہ کبھی بھی اکٹھا نہیں ہوا۔ (الفضل 5 اپریل 1933ء)

اس فوجی تنظیم کے قیام پر خلیفہ صاحب کو اتنا ناز تھا کہ سرکاری گزٹ الفضل نے ایک موقعہ پر لکھا کہ حضور نے احمدیہ کور کی جو سکیم آج سے تقریباً پانچ سال پہلے تجویز فرمائی تھی اس کی اہمیت اور افادیت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ عام اقوام تو الگ رہیں اس وقت بعض بڑی بڑی حکومتیں بھی اپنی قوت مدافعت میں اضافہ کرنے کے لیے بعض ایسے احکام نافذ کر رہی ہیں کہ جو اس تحریک کے اجزاء ہیں۔" (الفضل 12 اگست 1939ء)

اگر قادیانی خلافت کا مقصد محض اشاعت اسلام تھا۔ تو اس مقدس مقصد کے لیے تصنیفی تالیفی اور اشاعتی ادارے قائم ہوتے نہ کہ فوجی تربیت پر زور دیا جاتا۔ اور اس کے لیے ایک باقاعدہ عسکری نظام قائم کیا جاتا۔ اصل میں خلیفہ صاحب کے لاشعور میں بادشاہ بننے کی آرزویں انگڑائیاں لے رہی تھیں۔ "اشاعت اسلام" کا نعرہ مخصوص دھوکے کی ٹٹی تھی کیونکہ قادیانی عوام کالانعام سے روپیہ وصول کرنے کا اور کوئی طریق نہیں تھا۔ اسلام کے نام پر حاصل کیا ہوا روپیہ ہوسِ اقتدار کی تسکین پر صرف ہو جاتا۔ یہ طرز عمل نہ صرف ان کی نیت اور ارادے کی غمازی کرتا ہے۔ بلکہ ان کے سیاسی منصوبوں کو بھی طشت از بام کرتا ہے۔ اپنے عسکری مقاصد کے حصول کے لیے خدام الاحمدیہ قائم کی گئی۔ اس کا باقاعدہ ایک پرچم بنایا گیا۔ اس کے متعلق خلیفہ صاحب فرماتے ہیں:

"خدام الاحمدیہ میں داخل ہونا اور اس کے مقررہ قواعد کے ماتحت کام کرنا ایک اسلامی فوج تیار کرنا ہے۔" (الفضل 17 اپریل 1939ء)

یہ تنظیم مع پرچم اب بھی موجود ہے۔ پھر خلیفہ صاحب فرماتے ہیں:

میں نے ان ہی مقاصد کے لیے جو خدام الاحمدیہ کے ہیں۔ نیشنل لیگ کو تیار کرنے کی اجازت دی تھی۔ پھر جس قدر احمدی برادران کسی فوج میں ملازم ہیں۔ خواہ وہ کسی حیثیت میں ہوں۔ ان کی [illegible] تیار کروائی جائیں۔ (الفضل 10 اپریل 1938ء)

اسی طرح جماعت کو یہ حکم دیا کہ ''جو احباب بندوق کا لائسنس حاصل کر سکتے ہیں وہ لائسنس حاصل کریں اور جہاں تلوار رکھنے کی اجازت ہے وہ تلوار رکھیں۔

(الفضل 22 جولائی 1930ء)

امن پسندانہ اشاعت اسلام کی دعویدار جماعت کی قادیان میں احمدیہ کور ایک خالص فوجی تنظیم تھی۔ برعظیم کا ہر احمدی باشندہ عمر 15 سال سے 40 سال تک اس کا جبری ممبر بنایا گیا۔ ٹیرٹوریل فورس میں انگریزی حکومت کی طرف سے فوجی تربیت یافتہ پھر 8/15 پنجاب رجمنٹ میں احمدیہ کمپنیوں کا ہونا اور تمام احمدی جوانوں کو فوج میں بھرتی ہو جانے کا حکم کن مقاصد کے لیے تھا سندھ میں حُر تحریک، احمدیہ کمپنیوں کے فوجیوں کے گولہ بارود سے ہی کیوں کچل دیا گیا تقسیم ملک کے بعد سیالکوٹ جموں سرحد پر ان ہی احمدیہ کمپنیوں کے ریلیز شدہ سپاہی منظم طور پر کیوں پہنچ گئے اور ان کو دھڑا دھڑ اسلحہ کہاں سے ملتا رہا۔ فرقان فورس احمدیہ کشمیر میں کیوں کھڑی کی گئی اور خلیفہ صاحب نے اپنی جماعت کی فوجی تنظیم اور محاذ جنگ کا خود ملاحظہ کیونکر کیا؟

اس فوج کو استعمال کرنے کے لیے خلیفہ صاحب فرماتے ہیں ''انڈین یونین کا مقابلہ کوئی آسان بات نہیں مگر انڈین یونین چاہے صلح سے ہمارا مرکز ہمیں دے چاہے جنگ سے دے ہم نے وہ مقام لینا ہے اور ضرور لینا ہے۔ اگر جنگ کے ساتھ ہمارے مرکز کی واپسی مقدر ہے۔ تب بھی ضروری ہے کہ آج ہی سے ہر احمدی اپنی جان قربان کرنے کے لیے تیار رہے۔''

(الفضل 30 اپریل 1948ء)

اب اس اقتباس کو ملاحظہ فرمائیے کہ کس طرح خلیفہ ربوہ انڈین یونین جو ایک بہت بڑی حکومت ہے اس کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے کس طرح تیار ہو رہے ہیں۔ نیز کسی حکومت کے بنیادی عناصر سے اس کے Base مرکز اور دارالخلافہ کا مسئلہ بھی ہے اور خلیفہ صاحب نے 13 اگست 1948ء کو جبکہ پاکستان قائم ہوئے ابھی سال بھی نہیں گزرا تھا۔ اپنے عزائم حشر بپا پر ایک ہیجان خیز خطبہ دیا اور فرمایا:

''یاد رکھو تبلیغ اس وقت تک کامیاب نہیں ہوسکتی۔ جب تک ہماری Base مضبوط نہ ہو پہلے Base مضبوط ہو تو تبلیغ مضبوط ہوسکتی ہے .... بلوچستان کو احمدی بنایا جائے تاکہ ہم کم از کم ایک صوبہ کو تو اپنا کہہ سکیں..... میں جانتا ہوں کہ اب یہ صوبہ ہمارے ہاتھوں میں سے نکل نہیں سکتا۔ یہ ہمارا ہی شکار ہوگا۔ دنیا کی ساری قومیں مل کر بھی ہم سے یہ علاقہ چھین نہیں سکتیں۔

(الفضل 13 اگست 1948ء)

یہ واقعہ اخبارات میں آچکا ہے۔ لیکن بہت کم لوگ اس حقیقت سے آگاہ ہوں گے کہ خلیفہ کا یہ عسکری پلان بہت پرانا ہے۔ تقسیم ملک سے پہلے آپ کی نظر ضلع گورداسپور پر تھی۔ خلیفہ صاحب کہتے ہیں:

''گورداسپور کے متعلق میں نے غور کیا ہے اگر پورے زور سے کام کریں تو ایک سال میں فتح کر سکتے ہیں...... اس وقت ڈائنامیٹ رکھا جا چکا ہے اور قریب ہے کہ مخالفت کا قلعہ اڑا دیا جائے۔ اب صرف دیا سلائی دکھانے کی دیر ہے۔ جب دیا سلائی دکھائی گئی۔ قلعہ کی دیوار پھٹ جائے گی اور ہم داخل ہو جائیں گے۔ (الفضل 12 مارچ 1931ء)

پھر فرماتے ہیں:

''مردم شماری کے دنوں میں گورنمنٹ بھی جبراً لوگوں کو اس کام پر لگا سکتی ہے۔ اگر کوئی انکار کرے تو سزا کا مستوجب ہوتا ہے۔ پس میں بھی ناظروں کو حکم دیتا ہوں کہ جسے چاہیں مدد کے لیے پکڑ لیں مگر کسی کو انکار کا حق نہ ہوگا۔ اور اگر کوئی انکار کرے تو میرے پاس اس کی رپورٹ کریں۔'' (الفضل 12 جون 1922ء)

انہی مقاصد کے پیش نظر قادیان اور ماحول قادیان کا نقشہ بھی تیار کروایا گیا۔ ''ایک تو جماعت کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ اور نہیں تو اس ضلع (گورداسپور) کو تو اپنا ہم خیال بنا لیں۔ احمدیوں کے پاس کوئی ایسی جگہ نہیں۔ جہاں وہ ہی ہوں اور دوسروں کا کچھ اثر نہ ہو احمدیوں کے پاس ایک چھوٹے سے چھوٹا ٹکڑہ بھی نہیں ہے۔ جہاں احمدی ہی احمدی ہوں کم از کم ایک علاقہ کو مرکز بنالو۔ اور جب تک اپنا مرکز نہ ہو جس میں کوئی غیر نہ ہو۔ اس وقت تک تم مطلب کے مطابق امور جاری نہیں کر سکتے۔ ایسا علاقہ اس وقت تک ہمیں نصیب نہیں ہوا جو خواہ چھوٹے سے چھوٹا ہو مگر اس میں غیر نہ ہوں جب تک یہ نہ ہو اس وقت تک ہمارا کام بہت مشکل ہے۔''

(الفضل 12 جون 1922ء)

یہ ہے وہ منصوبہ جو خلیفہ صاحب کے ذہن پر مسلط تھا۔ کیا خالص اشاعت اسلام کرنے والی جماعت کو ایسے علاقے مطلوب ہیں خواہ بڑے پیمانے پر خواہ چھوٹے پیمانے پر کچھ علاقے ہوں جو بلا شرکت غیر کلیۃً ان کی ملکیت ہوں۔ کیا حضرت محمد مصطفی ﷺ نے اپنے لیے ایسے صدر مقام کی تلاش کی تھی جس میں کوئی غیر نہ ہو۔ جہاں سے وہ تبلیغ اسلام کے کام کو جاری رکھ سکیں۔ پس یہ کام ''جس کی تکمیل کے خلیفہ صاحب متمنی تھے کہ ان کو ایسی جگہ مل جائے جہاں وہ ہی ہوں۔ ان کا قانون وہاں چل سکے۔ اور اپنی ریاست کا قیام عمل میں لایا جا سکے اور قادیان میں بھی اس لحاظ سے

کامیابی کا حصول اپنے لیے مشکل سمجھتے تھے مگر ربوہ میں ان کو یہ بات میسر آ گئی وہ یہ "ریاست" اپنی پوری شان سے قائم کر چکے ہیں۔ کیونکہ اس میں سوائے ان کے قادیانی مریدوں کے اور کوئی آباد نہیں۔ پاکستان میں صرف ایک حصہ ہے۔ جس میں ایک ہی فرقے کے لوگ بستے ہیں اور وہ ایک آہنی تنظیم میں جکڑے ہوئے ہیں۔ ظاہر ہے ملک کا قانون ان کے لیے حرف غلط سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ ایسی آئین سوز کیفیت کو مدنظر رکھتے ہوئے صوبائی پریس ایک عرصہ سے یہ مطالبہ کر رہا ہے کہ ربوہ کو کھلا شہر" قرار دیا جائے یعنی اس میں دوسرے لوگ ایک عمرانی منصوبے کے ماتحت بسائے جائیں۔ تا کہ محمودی آمریت قانون کے رستے میں حائل نہ ہو سکے۔ لیکن ابھی تک یہ مطالبہ صدا بالصحرا ثابت ہو رہا ہے۔

نظامِ بنکاری

ربوہ میں سٹیٹ بنک آف پاکستان کے بالمقابل مرزا محمود کی زیرِ نگرانی ایک غیر منظور شدہ بنک بھی جاری ہے۔ جسے خلیفہ صاحب کی خود ساختہ اصطلاح میں ''امانت فنڈ''[1] کہا جاتا ہے۔ ربوہ کے اس جعلی بنک کی طرف سے باقاعدہ چیک بک اور پاس بک بھی جاری کی جاتی ہے جن کا ڈیزائن عام مروجہ بنکوں کی چیک بکوں اور پاس بکوں سے ملتا جلتا ہے سطحی نظر سے کوئی شخص ان کے متعلق یہ گمان نہیں کرسکتا کہ یہ چیک بک یا پاس بک کسی جعلی اور گورنمنٹ کے غیر منظور شدہ بنک کی ہے۔ اس بنک کے متعلق بعض اعلانات پڑھیے:

''چالیس سال سے قائم شدہ صیغۂ امانت صدر انجمن احمدیہ اس صیغہ کو حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کی بابرکت سرپرستی کے علاوہ بفضلہٖ تعالیٰ اس وقت مشہور انگلش بنک سے تربیت یافتہ ٹرینڈ اور مخلص نوجوانوں کی خدمات حاصل ہیں۔ آپ کا یہ قومی امانت فنڈ اس وقت خدا کے فضل و رحم سے ملکی بنکوں کے دوش بدوش اپنے حساب دارانِ امانت کی خدمت پورے اخلاص اور محنت سے سرانجام دے رہا ہے۔ تقسیم ملک کے بعد اس صیغہ نے جو شاندار خدمات سرانجام دی ہیں وہ بھی آپ سے پوشیدہ نہیں۔ اس لیے اب آپ کو اپنا فالتو روپیہ ہمیشہ صیغۂ امانت صدر انجمن احمدیہ میں ہی جمع کروانا چاہیے۔ (الفضل 19 مارچ 1957ء)

''کیا آپ کو علم ہے کہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان کے خزانہ میں احباب اپنی امانت ذاتی کا حساب کھول سکتے ہیں اور جو روپیہ اس طرح پر جمع ہو وہ حسب ضرورت جس وقت بھی حساب دار چاہے واپس لے سکتا ہے۔ جو روپیہ احباب کے پاس بیاہ شادی، تعمیر مکان، بچوں کی تعلیم یا کسی اور ایسی ہی غرض کے لیے جمع ہو اس کو بجائے ڈاک خانہ یا دوسرے بنکوں میں رکھنے کے خزانہ صدر

---

1. اقلیت دیے جانے کے بعد مجھے علم نہیں کہ آیا امانت فنڈ کا صیغہ ہے یا بند ہوگیا ہے ممکن ہے اب یہ صیغہ مرکز انگلستان میں جاری ہو۔

انجمن احمدیہ میں جمع کرانا چاہیے۔" (الفضل 10 فروری 1938ء)

ملاحظہ ہو کس طرح کھلم کھلا گورنمنٹ کے ڈاک خانوں اور بنکوں میں روپیہ جمع کرنے سے لوگوں کو روکا گیا۔ ہمارے خیال میں کسی بڑے سے بڑے بنک نے بھی یہ جرأت نہیں کی ہوگی کہ وہ لوگوں کو یہ تلقین کرے کہ رقم صرف اسی ایک بنک میں جمع کرائی جائے۔

یہ بنک خلیفہ صاحب کی ریاست کو بوقت ضرورت روپیہ مہیا کرتا ہے خود خلیفہ صاحب اور ان کے عزیزوں کو (Overdraft) کے ذریعہ متعدد بار رقمیں مہیا کر چکا ہے۔ اس وقت خلیفہ صاحب اور ان کا خاندان اسی بنک سے مبلغ سات لاکھ روپے کی رقم لے چکے ہیں۔ اسی بنک کی سیاسی افادیت کا حال بھی خلیفہ صاحب کی زبانی سنیئے: اس کے علاوہ اس کے ذریعہ احرار کو خطرناک شکست ہوئی۔" (الفضل 13 جنوری 1937ء)

نیز فرمایا:

"اگر دس بارہ سال تک ہماری جماعت کے لوگ اپنے نفسوں پر زور ڈال کر اس میں روپیہ جمع کرواتے رہیں تو خدا تعالیٰ کے فضل سے قادیان...... اور اس کے گرد و نواح میں ہماری جماعت کی مخالفت 95 فیصد کم ہو جائے۔" (الفضل 13 جنوری 1937ء)

پس کس طرح قادیان اور اس کے ماحول کو سنبھالنے کی اس بنک کے ذریعہ تجاویز مرتب کی گئیں اور پھر کس طرح احرار کو اسی بنک کی طاقت سے شکست دی گئی۔ کیا یہی بنک کل کسی اور کو شکست دینے کے لیے استعمال نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ خلیفہ صاحب خود فرماتے ہیں۔ "ہم اس روپیہ سے تمام وہ کام کر سکتے ہیں جو حکومتیں کیا کرتی ہیں۔" (الفضل 10 فروری 1938ء)

اور پھر بالفاظ "خلیفہ صاحب:

"میں اس مد (امانت تحریک) کی تفصیلات کو بیان نہیں کر سکتا۔"

(الفضل 13 جنوری 1937ء)

"اور یہ بھی یاد رکھیے کہ امانت فنڈ کی تحریک الہامی تحریک ہے۔"

(الفضل 18 فروری 1937ء)

صیغہ امانت "بنک" ہے۔ لیکن بنک کی سی کوئی ذمہ داری اس پر عائد نہیں ہوتی ہے لیکن یہ ایسا بنک ہے جس کا نام امانت فنڈ ہے۔ جو اگر ضائع ہو جائے تو امین اس کا شرعاً ذمہ دار نہیں ہوتا۔ تقسیم ہند کے بعد جن احمدی احباب کے اکونٹ قادیان میں امانت فنڈ میں تھے ان کو کچھ نہیں ملا تھا حالانکہ وہ تمام رقم مرزا محمود کے ذاتی ہوائی جہاز کے ذریعہ پاکستان لائی گئی تھی۔ صیغہ امانت

میں گورنمنٹ کے افسروں کے کھاتے کھلے ہیں۔ ہم محکمہ انکم ٹیکس والوں کو بھی توجہ دلاتے ہیں کہ وہ بھی اس امر کی چھان بین کرے انہیں بڑی مفید معلومات حاصل ہوں گی۔ اور وہ تمام لوگ جو گورنمنٹ ٹیکسوں سے بچنے کے لیے بنکوں کی بجائے یہاں روپیہ رکھتے ہیں منظر عام پر آ جائیں گے اور گورنمنٹ ملازم جن کے لیے اپنی مالی پوزیشن کو صاف رکھنا ضروری ہے ان کے متعلق تمام کوائف طشت ازبام ہو جائیں گے۔ بنکاری کا معاملہ بڑا سنگین معاملہ ہے۔ اگر کوئی بنک بیٹھ جائے تو کتنے لوگ برباد ہو جاتے ہیں۔ پیپلز بنک جب دیوالیہ ہوا تھا تو کس طرح ملک میں کہرام مچ گیا تھا۔ بنک تو بند ہو گیا مگر ان بیواؤں اور یتیموں کا رونا کسی طرح بند نہ ہوا جن کا روپیہ اس میں امانت پڑا ہوا تھا۔ گورنمنٹ نے اس کا کیا انسداد کیا ہے۔ اگر ''خلیفہ صاحب'' کی بے تدبیری اور بڑھتے ہوئے اخراجات کی اور آئے دن کی اوور ڈرافٹس (Overdrafts) اور صیغۂ امانت سے قرض کے نام پر نکلوائی ہوئی بھاری رقوم سے یہ بنک دیوالیہ ہوگا جس کا دیوالیہ ہو جانا ایک یقینی امر ہے تو امانت والوں کا کیا بنے گا۔ پاکستان کے شہریوں کے اموال کی حفاظت کا کیا بندوبست کیا ہے۔ حکومت کو اس حقیقت سے آگاہ ہونا چاہیے کہ ربوہ کا یہ بنک ''خلیفہ صاحب'' کی بے اعتدالیوں کے باعث شدید مالی بحران کا شکار ہے۔ اور اس کے کل سرمایہ میں سے جو تقریباً ۲۳ لاکھ روپیہ ہے ۱۸ لاکھ روپے کی گراں قدر رقم عملاً خورد برد کی جاچکی ہے۔ اگر اس بنک کا کوئی باقاعدہ میزانیہ تیار کروایا جائے تو حکومت کو خود علم ہو جائے گا کہ یہ عملاً دیوالیہ ہو چکا ہے اور اس کے واجبات زیادہ اور اثاثہ اس کے بالمقابل برائے نام ہے۔

مخفی اخراجات

حکومت کو بعض اوقات مخفی طور پر بعض اخراجات برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ خلیفہ صاحب کے ریاستی بجٹ میں بھی یہ مد موجود ہے۔ خلیفہ صاحب خود فرماتے ہیں۔ ''صرف ایک مد خاص ایسی ہے۔ جس کے اخراجات مخفی ہوتے ہیں مگر میں ان کے متعلق بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ ان مخفی اخراجات کی مد میں سے جو بعض دفعہ خبر رسانیوں اور ایسے ہی اور اخراجات پر جو ہر شخص کو بتائے نہیں جاسکتے۔ خرچ ہوئے ہیں۔ (الفضل 2 جولائی 1937ء)

آزادیٔ رائے پر پہرے

آمرانہ حکومتوں میں آزادیٔ رائے عنقا ہوتی ہے۔ ایسا ہونا آمریت کے مزاج کے مطابق ہے بلکہ وہاں افکار پر سنگین پہرے ہوتے ہیں۔ ہٹلر کے دورِ اقتدار میں کوئی جرمن باشندہ آزادی سے سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں سے بڑے بڑے مفکر اور سائنس دان بھاگ کر جمہوری ملکوں میں آباد ہو گئے تھے جاپان میں دوسری عالمگیر جنگ سے پہلے شاہ میکاڈو کی حکومت میں پولیس کا ایک حصہ تھا۔ جس کو (Thought Police) کہتے تھے۔ اس کا یہ فرض تھا کہ وہ ملک میں گفتار و کردار کے علاوہ افکار کا جائزہ لیتی رہے۔ یہی حال قادیانی میکاڈو کا ہے۔ یہ بھی اپنی مملکت میں کسی کو نہ سوچنے دیتا ہے۔ نہ ہی کسی کو یہ اجازت ہے کہ وہ آزادانہ طور پر تصنیفی یا تالیفی کام کرے۔ ان کے ہاں اس (Thought Police) کو نظارتِ تالیف و اشاعت کہتے ہیں۔ بظاہر یہ کتنی بھلی اصطلاح ہے۔ حالانکہ اس کا اولین فرض ہے کہ تالیف اور اشاعت پر قفل لگا دے۔ اگر اس کو نظارتِ تعزیر و احتساب کہا جاتا تو زیادہ صحیح ہوتا۔ قاعدہ یہ ہے کہ ''تمام وہ لٹریچر جو احمدی احباب تصنیف فرما دیں۔ اگر وہ کسی موضوع پر ہو تو محکمہ تالیف و اشاعت میں روانہ فرما دیں اور محکمہ مذکورہ بعد ملاحظہ و تصحیح ضرور یہ اسے اشاعت کے لیے منظور کرے اور کوئی کتاب یا رسالہ بغیر محکمہ مذکورہ کے پاس کرنے کے احمدیہ لٹریچر میں شائع نہیں ہو سکتا۔''

(الفضل 18 مئی 1922ء)

''اسی طرح مجلس معتمدین صدر انجمن احمدیہ نے بمنظوری حضرت خلیفۃ المسیح بذریعہ ریزولیوشن نمبر ایک 1928ء یہ فیصلہ کیا تھا کہ سلسلہ کی طرف سے کوئی کتاب ٹریکٹ وغیرہ بغیر منظوری نظارت تالیف و اشاعت چھپنے اور شائع ہونے نہ پائے۔ اگر اس کی خلاف ورزی ہوئی تو اس کتاب کی اشاعت بند کر دی جائے گی۔'' (الفضل 29 جنوری 1933ء)

چنانچہ ان تجاویز پر عمل شروع کر دیا گیا۔ المبشر نام سے قادیان سے ایک رسالہ نکلتا تھا

جس کے ایڈیٹر ایک مشہور قادیانی صحافی تھے۔لیکن ریاست محمودیہ کے نزدیک بعض نقائص ایسے تھے کہ ان کے ہوتے ہوئے "المبشر" کو مرکز سلسلہ سے شائع کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی تھی۔"
(الفضل 28 اگست 1937ء)

"اسی طرح اعلان کیا گیا کہ کتاب بیان المجاہد (جو مولوی غلام احمد سابق پروفیسر جامعہ احمدیہ وتعلیم السلام کالج") نے شائع کی ہے کوئی صاحب اس وقت تک نہ خریدیں جب تک نظارت دعوۃ وتبلیغ کی طرف سے اس کی خریداری کا اعلان نہ ہو۔" (الفضل 10 ستمبر 1933ء)

ایک ٹریکٹ کے متعلق اعلان کیا گیا کہ "اس ٹریکٹ کو ضبط کیا جاتا ہے اور اعلان کیا جاتا ہے کہ جس صاحب کے پاس یہ ٹریکٹ موجود ہو۔وہ اسے فوراً تلف کردیں۔اور شائع کرنے والے صاحب سے جواب طلب کیا گیا ہے اور انہیں ہدایت کی گئی ہے کہ جس قدر کاپیاں اس ٹریکٹ کی ان کے پاس ہوں وہ سب تلف کردی جائیں۔" (الفضل 7 دسمبر 1933ء)

جب نظارت تالیف وتصنیف کو اس ٹریکٹ کی اشاعت کا علم ہوا تو اس نے اس کی اشاعت ممنوع قرار دے دی اور اسے بحق جماعت ضبط کرکے تلف کردینے کا حکم دے دیا۔نیز ٹریکٹ شائع کرنے والے سے جواب طلب کیا۔" (الفضل 4 دسمبر 1934ء)

غور فرمائیے کہ اب ریاست کے مکمل ہونے میں کوئی شک باقی رہ جاتا ہے۔خلیفہ صاحب فرماتے ہیں۔"اب تک تین رسالوں کو میں اس جرم میں ضبط کرچکا ہوں۔"
(الفضل 4 مارچ 1936ء)

اس سلسلہ میں خلیفہ صاحب کی ریاست کی سیاست کا سب سے گندہ پہلو یہ ہے کہ جن کتب اور اخبارات کو ضبط نہیں کرسکتے یا کرواسکتے۔ان کے متعلق اپنی "رعایا" یا مریدوں کو یہ ارشاد ہوتا ہے کہ وہ اسے پڑھیں نہیں۔کیا ایک مذہبی، دینی اور تبلیغی جماعت جنہوں نے دوسروں تک اپنی بات پہنچانی ہوتی ہے۔ان کی طرف سے تعزیری اقدام ان کے لیے باعث فخر ہوسکتے ہیں چنانچہ روزنامہ "نوائے پاکستان" جو وقتاً فوقتاً "خلیفہ صاحب" کے متعلق بعض اہم حقائق کو منظر عام پر لاتا رہتا ہے۔خلیفہ صاحب نے اپنے ہوم سیکرٹری (ناظر امور عامہ) کے ذریعہ اس اخبار کے بائیکاٹ کا اعلان کردیا۔اس سے پہلے جلسہ سالانہ 1956ء کے موقعہ پر اعلان ہوچکا ہے کہ حقیقت پسند پارٹی کا شائع کردہ لٹریچر کوئی احمدی نہ پڑھے۔ بلکہ پھاڑ کر پھینک دے۔یا خلیفہ صاحب کے ہوم سیکرٹری یا محکمہ حفاظت مرکز کے پاس بحفاظت پہنچادیں۔(الفضل 7 اپریل 1957ء)

خلیفہ صاحب اپنے دارالخلافہ میں جس طرح لوگوں کو اپنی ریاست کا مطیع اور فرمان بردار

بنا رکھا ہے۔ باشندگان ربوہ یہ یقین رکھتے ہیں کہ ان کے حاکم اعلیٰ ان کے ''خلیفہ صاحب'' ہیں۔ حکومت بھی ان کو ''خلیفہ'' کے چنگل سے نہیں بچا سکتی۔ ان کے سامنے قادیان سے لے کر ربوہ تک کی مثالیں موجود ہیں۔ کہ حکومتی نظام سنگین واردات کی کھوج لگانے میں ناکام رہا۔ اگر کھوج لگا سکا تو عدالت میں جا کر مقدمات فیل ہو گئے۔

خلیفہ کی خروجی تدابیر

سیاست کاری اور سیاست بازی ''خلیفہ محمود'' کا اوڑھنا بچھونا تھا مذہب یا تو محض زیب داستان کے لیے تھا یا اس کا مصرف سیاست کی پردہ داری تھا۔ اگر بغور مطالعہ کیا جائے اور ان کے اعلانات کا نفسیاتی تجزیہ کیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ محراب و منبر کے سیاق وسباق میں پناہ گزین ہو کر وہ سیاست کا کھیل کھیلتے تھے۔ وہ سیاست کی سربلندیوں سے سرفراز تو ہونا چاہتے تھے مگر اس کی ابتلاء انگیزیوں کے حریف نہیں ہو سکتے اس واسطے ان کا نظریہ خروج پہلو دار باتوں میں ملفوف ہو کر ان کے مریدوں کے سامنے آتا ہے۔ مثلاً وہ اکثر کہا کرتے ہیں۔ ''ہم قانون کے اندر رہتے ہوئے اس کی روح کو کچل دیں گے۔'' ایسے ہی مقاصد کے لیے یہ دفتر امور عامہ ایسے احمدی افسران جو گورنمنٹ یا ڈسٹرکٹ بورڈوں یا فوج یا پولیس، سول بجلی، جنگلات، تعلیم وغیرہ کے محکموں میں کام کرتے ہیں۔ ان کے مکمل پتے مہیا رکھتا ہے۔ (الفضل 8 نومبر 1932ء)

کبھی ان پر سیاست کا ایسا جنون مسلط ہو جاتا ہے کہ وہ حزم و احتیاط کے سارے پردے چاک کر کے برملا کہہ دیتے ہیں:

''پس وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ ہم میں سیاست نہیں وہ نادان ہیں وہ سیاست کو سمجھتے ہی نہیں۔ جو شخص یہ نہیں مانتا کہ خلیفہ کی بھی سیاست ہے وہ بیعت ہی کیا کرتا ہے اس کی کوئی بیعت نہیں۔ دراصل بات تو یہ ہے کہ ہماری سیاست گورنمنٹ کی سیاست سے بھی زیادہ ہے پس اس مسئلہ کو اگر میں نے بار بار بیان نہیں کیا تو اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ میں نے اس سے جان بوجھ کر اجتناب کیا۔ آپ لوگوں کو یہ بات خوب سمجھ لینی چاہیے کہ خلافت کے ساتھ ساتھ سیاست بھی ہے۔ اور جو شخص یہ نہیں مانتا وہ جھوٹی بیعت کرتا ہے۔'' (الفضل 3 اگست 1926ء)

اسی دھن میں خروجی عزائم کو یوں بے نقاب کر جاتے ہیں:

میرا یہ خیال ہے کہ ہم حکومت سے صحیح تعاون کر کے جس قدر جلد حکومت پر قابض

ہو سکتے ہیں عدم تعاون سے نہیں اگر ہم کالجوں اور سکولوں کے طلباء کے اندر یہ روح پیدا کر دیں تو جوان میں سے ملازمت کو ترجیح دیں اور اس غرض سے ملازمت کریں کہ اپنی قوم اور اپنے ملک کو فائدہ پہنچائیں گے تو یہ لوگ چند ماہ میں ہی حکومت کو اپنی آزاد رائے اور بے دھڑک مشورے سے مجبور کر سکتے ہیں کہ وہ ہندوستانی نقطہ نگاہ کی طرف مائل ہو بے شک ایسے لوگوں کی ملازمت خطرہ میں ہوگی۔ مگر جب یہ لوگ ملازم ہی اس خطرہ کو مدنظر رکھ کر ہوئے ہوں گے ان کے دل اس بات سے ڈریں گے نہیں دوسرے کوئی گورنمنٹ ایک وقت میں ہزاروں لاکھوں ملازموں کو اس جرم میں الگ نہیں کر سکتی۔ کہ تم کیوں سچائی سے اصل واقعات پیش کرتے ہو اگر پولیس کے محکمہ پر ہی ایسے حب الوطنی سے سرشار لوگ قبضہ کر لیں تو حکومت ہند میں بہت کچھ اصلاح ہو سکتی ہے۔"

(الفضل 18 جولائی 1925ء)

جب اس شاطر سیاست کے خفیہ اڈوں پر حکومت چھاپہ مارتی ہے تو یہ اسلحہ اور کاغذات کمال ہوشیاری سے زیر زمین دفن کر دیتا ہے۔ قادیان کی سرزمین میں فسادات کے موقعہ پر احمدی نوجوانوں اور سابق فوجیوں کے ہاتھوں جو ماڈرن اسلحہ مہیا کیا اور ان کی فوجی گاڑیاں حرکت میں آئیں۔ تو اس پر حکومت کی طرف سے یک دم چھاپہ پڑا۔ جس کی اطلاع قبل از وقت خلیفہ کو نہ ہو سکی۔ کیونکہ وہاں احمدی سی آئی ڈی ناکام رہی۔ لیکن خلیفہ کی اپنی اہرمنی فراست ان کے کام آئی کیونکہ جب پولیس سر پر آ گئی تو اس "مقدس، پاکباز، ملہم، مصلح دوراں" نے اپنی مستورات کی چھاتیوں پر خفیہ دستاویزات باندھ کر کوٹھی دارالسلام (قادیان) بھجوا دیں اور قادیانی فوجیوں نے فوراً اسلحہ زیر زمین کر دیا۔ 1953ء کے فسادات اور پھر مارشل لاء کے اختتام پر جب گورنمنٹ نے یہ فیصلہ کیا کہ ربوہ کے فوجی اور ربوی پولیس کے دفاتر اور قصر خلافت پر چھاپہ مارا جائے تو یہ خبر دو دن قبل ربوہ پہنچ گئی۔ خفیہ اور ضروری کاغذات جن پر خلیفہ صاحب کے دستخط تھے۔ ان کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ایک حصہ تلف کر دیا گیا اور دوسرا حصہ چناب ایکسپریس پر سندھ روانہ کر دیا گیا۔ جب پولیس دفتر کی تلاشی لے رہی تھی۔ خفیہ کاغذات قادیانی اسٹیشنوں میں چھپائے جا رہے تھے۔ خلیفہ صاحب ہر اس فرد کو بغاوت کا حق دیتے ہیں۔ جس نے دل سے اور عمل سے حکومت وقت کی اطاعت نہ کی ہو۔ ایک دفعہ کسی شخص نے خلیفہ صاحب سے پوچھا کہ جس ملک کے لوگوں نے کسی حکومت کی اطاعت نہ کی ہو کیا انہیں حق ہے کہ وہ اس حکومت کا مقابلہ کرتے رہیں تو ارشاد ہوا کہ "اگر کسی قوم کا ایک فرد بھی ایسا باقی رہتا ہے جس نے اطاعت نہیں کی نہ عمل سے نہ زبان سے تو وہ آزاد ہے۔ اور دوسرے لوگوں کو اپنے ساتھ شامل کر کے مقابلہ کر سکتا ہے۔" (الفضل 19 ستمبر 1934ء)

پھر فرماتے ہیں:

''اگر تبلیغ کے لیے کسی قسم کی رکاوٹ پیدا کی جائے تو ہم یا تو اس ملک سے نکل جائیں گے۔ یا پھر اگر اللہ تعالیٰ اجازت دے تو پھر ایسی حکومت سے لڑیں گے۔''

(الفضل 13 نومبر 1935ء)

یعنی ایک حکومت میں رہ کر اس کے متعلق اعلانِ جنگ کے مواقع اور ان پر غور سب کچھ ہوسکتا ہے۔ بغاوت کا ذکر ہو رہا ہے تو ایک اور ارشاد بھی سنیے۔ فرماتے ہیں:

''شاید کابل کے لیے کسی وقت جہاد کرنا پڑ جائے۔'' (الفضل 27 فروری 1922ء)

خلیفہ صاحب نے ایک مرتبہ یہ بھی کہا تھا کہ ''جماعت ایک ایسے مقام پر پہنچ چکی ہے کہ بعض حکومتیں بھی اسے ڈر کی نگاہ سے دیکھنے لگی ہیں۔ اور قومیں بھی اسے ڈر کی نگاہ سے دیکھنے لگی ہیں۔'' (الفضل 20 اپریل 1938ء)

ان اقتباسات سے بالکل عیاں ہے کہ خلیفہ محمود اپنی جماعت کے ذہنوں میں اسی جنون کی پرورش کرتا رہا ہے۔ جو ان کے اپنے ذہن میں سمایا ہوا تھا۔ انہوں نے ربوہ کو اپنی کمین گاہ بنا رکھا تھا اور اسی تاک میں بیٹھا ہوا تھا کہ کب وطن عزیز میں انتشار ہو اور وہ اس سے فائدہ اٹھا کر اقتدار کی نشستوں پر قابض ہو کر ملک کے حکمران بن جائیں۔ وہ ''فرماتے'' ہیں کہ قبولیت کی رو چلانے کے لیے طاقت کی ضرورت ہوتی ہے۔'' (الفضل 11 جولائی 1936ء)

ان کا اپنا قول ہے کہ:

''پنجاب جنگی صوبہ کہلاتا ہے۔ شاید اس کے اتنے یہ معنی نہیں کہ ہمارے صوبہ کے لوگ فوج میں زیادہ داخل ہوتے ہیں جتنے اس کے یہ معنی ہیں کہ ہمارے صوبہ کے لوگ دلیل کے محتاج نہیں بلکہ سونٹے کے محتاج ہیں۔'' (الفضل 27 جولائی 1936ء)

گویا خلیفہ صاحب مغرب کی (Bigstick) پالیٹکس کے قائل ہیں۔

چنانچہ محکومی کی حالت میں بھی خارجی حکومتوں سے ساز باز کے متمنی ہیں اور اس کی تلقین بھی کرتے ہیں۔ مثلاً فرماتے ہیں:

''کہ کوئی قوم دنیا میں بغیر دوستوں کے زندہ نہیں رہ سکتی۔ اس لیے زیادہ مجرم اور کوئی قوم نہیں ہوسکتی جو اپنے لیے دشمن تو بناتی ہے مگر دوست نہیں کیونکہ یہ سیاسی خودکشی ہے۔''

(الفضل 18 جون 1926ء)

اب پاکستان میں رہتے ہوئے اس کے دشمنوں کے حلیف بننے کی کوشش کیوں نہیں

کریں گے۔ چاہے اس کی کوئی سی بھی صورت ہو مثلاً وہ راز افشاء کر کے پاکستان کے دشمنوں کے دلوں میں جگہ پیدا کرنے کی کوشش بھی کریں گے۔ انہوں نے فوج کے ایک کرنل کی طرف یہ منسوب کیا کہ اس نے دوران گفتگو میں ان سے یہ کہا کہ:

''حالات پھر خراب ہو رہے ہیں۔ لیکن اس دفعہ فوج آپ کی مدد نہیں کرے گی۔''

(الفضل 8 مارچ 1957ء)

''جب پہلی دفعہ خلیفہ صاحب کی یہ تقریر ''الفضل'' میں چھپی تو اس میں یہ بھی لکھا تھا کہ کرنل نے کہا کہ فوج آپ کی مدد نہیں کرے گی کیونکہ وہ بدنام ہو چکی ہے۔

جب اخبارات میں اس قابل اعتراض بات پر تبصرے ہوئے تو خلیفہ صاحب کے ایماء سے ان کی وہی تقریر دوبارہ شائع ہوئی اور اس میں سے وہ فقرہ حذف کر دیا گیا۔ جس میں فوج کی بدنامی کی طرف اشارہ تھا۔ تردید کرنے کی اخلاقی جرأت نہ تھی ہاں قانون سے بچنے کا حیلہ نکال لیا۔

www.KitaboSunnat.com

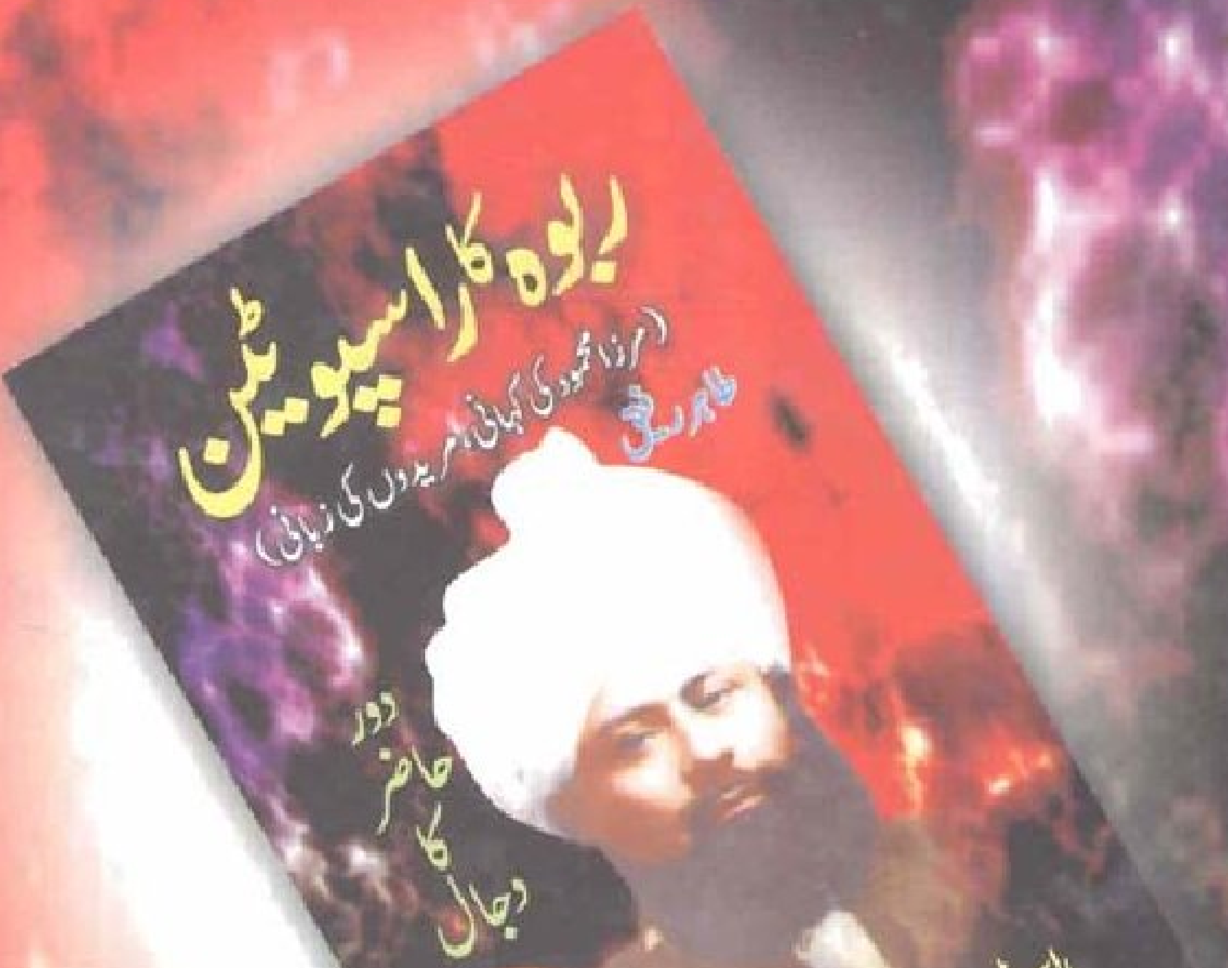

انجمن توحید و سنت ویلفیئر

المدینہ روڈ ٹاؤن شپ لاہور 0300-4460660-0321-4454660